جرمن زبان کا شہرۂ آفاق ناٹک

فاؤسٹ

حصہ اول　　　　جلد اول

مصنّف

یوحان ولفگنگ فان گوئٹے

مُترجم

بشیشور پرشاد، مُنوّر، لکھنوی

مکس مُلّر بھون

نئی دہلی (بھارت)

فاوسٹ

(حصہ اول، جلد اول)

جرمن فلاسفر اور شاعر اعظم

گوئٹے

کا

شاہکار ناٹک

مترجم

بشیشور پرشاد منور لکھنوی

ناشر

میکس ملّر بھون

نئی دہلی (بھارت)

پہلا ایڈیشن : ۱۹۶۹

تعداد اشاعت : ۲۵۰

مطبع

آئی - ایم - ایچ - پریس پرائیویٹ لمیٹیڈ

فوارہ چاندنی چوک ، دھلی-۶

انتساب

ادب و احترام کے پرخلوص جذبات کے ساتھہ

فاؤسٹ کے عظیم مصنف

اور

جرمن زبان کے شہرۂ آفاق نیز زندہ جاوید شاعر

فلاسفر اور تمثیل نگار

یوحان وولفگنگ فان گوئٹے

کی

عرش آشیاں روح کے نام
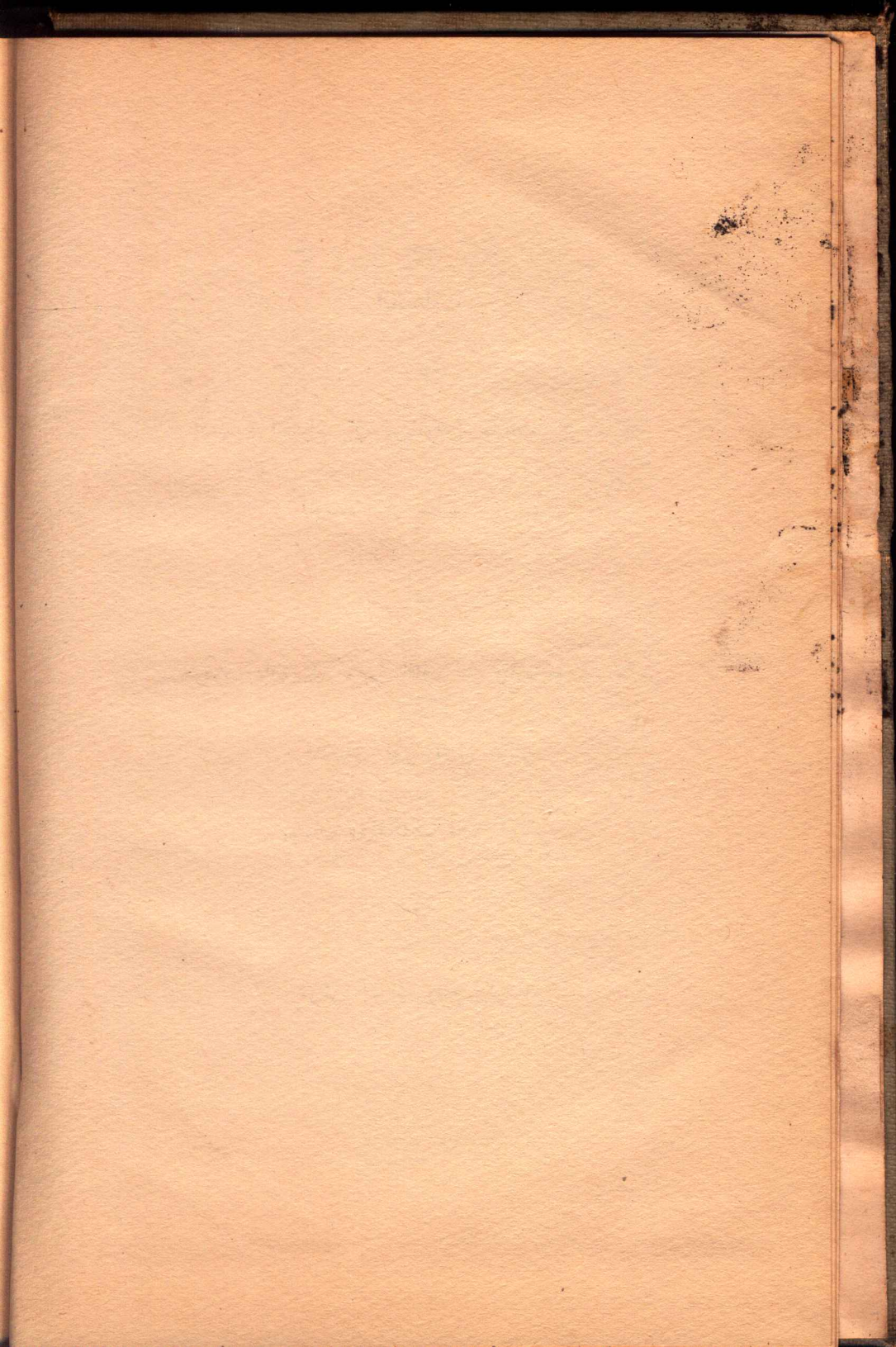
صدیوں رہے گا جس پہ ادب دوستوں کو ناز
ہم نے ادب دیا ہے وہ اردو زبان کو

منور لکھنوی
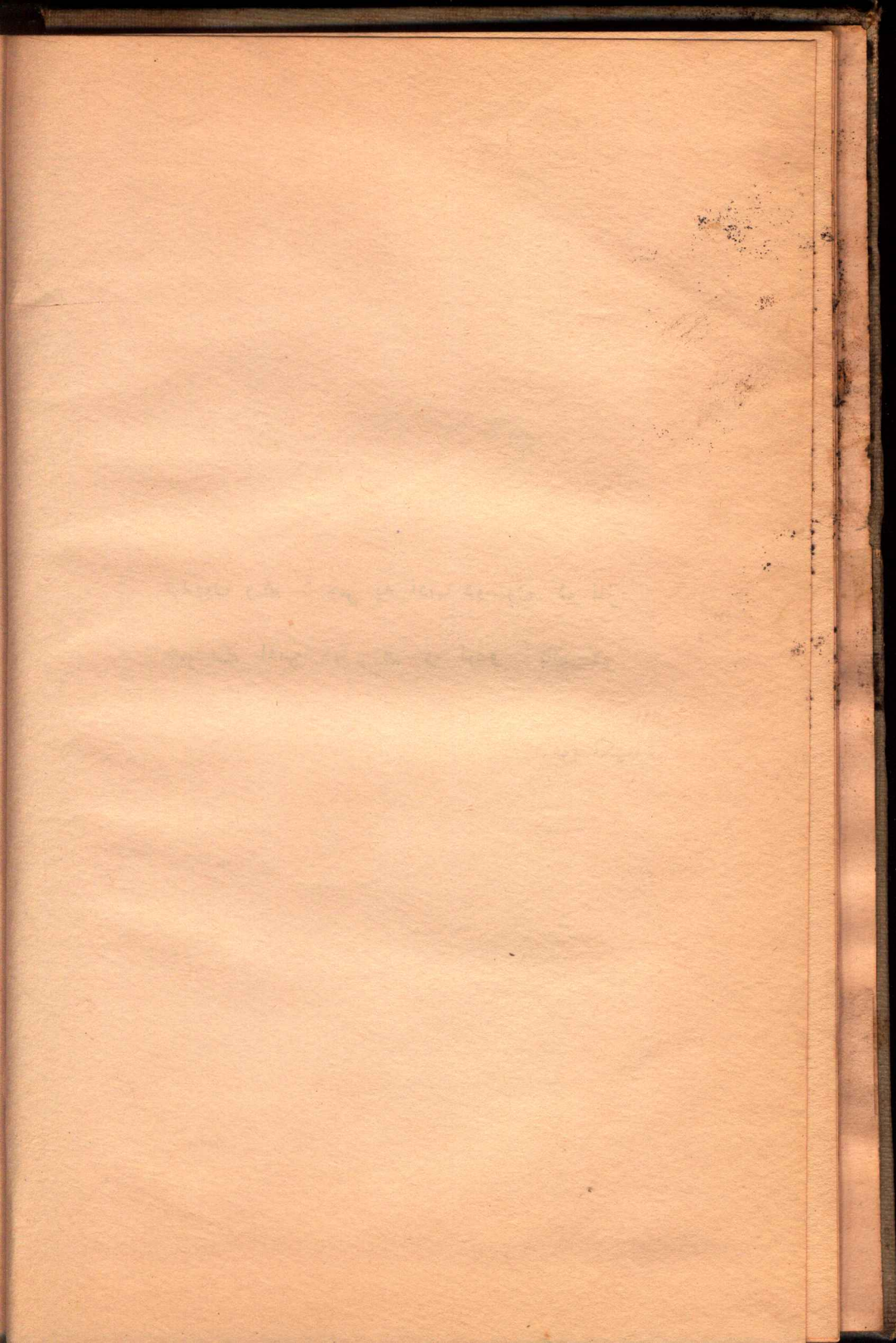
پیش لفظ

ہندوستان میں فیڈرل ریپبلک آف جرمنی کے سفیر ممتاز عزت مآب ہزا کسیلنسی بیرن ڈی فان میربخ کے رشحات قلم:

میں شری بشیشور پرشاد منور کے کئے ہوئے یوحان وولف گینگ فان گوئٹے کے جو اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے درمیان جرمنی کے لافانی شاعر ہوے ہیں عظیم ترین ڈرامے فاؤسٹ کے حصہ اول کے ترجمے کا بقدر وا فر خیرمقدم کرتا ہوں۔

۲۔ شاید اس ملک میں لوگوں کو وسیع پیمانے پر اس بات کا علم نہیں ہے کہ گوئٹے کی توجہ ہندوستانی ادب اور شاعری کی جانب تمام عمر رہی ہے۔ ابھی جب وہ نوعمر ہی تھے کہ وہ قدیم زمانے کے سیاحوں کی تحریریں۔ ہندوستانی، قصے اور روایتیں یا کہانیاں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ جب وہ سن بلوغ کو پہونچے تو شکنتلا کا وجود ان کے علم میں آیا۔ انہوں نے کالی داس کے اس نمایاں تریں کارنامے کی تعریف بڑے زوردار اشعار کے ذریعہ فرمائی اور جب اس دانائے روزگار نے پیرانہ سالی میں قدم رکھا تو جرمن زبان کے عالم آگسٹ ولھلم شلیگل کے ترجمہ رامائن کی توصیف میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اگر ایک طرف

گڈ اینڈ بایا ڈیرے(۱) اور پیریا(۲) کے عنوانات کے تحت ان
کی نظموں کے ہندوستانی ماخذوں کا پتہ چلتا ھے تو دوسری
طرف صرف ''فاؤسٹ'' ھی ان کا وہ کارنامہ ھے جس میں
ھمیں ہندوستان کے تمثیلی ادب کے تاثرات کار فرما نظر آتے
ھیں - میری مراد یہ ھے کہ گوئٹے نے اسٹیج کی اس تمہید
(افتتاحیہ نغمے) کو جو سنسکرت زبان کے ہر ڈرامے کا جزو
لازمی ھوتی ھے اور ابتدائی دعا کے بعد کھیل کے پیشتر
واقع ھوتی ھے، وسعت دے کر ڈرامے کے گہرے معانی کا
اظہار کیا اور تماشائیوں کے ساتھہ مصنف کے باھمی ارتباط
پر ایک جاندار مکالمہ قلم بند کیا ھے - فاؤسٹ میں اس
تمہید کا شامل کیا جانا جرمن ادب میں ایک بےمثال واقعہ
ھے اور یہ گوئٹے کے ۱۷۹۱ع میں شکنتلا سے روشناس
ھونے کا براہ راست نتیجہ ھے- یہی وجہ ھے کہ فاؤسٹ جرمن
زبان کا محض ایک عظیم کلاسیکی کارنامہ ھی نہیں ھے بلکہ
اس کا براہ راست رابطہ اس قسم کے مماثل ہندوستانی ادب سے
بھی ھے- اسی لئے ہندوستان میں رہنے والے تمثیلی ادب کے
شیدائیوں کو اس سے خاص دلچسپی ھوگی- فاؤسٹ کے سلیس
ترجمے بنگالی اور تیلیگو میں پہلے سے موجود ھیں- اردو
میں اس کے ترجمے سے ایک ایسی کمی پوری ھوتی ھے
جسے شدت کے ساتھ محسوس کیا جا رہا تھا- اور اسی لئے
مجھے امید ھے کہ اس ترجمے سے ہندوستان کی دوسری زبانوں

---

۱ God and Bayadere

۲ Peria

کے مصنفوں اور عالموں کے لئے بھی جرمن زبان کے اس کلاسیکی کارنامے کو اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کی تحریک ہوگی اور حوصلہ ملے گا۔

دستخط بیرن ڈی فان میربخ
(سفیر مغربی جرمنی)
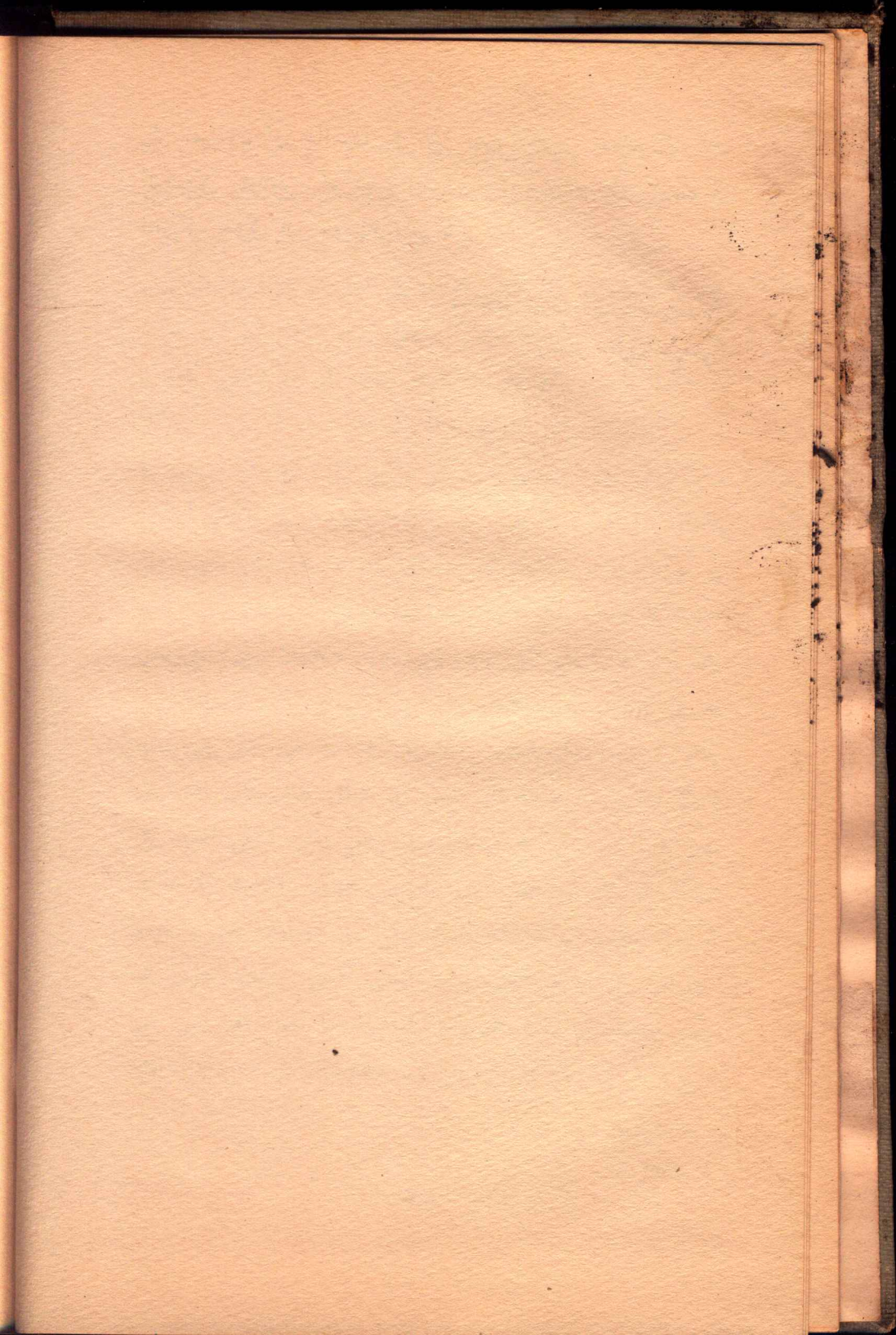
دیباچہ

(از مترجم)

۱۹۳۶ء میں بھگوت گیتا منظوم موسومہ نسیم عرفان کی اشاعت کے بعد ۱۹۵۲ء میں میرا کالی داس کے شاہکار کمار سمبھو کا شعری ترجمہ شائع ہوا - جہاں تک یاد داشت کام کرتی ہے گوئٹے کے ڈرامے ''فاؤسٹ'' کا ترجمہ میں نے اسی زمانے میں شروع کر دیا تھا - یہ ترجمہ میں نے اپنی ایک دیرینہ خواہش کے مطابق کسی کی فرمائش کے بغیر شروع کیا تھا - کام آسان نہ تھا - جرمن زبان سے نا واقف ہوں - امریکہ کے نامور فلاسفر اور شاعر ایمرسن اور ہندوستان کے شہرۂ آفاق اور وصال نصیب مجذوب سنیاسی سوامی رام تیرتھ کی تقریروں اور تحریروں میں اکثر گوئٹے کا ذکر پڑھا کرتا تھا - ان دونوں باکمال بزرگوں کے دل میں گوئٹے کی عظمت جاگزیں تھی - ڈاکٹر ٹیگور اور ڈاکٹر اقبال نے بھی اپنے لافانی فرمودات میں گوئٹے کا اثر قبول کیا تھا اس لئے گوئٹے کے اس شاہکار یعنی فاؤسٹ کی عظمت اور اہمیت میرے صفحہ دل پر بھی برسوں پہلے نقش کالحجر ہو چکی تھی - کوشش کے باوجود متعدد گوناگوں مصروفیات کے باعث میں جرمن زبان سیکھنے کے لئے وقت نہ نکال سکا اس لئے میں نے لیتھم کے منظوم انگریزی ترجمے کو اپنے اس منظوم ترجمے کی اساس قرار دیا - یوں تو انگریزی زبان میں فاؤسٹ کا منظوم ترجمہ اور نجانے کتنے بلند پایہ اہل قلم نے کیا

ہے مگر اصل یہ ہے کہ لیتھم کا ترجمہ اتنی قابلیت اور چابکدستی کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اس پر اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے اس لئے سرکاری ملازمت، روزانہ زندگی کی خانگی اور غیرخانگی مصروفیات گاہے گاہے طویل یا مختصر علالت اور دیگر مکروہات دینوی سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ فاوسٹ کا یہ منظوم ترجمہ بھی جاری رہا۔ لیکن کئی طویل وقفے درمیان میں حائل ہوتے رہے حتے کہ میرے ایک عظیم قدردان کے مسلسل تقاضوں کے تحت ۱۹۶۳ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوگیا۔ موصوف خود بھی ایک نامور ادیب اور شاعر ہیں اور جرمن زبان پر آپکو عبور ہے۔ شاید جرمن زبان میں شعر بھی کہتے ہیں۔ لیتھم کے ساتھ ساتھ فلپ وین کا ترجمہ بھی پیش نظر رہا۔ ٹیلر اور فریزر کے منظوم انگریزی تراجم بھی کچھ عرصے کے لئے دستیاب ہوگئے تھے۔ جہاں جہاں ضروری سمجھا گیا میں نے ان انگریزی تراجم سے بھی مدد لی ہے۔

پہلے مجھے پتہ نہ تھا کہ میرے دوست ڈاکٹر عابدحسین جامعی اردو نثر میں فاوسٹ کا ترجمہ براہ راست جرمن زبان سے کرچکے ہیں۔ ان کا یہ ترجمہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ میں نے اپنے اس منظوم ترجمے میں کہیں کہیں عابد صاحب کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ فاوسٹ کے ان بلند پایہ اور مستند انگریزی اور اردو تراجم پر منحصر ہونے کے باعث میرا یہ ترجمہ بھی اصل جرمن تصنیف کے مطابق صحیح اور وفادارانہ

ہونا چاہئے - اگر دوسرے تراجم میں کہیں کوئی سہو ہو گیا ہے تو اسکا اثر لازماً میرے ترجمہ پر بھی پڑنا چاہئے - لیکن میں نے ترجمے میں زیادہ سے زیادہ محنت اور دیانتداری سے کام لیا ہے اور ترجمے کو سلیس، عام فہم نیز لفظاً و معناً قابل پذیرائی بنانے کی انتہائی کوشش کی ہے۔

پھر بھی میرا یہ ترجمہ آزاد ہے اور اردو شاعری کی تمام فنی شرائط کی تکمیل اس میں مد نظر رکھی گئی ہے۔ بیشتر ترجمہ اس لحاظ سے پابند ہے کہ اس میں قافیہ اور ردیف کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ کچھ ترجمہ جدید قسم کی آزادانہ نوعیت کا بھی ہے یعنی کہیں کہیں اس میں ردیف اور قافیہ کی پابندی ضروری نہیں سمجھی گئی ہے - لیکن ایسے مقامات بہت کم ہیں - پھر بھی کوئی نہ کوئی بحر ضرور اختیار کی گئی ہے۔ بہرحال اس ترجمے میں مصنف کی صحیح اسپرٹ کہاں تک برقرار رکھی جاسکی ہے۔ یہ اہل نظر کے دیکھنے کی بات ہے۔

میں نے اس ترجمے کا کچھ حصہ خلد آشیانی بزرگ جناب نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی کو ان کے دولت کدے پر لکھنو میں سنایا تھا - نواب صاحب اردو فارسی عربی اور انگریزی--ان سب زبانوں کے ماہر تھے - ان کی نظر بہت بالغ تھی - وہ خود شاعر بھی تھے ادیب بھی تھے اور نقاد بھی - ان کی کئی تصانیف یادگار ہیں - میری طرح انہوں نے بھی بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ کیا تھا - اسکے علاوہ میرا یہ منظوم ترجمہ جستہ جستہ میرے دوست شاعر اعظم جناب شبیرحسن خاں جوش ملیح آبادی نے بھی دھلی میں سماعت

فرمایا ہے۔ اب تو وہ کئی سال سے پاکستان چلے گئے ہیں۔ لیکن جب ہندوستان آتے ہیں، مجھے خاص طور پر یاد کرتے ہیں اور صرف یہی نہیں وہ میرے مکان پر خود تشریف لا کر مجھے مسرور و ممنون کرتے ہیں۔ جوش صاحب کی شاعرانہ عظمت کو کون نہیں تسلیم کرتا۔ انہوں نے بھی دوسری زبانوں کے ادب عالیہ کا محض مطالعہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان میں سے بعض اہم ادبی شاہکاروں کو اردو میں منتقل بھی کیا ہے۔ ان دونوں ماہران شعر و ادب نے میرا ترجمہ کافی پسند فرمایا، جس سے میری ہمت اور بھی بڑھی۔ اس طرح یہ ترجمہ مختلف اور مسلسل مشکلات کے باوجود برابر جاری رہا۔ حتے کہ تقریباً ۱۹۶۳ کے آغاز میں پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا۔ مسودے کے صاف کرنے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا۔ ظاہر ہے کہ میرے سوا اصل مسودے کو صاف کرنے کا حوصلہ اور کس کو ہوسکتا تھا۔

میں عرض نہیں کرسکتا کہ گوئٹے کے اس عظیم الشان ادبی کارنامے کو اردو کے شعری قالب میں ڈھالنے سے مجھے کتنی روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ اگرچہ خود مجھے اس ترجمے پر فخر کرنا زیب نہیں دیتا پھر بھی اگر میں اسے اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھوں تو شاید کچھ بےجا بھی نہ ہوگا۔

یہ ترجمہ فاؤسٹ کے پہلے حصے کا ہے۔ چاہتا ہوں کہ دوسرے حصے کا ترجمہ بھی کرسکوں مگر عمر کے اس مرحلے پر اس خواہش کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

میرا یہ ترجمہ ہندوستان میں جرمن سفارت‌خانے کے

کچھ حضرات کی نظر سے بھی گزرا ہے - انھوں نے اس ترجمے کو حیرت انگیز قرار دیا ہے - میں اس داد و ستائش کا کہاں تک مستحق ہوں، اسکا جواب زمانہ دے گا - میں تو اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں اپنی یہ ناچیز خدمت پیش کرکے دعاگو ہوں کہ ہندوستان میں اس ترجمے کی زیادہ سے زیادہ قدر ہو تاکہ مجھ میں اپنی ادبی سرگرمیوں کو مزید جاری رکھنے کی ہمت برقرار رہے -

میں ہندوستان میں فیڈرل ریپبلک آف جرمنی کے سفیر ممتاز عزت مآب ہزایکسیلنسی بیرن ڈی فان میربخ کا نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے ہندوستان میں میرے اس منظوم ترجمے کے سلسلے میں ایک گراں قدر پیش لفظ سپرد قلم کیا ہے - ہمیں موصوف کے جذبات عالیہ کی قدر کرنا اور ان کی توقعات کو پورا کرنا چاہئے -

خادم ادب

۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء بشیشور پرشاد منور لکھنوی

۲۹-۱۵۲۸

فیض گنج، دریا گنج دھلی -۶

کچھ مترجم کے متعلق

نام : بشیشور پرشاد تخلص منور - ہندو - کائستھ سکسینہ

والد کا نام : ملک الشعرا مرحوم منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی

تعلیم : ابتدائی مدارج لاہور - نوبستہ اردو مڈل اسکول لکھنؤ
کاظمین اسکول لکھنؤ - نجی تعلیم و مطالعہ -

شغل : مارچ ۱۹۱۳ء میں بڑے بھائی رام شنکر پرشاد اڈیٹر تفریح (ہفتہ وار) و نائب مدیر روزنامہ اودھ اخبار کی وفات کے بعد سلسلہ تعلیم منقطع جانے پر کچھ دنوں اودھ اخبار کے حلقہ ادارت میں شمولیت رہی - بعد ازاں ۱۲ ستمبر ۱۹۱۳ء کو والد مرحوم نے انتقال فرمایا تو ریلوے اکاؤنٹس آفس لکھنؤ میں سرکاری ملازمت اختیار کی - جنوری ۱۹۲۷ء میں دفتر کی منتقلی پر اکتوبر ۱۹۲۷ء تک لاہور میں کام کیا - اسی ماہ میں دفتر دھلی میں منتقل ہوگیا اور اسی کے ساتھ دھلی آگئے . اپریل ۱۹۲۹ء سے ریلوے آڈٹ ڈپارٹمنٹ میں تبادلہ ہو گیا - جنوری ۱۹۵۷ء میں ملازمت سے با عزت سبکدوشی حاصل کی - ساتھ ہی ساتھ شعر و ادب کا بھی شغل جاری رہا -

مطبوعہ تصانیف : نذر ادب (خمریاتی رباعیاں اور قطعات کا مجموعہ) - کائنات دل - دادا نہرو - نوائے کفر
ادائے کفر - لمعات افق -

مطبوعہ تراجم : رامائن والمیکی (نثر) بھگوت گیتا (منظوم) موسومہ نسیم عرفاں - دھم پد (منظوم)

کمار سمبھو (منظوم) - مدرا راکھشس - گجیندر موکھش - نغمہ قلندری یا اودھوت کا ترانہ - روحانی مکالمہ - گیتانجلی (نثر) درگاسپت شتی (منظوم) - شکنتلا - گیت گووند یا سرمدی نغمے (منظوم) - وویک منی یا درخشاں نکتے (نثر) - وجدان حافظ (منظوم) - لنکن نے کہا - ذرے سے آفتاب - ایلینر روز ویلٹ (نثر) - میری یاد داشتیں (نثر) (اردو) - میرے سنسمرن (نثر) (ھندی) -

غیرمطبوعہ تصانیف: تاثرات منور (مجموعہ نظم) - زیرۂ گل (قطعات و رباعیات) - خون کے آنسو - سوز وطن - شگفتہ عقیدے - محسوسات منور - معروضات منور - زعفران زار - فریادیں - ادبی ھیرے - طواف عجم (فارسی کلام) - وشو ویدنا (ھندی کلام) -

غیرمطبوعہ تراجم: صہبائے دوام (رباعیات عمر خیام کا شعری ترجمہ) - گیتانجلی یا نذرانہ روح (شعری ترجمہ) چارودت (سنسکرت ڈراما) - گوسوامی تلسی داس کی ونے پترکا یا نالۂ بیکس (نثر) - سری روپ کلا چرتر (ہندوستان کے ایک با کمال اور خدا رسیدہ بھگت کا تذکرہ (نثر) - کالی داس کا ڈراما مالویکا گن متر - جنوبی ہند کے مشہور تمثیل نگار دنگ ناگ جی کا ناٹک کند مالا (سیتا بن باس) - ورجینیا کے سورما

جنرل لی (نثر) قطعات و رباعیات باباطاہر ہمدانی -
جینی گرنتھہ سامئک پاٹھہ بوگ سار (منظوم) -
الہامات مغرب (منظوم) -

جاری تراجم: کالی داس کاشاہکار رگھو ونش (منظوم) اور ناٹک وکرم آروشی - بھو بھوتی کا ناٹک مالتی مادھو - وصال نصیب مہرشی دیا نند سرسوتی کی تالیف آریہ ابھی ونے (یا پرماتما کے دربار میں) - الہامات ایرانی - تعبیر منظوم (قرآن کریم کچھ حصوں کا شعری ترجمہ) - سوز اقبال (ڈاکٹر محمد اقبال کے ارمغان حجاز کا شعری ترجمہ) حسین ترجمے (مختلف زبانوں کی شاہکار نظموں کا شعری ترجمہ) -

جاری تصانیف: نذر کلیسا - مہرشی سوامی دیانند کی یاد میں - شہدائے کربلا کی یاد میں - چار مینار یعنی مہاراجہ گردھاری پرشاد باقی - والد مرحوم ملک الشعرا حضرت افق لکھنوی - مرحوم علامہ منشی لچھمن پرشاد صدر لکھنوی - اور رہنمائے سخن منشی نوبت رائے نظر لکھنوی کے حالات زندگی اور انکے کلام کا انتخاب) - داستان (خود نوشت سوانحعمری) منور کے نام ادبی نوعیت کے بعض اہم خطوط -

منور صاحب نے حال ھی میں ایک جرمن فرم میسرز ھورسٹ ارڈمین ورلاگ کی فرمائش سے کچھ شہرۂ آفاق جرمن افسانوں کا ترجمہ اردو نثر میں سمندری جوان اور دوسرے نادر جرمن افسانے کے نام سے کیا ھے - یہ ترجمہ شائع ھو کر منظر عام پر آچکا ھے -

فاؤسٹ کے مصنف اعظم یوحان وولف گینگ فان گوئٹے
کے بارے میں کچھ مستند معلومات
ایک نظر میں

۱— زمانۂ وجود از ۱۷۴۹ء تا ۱۸۳۲ء

۲— تکمیلات فن: جرمن زبان میں شعر و شاعری تمثیل نگاری یعنی ڈرامہ یا ناٹک نویسی ۔ فلسفہ نیز علم سائنس میں مہارت ۔

۳— مقام پیدائش: فرینک فرٹ آن مین ۔

۴— ۱۷۶۵ء سے لے کر ۱۷۶۸ء تک
گوئٹے نے لیپزگ کے مقام پر قانون کی تعلیم حاصل کی ۔

۵— کائشن شون کوپف سے تحریک پا کر اننیٹے کے نام سے متغزلانہ شاعری کا ایک دلفریب مجلہ ۱۸۹۶ء میں شائع کیا اور ڈرامہ ڈائی لانے ڈیس ورلبٹین کی تصنیف عمل میں آئی ۔

۶— ۱۷۶۸ء میں گوئٹے ناکارگی کی حالت میں فرینک فرٹ آن مین واپس آ گئے ۔

۷— ڈائی مٹشل ڈائجن نام کا طربیہ لکھ ڈالا ۔

۸— اسٹراس برگ میں بزمانہ ۱۷۷۱ء ڈاکٹر یٹ آف لا (فضیلت علم قانون) کی ڈگری حاصل کرلی - وھیں انھیں علم نباتات - علم تشریح الاعضا - کیمیا (رسائن) نیز دوسرے علوم میں دسترس حاصل ہو گئی -

۹— اسٹراسبرگ میں گوئٹے پر ان کے دوست صادق ھرڈر کا بہت زیادہ اثر پڑا -

۱۰— ۱۷۷۰ء میں فریڈرک برائن کی تحریک سے گوئٹے نے متغزلانہ کلام سیسین ھمر لائیڈر کے نام سے سپرد قلم کیا -

۱۱— ۱۷۷۲ء میں ویٹزلر کے مقام پر کیسٹز کے ساتھہ انکے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے جن سے ان کی منگیتر چارلوٹے بف کو ڈائی لیڈن ڈیس جنگن ورتھر میں بزمانہ ۱۷۷۴ء حیات جاودانی حاصل ہو گئی - اس تصنیف سے ان کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی -

۱۲— ۱۷۷۳ء میں کلے وگو اور تاریخی ڈرامہ گو لزفان برلی چنگن جو فی الواقع ایک نہایت عظیم کارنامہ تھا، منظر عام پر آیا - ان کے کچھ ڈرامائی طنزیئے گوٹر ھلڈن انڈ وائی لینڈ - پیٹر برے اور ھینس ورسٹس ھاک زیٹ وغیرہ بھی شائع ہوئے -

۱۳— اس زمانے میں گوئٹے تھوڑے عرصے کے لئے للی شونی مین کے ساتھ وابستہ ہوگئے -

۱۴— ۱۷۷۵ء میں اسٹرم اور ڈرینگ کے عہد کا فاؤسٹ شائع ہوا - یہ ۱۷۹۰ء میں ایک جزو کی حیثیت سے شائع ہوا تھا -

۱۵— ۱۷۷۵ء سے لے کر بعد کے کچھ زمانے تک وائمر میں قیام کیا۔ اسی زمانے میں وہ کئی ذمہ دار سرکاری عہدوں پر مامور ہوئے۔ فرافان اسٹین کے ساتھ گوئٹے کی بڑی گہری دوستی ہوگئی۔

۱۶— ۱۷۸۲ء میں انہیں امرا کا درجہ حاصل ہوگیا۔

۱۷— گوئٹے کی عمر کا جتنا حصہ وائمر میں گزرا، اس میں حسب ذیل اور بھی ڈرامے سپرد قلم ہوئے۔

(i) ایگ مونٹ ۱۷۷۸

(ii) ڈائی جسک وسٹر ۱۷۷۶

(iii) افی جنی (نثر میں) ۱۷۷۸

(iv) ہرز ریس ایم ونٹر
نیز بریغے ارس ڈرشویز } ۱۷۷۹

۱۸— ۸۸-۱۷۸۶ء کے دوران گوئٹے کے قیام کا ذکر ڈائی اٹالینیش ریسے میں ملتا ہے (مطبوعہ بزمانہ ۱۷-۱۸۱۶ء ان ڈراموں یعنی افی جنی (۱۷۸۷ء)۔ (شعری انداز میں) اور ٹور کیواٹوٹاسو (۱۷۹۰) کو بعض اصحاب نے گوئٹے کا شاہکار قرار دیا ہے۔

۱۹— مہم کے سلسلے میں گوئٹے وائمر کی معیت میں فرانس چلے گئے (۹۳-۱۷۹۲ء) اسی زمانے میں شلر کے ساتھ نہایت گہری اور دیر پا دوستی قائم ہوگئی (۱۷۹۴ء)

۲۰— وائمر کورٹ تھیٹر میں دائر کٹر یعنی ہدایت کار کی حیثیت سے نمودار ہوئے (۱۸۱۷-۱۷۹۱ء)۔

۲۱- مٹامارفوزن ڈرفلین زین (۱۷۹۰ء) اور بیٹرج رز آپٹک (۱۷۹۱-۹۲ء) ہرمین اینڈ ڈورد تمھیا بیانیہ شاعری اور گوئٹے کے بعض بہترین بیلارڈ (گیت) ۱۷۸۹ء میں شائع ہوئے -

۲۲- ۱۸۰۶ء میں گوئٹے نے اپنی محبوبہ کرشچین ولپیس کے ساتھ عقد رچایا -

۲۳- اسکے بعد جو زمانہ آیا اس کے دوران ۱۸۰۴ء میں ڈائی نیٹرلک ٹاکٹر کے نام سے ایک ڈرامہ اور لکھا -

۲۴- فاوسٹ کا پہلا حصہ ۱۸۰۸ء میں قلمبند ہوا - اپنے اس ڈرامے کی بدولت گوئٹے کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی - حتے کہ وہ اپنے زمانے کے بہترین شاعر قرار دئے گئے -

۲۵- ڈائی وہلور وینڈٹ شفیٹن نام کا ایک ناول ۱۸۰۹ء میں تصنیف کیا -

۲۶- اپنی خود نوشت سوانح عمری کے سلسلے میں ڈکٹنگ انڈ وھارھیٹ کے نام سے ۱۸۱۱ء میں کچھ یادداشتیں قلمبند کیں -

۲۷- آبر کنسٹ انڈ الڑتھم (۱۸۱۶-۳۲ء) - زر مار فالوجی (۱۸۱۷-۲۲ء) ولھلم میسٹرز ویندر جاھرے (رومانس ۱۸۲۱ء) اور فاوسٹ حصہ دوم (زرویٹرٹیل ۱۸۳۳ء) یہ سب چیزیں یکے بعد دیگرے اشاعت پذیر ہوئیں -

۲۸- گوئٹے بڑے حسین و جمیل خد و خال اور ہمہ گیر طبیعت کے مالک تھے - ان کا شمار دنیا کے نامور ترین

صاحبان کمال میں ہے۔ وہ ایک زبردست اہل قلم اور بلند پایہ مصنف تھے ۔ ادب ، فلسفہ ، سائنس اور سیاسیات میں ان کو طرۂ امتیاز حاصل ہوا انھوں نے XVIII (صد) کو جمع کیا اور XIX (صد) کو رواج دیا انھیں رومانی تحریک پر بھی غلبہ حاصل تھا اور پھر کلاسکی اصولوں کی بھی حمایت فرمائی تھی ۔

۲۹ — گوئٹے ایک مفکر اعظم تھے ۔ غنا و غزل کے انداز میں ان کی شاعری بہت بلند پایہ ہے ۔

۳۰ — اور حقیقت یہ ہے کہ

دور حاضر میں گوئٹے کو جرمنی کا سرتاج کہنا
بالکل درست ہوگا

یوحان وولف گینگ گوئٹے

کی

مختصر سوانحعمری

گوئٹے کو پہلے پہلے تعلیم اپنے باپ سے اس قدیم شہری مکان میں حاصل ہوئی جو کتابوں اور پرانے زمانے کی چیزوں سے اٹا پڑا تھا - ان کے باپ بڑے سخت مزاج والے قانونی وکیل تھے - دوسری طرف انکی ماں بڑی زندہ دل تھیں - ان کی خوش مزاجی ضرب المثل تھی ، وہ ایک باغ و بہار طبعیت کی مالک تھیں - ان کی زبان پر ہر وقت ایک نہ ایک چٹکلہ رہا کرتا تھا - گوئٹے پر متعینہ افسروں اور تھیٹر کے وسیلے سے فرانسیسی اثر بہت پڑا - جب وہ لیپزگ جا پہونچے تو فرانسیسی حلقہ اثر میں انہیں آھی جانا پڑا - گوئٹے جس زمانے میں لیپزگی پہونچے ، ان کی عمر صرف سولھہ سال تھی - یہاں وہ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے - یہاں ان کی زندگی بڑے لطف کے ساتھ بسر ہوتی تھی - یہیں انہوں نے آرٹ کا مطالعہ بھی کیا اور یہیں وہ معاشقے کا شکار بھی ہوے - اسکے بعد ۱۷۶۸ء کے دوران وہ بیمار ہو کر اپنے وطن فرنیکفرٹ آن مین واپس چلے گئے - اس درمیان میں انہوں نے کئی حیات انگیز گیت اور چھوٹے چھوٹے ناٹک لکھ ڈالے تھے -

بحالی صحت کے بعد وہ اسٹراس برگ چلے گئے ۔ اس زمانے میں ان کے خیالات پر بڑا گہرا مذہبی رنگ چڑھ رہا تھا ۔ انہوں نے علم مخضی کے اکتساب میں کافی وقت صرف کیا ۔ اسٹراس برگ میں انہوں نے دو برس کے اندر اندر شعبہ قانون میں ڈگری حاصل کرلی ۔ پھر وہ علم طبابت کی طرف راغب ہوگئے ۔ بعدہ فنون لطیفہ سے طبیعت ہٹا کر جرمن ادبیات کی طرف توجہ کی ۔ پھر شیکسپئر کا بھی مطالعہ کیا اور عوامی گیتوں کو مرکز شوق بنایا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گوتھک شان وشوکت سے بہت متاثر و مرعوب تھے اور جواں سال نقاد ہرڈر کا بھی ان پر بہت اثر پڑ رہا تھا ۔ اب انہوں نے اپنا تاریخی ناٹک گوئٹز قلمبند کیا اور ایک حزنیہ انداز کا رومانس جس کا نام تھا وردر بھی لکھا تو جرمنوں کی رومانٹک رو ولٹ (رومانی بغاوت) کے رہنما کی حیثیت سے ان کا پرجوش خیرمقدم کیا گیا ۔ وردر کے قصے میں قریب قریب ایک عشقیہ مثلث کی سی شکل پیدا ہوگئی، جس سے ان کے سوانح زندگی میں کبھی نہ فنا ہونے والے اشتیاق اور تجسس کے جذبے کا آغاز ہوگیا ۔ اب متغزلانہ شاعری میں گوئٹے کا پایہ سب سے زیادہ عظیم تھا ۔ ۱۷۷۵ء میں گوئٹے کی طلبی ویمر میں ہوئی اور وہاں کارل آگسٹ نے انہیں صیغہ مالیات و زراعت اور معدنیات کا وزیر بنا دیا ۔ اب فراخان ایسٹن کے ساتھ معاشقے کا سلسلہ بھی شروع ہوا ۔ مکمل بارہ سال تک گوئٹے کی زندگی میں یہ معاشقہ خاص طور پر اثر انداز ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

۱۷۸۶ء میں گوئٹے اطالیہ چلے گئے وہاں وہ تقریباً دو سال تک رہے۔ اطالیہ میں رہ کر قدامت کی پرسکون قوت کو محسوس کرنے کی انہیں بڑی تمنا تھی اور انکی یہ تمنا بر بھی آئی۔ حتے کہ اس سے ان کی تمام زندگی کا بیولا ھی بدل گیا۔ گوئٹے کو اسوقت ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جرمنی اس وقت تک بغاوت پر آمادہ ھے اور ابھی اسی میں بلوغیت کا طلوع نہیں ہوا ھے۔ یہ زمانہ تھا ۱۷۸۸ء کا اس زمانے میں وہ کرسچین والپیس کے ساتھ خلوت نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے اور سرکاری تھیٹر کی سرگرمیوں کے علاوہ اب وہ کسی عوامی انتظامیہ میں حصہ نہیں لیتے تھے سرکاری تھیٹر میں وہ ھدایت کاری کا فرض ۲۰ سال سے کچھ زیادہ مدت تک انجام دیتے رہے۔ پھر ان کی توجہ کلاسیکی ناٹکوں کی جانب مبذول ھوگئی مثلاً ۱۷۸۷ء میں انہوں نے ایفی جینی نام کا ناٹک لکھا اور ۱۷۹۰ء میں ٹاسو نام کے ناٹک کی تخلیق ھوئی اسی زمانے میں انہوں نے اپنا عظیم شاھکار فاؤسٹ تصنیف کیا اور ساتھ ھی ساتھ وہ سائینسی مشغلوں میں بھی مصروف رہے۔ انہوں نے ارتقائی علم الحیوانات۔ علم تشریح الاعضا اور رنگوں کی تھیوری یا اصولوں کا مطالعہ کیا۔

نو سال کے عرصے تک وہ شلر کے بہت قریب رہے۔ شلر کی دوستی بڑی تحرک آمیز رھی۔ اس زمانے میں گوئٹے نے بڑے عظیم گیت لکھے اور ھرمن اینڈ ڈورتھیا نام کا کارنامہ پیش کیا اور یہی وہ زمانہ تھا جب انہوں نے اپنے شاھکار فاؤسٹ کے پہلے حصے کی تکمیل فرمائی لیکن ۱۸۰۵ء

میں شلر کی موت کے ساتھ ان کی دوستی کا باب ختم ہو گیا۔

ان کی بقیہ زندگی کا سارا کام بڑی خاموشی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اس کام میں بڑی توانائی ہے اسکے بعد ان کی جو تخلیقات منظر عام پر آئیں ان میں ولہلم میسٹر۔ دیوان۔ خود نوشت سوانحعمری اور کنورسیشنز (گفتگوئیں) اور فاؤسٹ کا دوسرا حصہ شامل ہے۔ فاؤسٹ کا دوسرا حصہ شاعر کی زندگی کے آخری سالوں میں مکمل ہوا۔

۲۲ مارچ ۱۸۳۲ء کو گوئٹے نے اس عالم فانی سے کوچ کیا۔
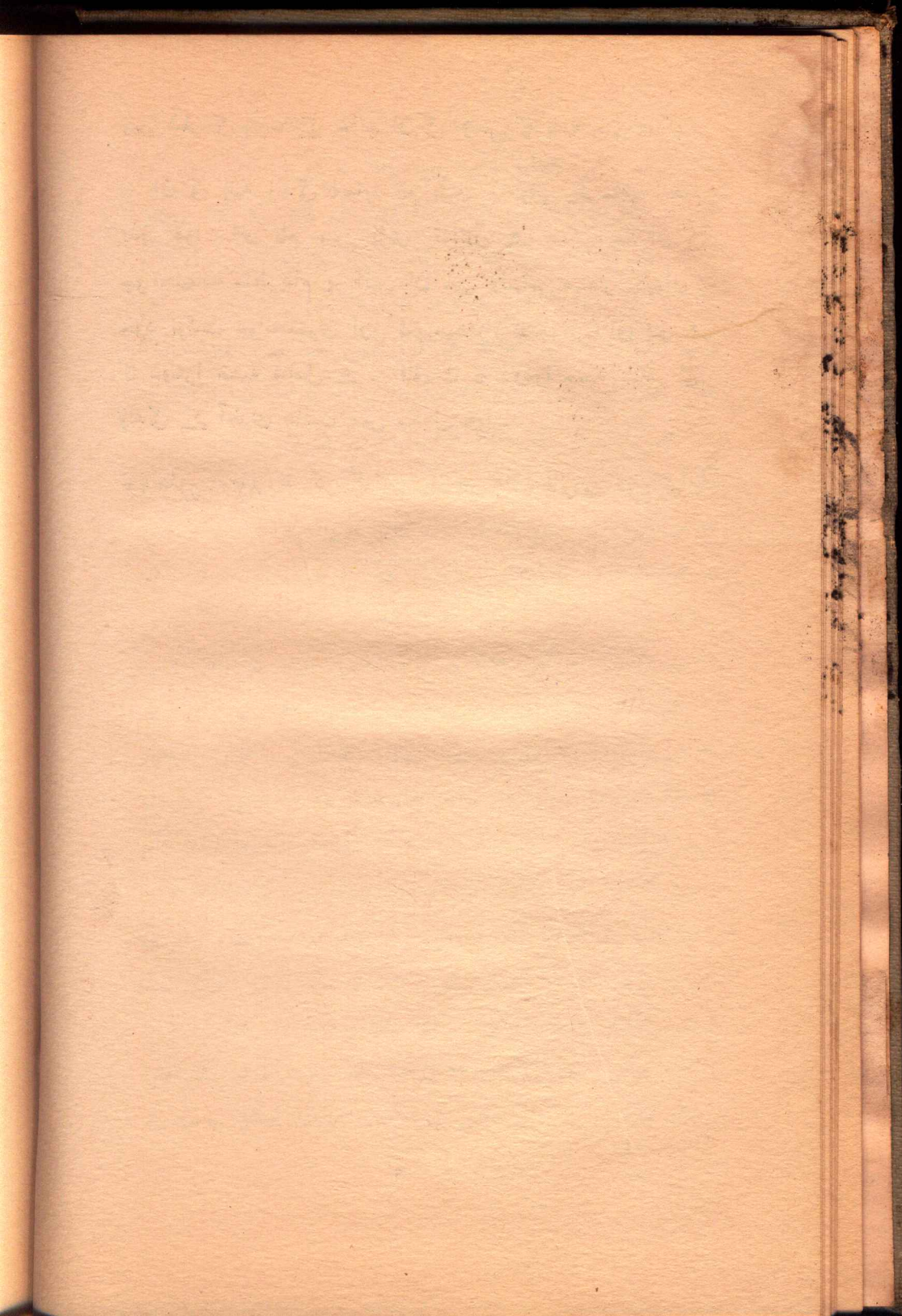
کچھ گوئٹے اور کچھ انکی فاوسٹ

کے بارے میں

ایک تنقیدی جائزہ

از مترجم

۳ جولائی ۱۹۶۸

حوالہ جات

اس ترجمے میں حسب ذیل لٹریچر سے مدد لی گئی ہے ۔

۱— منظوم ترجمہ فاؤسٹ انگریزی	البرٹ جی لیتھم
۲— منظوم ترجمہ فاؤسٹ انگریزی	فلپ دین
۳— منظوم ترجمہ فاؤسٹ انگریزی	ٹیلر
۴— نثری اردو ترجمہ مطبوعہ انجمن ترقی اردو ۔ اورنگ آباد ، دکن	ڈاکٹر عابد حسین

کچھ گوئٹے اور کچھ انکی فاوسٹ
کے بارے میں
ایک تنقیدی جائزہ
از مترجم

گوئٹے نے لگ بھگ ۷۳ سال تک عالم آب و گل کی سیر کی فاؤسٹ کا خاکہ ان کے ذہن میں پورے ساٹھ سال تک تیار ہوتا رہا گویا ان کی عملی زندگی کا بیشتر حصہ فاؤسٹ ہی کے تصور اور اس کی تخلیق میں صرف ہوا۔ اس کی ابتدا اس زمانے میں ہوئی تھی جب گوئٹے کی عمر صرف بیس سال تھی۔ صرف تھوڑے سے اشعار ۱۸۰۱ء میں وارد ہوئے اس وقت ان کی عمر ۵۱ سال تھی چونکہ فاؤسٹ کا یہ منظوم ترجمہ صرف حصہ اول پر مشتمل ہے اس لئے دوسرے حصے کا تذکرہ ہمارے دائرۂ غور و غوض سے باہر ہے پھر بھی جب تک گوئٹے اپنی عمر کے ۸۳ ویں سال میں داخل نہیں ہوگئے اس وفت تک اس کا اختتام عمل میں نہیں آسکا تھا۔ یہ آیڈیلزم (تصوریت یا آورش داد) کے اصول کا ایک پر اسرار کارنامہ ہے۔ اس کو ضمیر اور محبت کی اس انسانی کشمکش سے لگاؤ نہیں جس کا ذکر مصنف

نے حصہ اول میں کیا ہے ۔ اس حصے میں زور بیان ہے۔
شگفتگی ہے اور یہی وجہ ہے کہ صرف جرمنی ہی میں نہیں
بلکہ اکثر دوسرے ممالک میں گوئٹے کو گوناگوں خوبیوں
کا مجسمہ قرار دیا گیا ہے۔ فاؤسٹ کے حصہ اول میں آپ
کو بیشتر جذبہ اور عقل ان دونوں چیزوں کا باہم دگر
امتزاج اور اشتراک ملے گا۔ انہیں خوبیوں کی بنا پر گوئٹے
کا شمار دنیا کے اُن عظیم شاعروں میں ہوتا ہے جن کی عظمت کا
ڈنکا چاردانگ عالم میں بج رہا ہے کسی بھی ایسے مصنف
کو جس کی زندگی ایک کھلا راز ہے خدا بنا کر اس کی
عبادت کرنا اس کی عزت افزائی نہیں قرار دیا جا سکتا اور
خاص طور پر ایسی حالت میں جب اسکے مداحوں کا مقصد
جیسا کہ گوئٹے کے معاملے میں پیش آیا اسکے ذاتی مسائل
میں درخور حاصل کرنا ہو بہر حال اس عبادت میں لوبان
کا جو دھواں اٹھتا ہے صرف اسی کو مصنف کا کارنامہ قرار
دینا مناسب نہیں ۔ گوئٹے نے مختلف ادوار میں چند زبردست
اور غیر معمولی نیز جرات آمیز شخصیتوں مثلاً ہومر۔ ڈانٹے
اور شیکسپیر کی صف میں خود کو شامل کر لیا ہے۔
بہر کیف یہ حضرات اس قسم کے شخصی تجسس اور تحقیق
سے مبرا ہیں لیکن چونکہ گوئٹے کی مصروفیات بے حد
تعجب انگیز تھیں مثلاً وہ شعر کہتے تھے حکومت کا قلمدان
وزارت ان کے سپرد تھا ۔ انھوں نے تھیٹر میں ہدایت کاری
کے فرائض بھی انجام دیئے وہ نقاد بھی تھے اور ان کی
وابستگی سائنس کے ساتھ بھی تھی اسی لئے تحریری طور پر

ان کے بارے میں اتنی تحقیقات عمل میں آئی ھے اور مکالموں کے ذریعے بھی اس سلسلے میں اتنی کثرت سے کام لیا ھوا ھے جسکی مثال تمام عالم ادبیات میں مشکل ھی سے دستیاب ھوگی ان کی نجی زندگی کا دروازہ بھی کھلا ھوا ھے کیونکہ جیسا کہ ٹامس مین نے کہا ھے۔

"اسکول کے لڑکوں کو بھی مشتری کی طرح ان کی داستان معاشقہ حفظ بر زبان ھے"۔

یقیناً زیادہ پائداری اور مستقل مزاجی اس شخص میں ھوتی ھے جو میز کے گرد بیٹھ کر کی جانے والی گفتگو کے دائرے سے نکل کر لوگوں کے چھوٹے سے مگر لاثانی گروہ میں جاکر قدم جما دیتا ھے یہ لوگ لاثانی ھوتے ھیں اور اس میں شک نہیں کہ اپنی زندگی کے اواخر میں گوئٹے نے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اسکے علاوہ وہ عام انسانی سطح سے کہیں زیادہ بلند تھے۔ اس گوشہ نشینی کے اختیار کرنے کا مدعا یہ تھا کہ وہ خود کو سر گرم جماعتوں سے محفوظ رکھ سکیں زمانۂ حال کے نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ھوگا کہ گوئٹے ایسے عظیم شخص کے پہلو میں کتنا زبردست محبت بھرا دل تھا اور ساتھ ھی ساتھ ان میں کس قدر شرمیلا پن بھی تھا۔ ان کو اس بات سے بے اندازہ مسرت حاصل ھوتی تھی کہ ان کے کارنامہ عظیم یعنی فاؤسٹ کو عالم گیر شہرت حاصل ھوچکی تھی اور لوگ اسے اپنے ایوان دل میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ جگہ

دیتے تھے - اپنی پیرانہ سالی کی طرح اپنی جوانی کے زمانے میں گوئٹے نے اپنی زندگی کو زبردست طنز آمیز چھان بین کی نگاہ سے دیکھا تھا لیکن ان کی گرم جوشی ہر وقت برقرار رھتی تھی - نہایت عاجزی اور بردباری کے ساتھ انہوں نے اپنا کارنامہ عظیم اپنے ہم جنسوں کے سامنے ایک ایسے ساتھی کی طرح پیش کیا جس کے دل کا پیمانہ شراب محبت سے لبریز تھا - پہلے ھی منظر میں جب فاؤسٹ واگز کے ساتھ نمودار ھوتا ھے تو وہ خلوص اور صداقت کی قدر و قیمت پر بہت زور دیتا ھے جس کے بغیر کسی قسم کی بھی چالاکی اور ھوشیاری بالکل بیکارشے معلوم ھوتی ھے اور جب گوئٹے اپنی نظموں کے تہدیہ و انتساب کو تصور کے سانچے میں ڈھال کر ایک دیوی کے منہ سے وہ فاؤسٹ کو اس بات پر کہ وہ خود کو فوق الانسان کی حیثیت سے پیش کرتا ھے لعنت ملامت کا نشانہ بنواتے ھیں تو فاؤسٹ دیوی کے سوال کی تہہ میں بھرے ھوے خلوص قلب کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتا ھے :

”نہ اگر مجھ کو آس یہ ھوتی بھائیوں کو وھاں میں لے آتا“

”اتنے جوش وفروش کے ھمراہ راستہ میں نے کیوں تلاش کیا“

گوئٹے کے اندرونی وجود یعنی ان کی دانائی اور ان کی جذباتیت کے راستے ھم کو ان کی فاؤسٹ میں نمایاں طور پر نظر آتے ھیں اور اس میں شک نہیں کہ دنیا کا یہ وہ مبارک ترین الہام تھا جس کے تحت گوئٹے کی ذھانت اور طباعی کے باعث ان کی توجہ اس قدیم کہانی کی جانب مبذول ھوئی -

گوئٹے ابھی صرف چوبیس سال کے تھے کہ انھیں ایک نثری ڈرامے گوئٹز فان برلیچنگن کی تصنیف کے طفیل ساری قوم میں ناموری حاصل ہو گئی۔ اس معاملے پر انہوں نے پہلے ہی بہت کچھ غور و خوض کر رکھا تھا۔ یہ بات ہے ۱۷۷۳ء کی۔ اس وقت ان کی زندگی ایک لحاظ سے کوئی نہ کوئی موڑ اختیار کر چکی تھی حالانکہ آزادی کے سلسلے میں ان کے اس ہیجان انگیز ناٹک کی تصنیف پر قوم نے ایک رہنما کی حیثیت سے نہایت گرم جوشی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا تھا ان کو علم تھا کہ ڈرامے کے لئے باہر سے تاریخی موضوعات کا اختیار کرنا ان کے لئے ایک دوستانہ طریقہ کار نہیں تھا۔ گوئٹے تو ہمیشہ ان طبعی محرکات پر تکیہ کرتے تھے جو ان کے ذاتی نیز قریبی تجربوں کا نتیجہ ہوتے تھے اور جن کی تشکیل ان کے ذاتی مفروضے کی بدولت آفاقی نقطہ خیال سے ہوتی تھی۔ دوسرے عظیم ترین شاعروں کی طرح ان کے تخیل کو کسی ٹھوس چیز کے اپنانے میں کسی قسم کا حجاب نہیں محسوس ہوتا تھا۔ حقیقی زندگی کے تصورات کے آواز دینے پر انکے تخیلات فوراً چوکڑیاں بھرتے چلے آتے تھے۔ ان تصورات میں ان کے احساسات کا اظہار اتنی شدت کے ساتھ ہوتا تھا کہ ان کو فوراً انسانوں کے دلوں میں جگہ حاصل ہوجاتی تھی شیکسپیر ہیملٹ کے لئے ایک نظر مستعار لے سکتا تھا لیکن دل پر براہ راست اثر کرنے والے تصورات کی تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

پیشتر اسکے کہ ہو جائیں پرانے اسکے جوتے
پاوں میں جن کو پہن کر
ہم قدم ہوتی تھی
میرے بیکس والد مرحوم کے لاشے کے ساتھ

لیکن یہ سطور اس جلتی ہوئی محبت سے نکلتی تھیں جو اس کو سادہ ترین اشیاء کے ساتھ تھی یہی حال گوئٹے کا بھی ہے ڈڈا - کوڑا بھرنے کا برتن تختہ اور محض پرندوں کی جھالروں سے بھی اس کی شاعری کو دلی تقویت پہونچتی ہے۔

مشہور و معروف ناول نگار اور نقاد ٹامس مین کا ایک قول اور بھی زیادہ قابل ذکر ہے اس نقاد نے گوئٹے کے بارے میں لکھا ہے کہ گوئٹے بذات خود اس حقیقت کی ایک مثال ہیں کہ انتہائی خالص سادگی یا بھولا پن اور زبردست عقل و ادراک یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ دست بدست چل سکتی ہیں کسی بھی کلاسکی تصنیف کے لئے یہ ایک نہایت نفیس نسخہ ہے۔ ایسی چیز بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اپنی جوانی کی تمام نزاکتوں اور ولولوں کے ساتھ گوئٹے میں وضاحت رائے کا غیر معمولی ملکہ بہت جلد نمایاں ہوگیا تھا - ان کے عظیم ترین موضوع کے لحاظ سے ان کی پختگی وسعت میں چار گنا بڑھ گئی تھی - جرمنی میں جس متغزلانہ شاعری کا علم لوگوں کو تھا اس پر گوئٹے کو بڑا اچھا عبور حاصل تھا شروع شروع میں جنسی معاشقوں کے متعلق جو تصادم پیش آئے

ان کے تحت انہیں عشق و محبت کی اخلاقی ذمہ داریوں کے مقابلے پر آنا پڑا ۔

ان کو محسوس ہونے لگا تھا کہ جس انسان میں علم و فضل زیادہ ہوتا ہے اس میں نخوت کی بو آنے لگتی ہے ۔ اور آخر میں تو انھوں نے خود کو اس دعوت مقابلہ کے لئے جو انہیں اسرار زندگی کے سلسلے میں موصول ہوئی تھی۔ کمال توجہ کے ساتھ سپرد کر دیا تھا ۔ ہمیں معلوم ہے کہ دل و دماغ میں متعدد قسم کے قصوں کو اپنے ارمانوں اور عقیدوں کی ممکن شکل دینے کے خیال سے وہ ان پر غور کیا کرتے تھے لیکن جہاں تک فاؤسٹ کے قصے کا تعلق ہے اس میں انکے تخیل نے واضح طور پر ایک نمایاں شکل اختیار کرلی تھی ان کی جواں سال ذہانت کا پتہ ان کی اس مستقل مزاجی سے ملتا ہے جس کی بدولت انھوں نے اپنی داستان کا ڈھانچا دوبارہ بدل دیا ۔

جب ۱۵۸۷ء میں فاؤسٹ کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اس سے اعلیٰ درجہ کے طباعت کرنے والے کا سکہ ہر طرف بیٹھ گیا کتاب کی اشاعت سے بڑا ہیجان بڑا تلاطم اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس میں واقعہ اور افسانہ دونوں چیزیں مشترک تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے کے فاؤسٹ کا ذکر جس کا کوئی حقیقی وجود نہ تھا اور جس نے پرواز کے مظاہرے میں اپنی جان گنوادی تھی سائمن کی روایت میں سنائی دیتا ہوا ملتا ہے فاؤسٹ کا کام دوبارہ ایک عامل

جادوگر نے اختیار کیا جس کی ذات سے بڑے ہیجان انگیز عجائبات ظہور پذیر ہوئے اور جو زیادہ شرمناک طور پر ۱۵۳۷ء میں لقمہ" اجل ہوا لطف یہ ہے کہ یہی شخص فاؤسٹ کی کتاب کا جزو اعظم یعنی ہیرو ہے جو اس کی وفات سے پچاس سال بعد شائع ہوئی تھی - ۱۵۸۷ء کی شائع شدہ کتاب گوئٹے کی نظر سے نہیں گزری لیکن شیکسپیر کے ہمعصر مارلو کی نظر بہت جلد اس پر پڑگئی اور شاید اسکا ترجمہ ہونے کے قبل ہی اس نے اسکو اپنا لیا - انگریزی زبان میں فاؤسٹ کے پڑھنے والوں کے لئے یہ داستان ایک خاص دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہوگئی اور سترویں صدی کی ابتدا میں جن لوگوں نے جرمنی میں ڈرامے کا خاص طور پر اہتمام کیا - ان میں انگریز اداکار حصہ لیتے تھے - یہ لوگ مارلو کا تصنیف کردہ ڈرامہ اپنے ہمراہ لے گئے تھے - امتداد وقت کے زیر اثر یہ ناٹک خاموش یا متکلم تماشا کی حیثیت سے اسٹیج پر آیا کٹ پتلی والے تھیٹر نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور کٹ پتلی کے فاؤسٹ کو دیکھ کر سب سے پہلے گوئٹے کے دل میں شعلہ ٔ اشتیاق بھڑکا - یہ وہ زمانہ تھا جب گوئٹے فرینک فرٹ میں رہتے تھے اور ابھی محض طفل نوآمیز ہی تھے -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوئٹے نے مقبول عام کتاب فاؤسٹ کے بعد والی ایک اور تصنیف کے سلسلے میں قدم اٹھایا اس کی بنیادی خصوصیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا

ہے جو قصے میں شامل اور ان سے مزید ملتی جلتی یا آن افسانی باتوں میں موجود تھا جو گوئٹے کے دماغ میں جاگزیں تھیں اس کے خاص خاص سرے واضح ہیں ۔ ہمارے زمانے کی طرح تشکیک و تشکک کے زمانے میں جو لوگ دین و ایمان میں یقین رکھتے تھے وہ روایتوں سے پیدا شدہ رکاوٹوں کو ذرا بھی برداشت نہ کرتے تھے اور انہوں نے اپنی مبہم اشتہا کی آسودگی کا ڈھنگ ان مخفی قوتوں کے طریق حصول سے نکال لیا تھا جو مستند نظریہ پرست اشخاص کے دائرۂ معلومات سے کہیں زیادہ آگے تھا ۔ یہ وہ تحریک تھی جس کا احساس گوئٹے کو جن کے لئے محرومیاں ہمیشہ وبال جان رہیں ۔ روشن خیالی کے زمانے میں ہوا اور بالکل ایسا ہی احساس فاؤسٹ کے دور نشاۃالثانیہ کے درمیان برافروختگی کے زمانے میں ہوا تھا ۔

بیس سال کی عمر میں گوئٹے کو بیماری اور کمزوری کے باعث لیپزگ کی پڑھائی حوصلہ شکن ثابت ہوئی اور اسی لئے انہوں نے پلٹ کر پھر وطن کی راہ لی اور یہی وہ زمانہ تھا جب ان کی کچھ توجہ الکیمیا تیز سیاہ جادو کی طرف مبذول ہوئی ۔ اسی زمانے میں ان کے ایک خاندانی دوست فرالیں فان کلیشن برگ کے ذہنی تاثرات نے ان کے دل میں یہ بات بٹھادی تھی کہ زندگی کے مقدس سفر میں بدی کا پیش آنا لازمی ہے اور اس میں شک نہیں کہ گوئٹے نے فاؤسٹ کے مقدر کو ان روحانی قدروں سے معمور کر دیا جو

گناہ و بسزا کی قدیم دقیانوسی لغویتوں سے بہت دور تھیں۔ ان کی فراست بڑی تیزی کے ساتھ پختہ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف ان میں مضحکہ و طنز کا سریع عنصر بھی برقرار رہا اور جیسا کہ آگے چل کر بھی پتہ چلتا ہے یہ عنصر ان کی زندگی میں برابر قائم رہا۔ یہ مضبوط قوت ارادی والے ایک گریجویٹ تھے اور پروفیسروں پر اسطرح آوازہ کشی کر بیٹھتے جسطرح انہوں نے فاؤسٹ کی اوّلین خود کلامی کے دوران کی ہے اور اس سے بھی زیادہ خود کلامی انہوں نے اس مکالمے میں اختیار کی ہے جو فریشمین اور ڈاکٹر مفسٹوفلیس کے درمیان ہوا تھا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ پھر انہیں نو عمر گوئٹے نے اتنی دیرپا اور عمیق فراست کے ساتھ کام لے کر اظہار فضیلت کے خیال کو بےنقاب بھی کردیا ہے۔ للکار بھرے جن الفاظ میں ان ایسے نوجوانوں نے دنیا کو تحقیر کا نشانہ بنایا ہے ان میں ان کے شیطان کی طعنہ زنی کا انداز معلوم ہوتا ہے۔ فاؤسٹ کی ذات میں بھی شک اور گمان کی نیت سنجیدہ اور بالغ ہے اور یہ کیفیت ان حالات میں نہیں ہوتی جب اس کو تلخی کے لئے اکسایا جاتا ہے بہر حال چونکہ فاؤسٹ اور گوئٹے کا خالق ان دونوں کے بمقابلہ نسبتاً زیادہ عظیم ہے اسلئے گوئٹے کو مفسٹوفلیس کے بمقابلہ گوئٹے سے زیادہ متشابہ نہیں کرنا چاہئے۔ گوئٹے جذباتی قسم کے انسان تھے ان میں بردباری اور انکسار کی خو تھی اور خود ضبطی کا مادہ بھی ان میں کچھ اسی قسم کا تھا جسکا اظہار زیادہ حدتک وہ ان ہیروں (خاص

کرداروں) کے سامنے نہیں کرتے تھے جن کا تعلق صیغہ ذکور سے تھا۔ گوئٹے سمجھتے تھے کہ زعم اور خودآرائی کا شمار فاؤسٹ کے عیبوں میں داخل ہے فاؤسٹ صرف زبردست ارضی روح سے یہ نہیں کہتا تھا۔ کہ میں ہر لحاظ سے تیرا ہم پلہ ہوں کیونکہ میرا نام فاؤسٹ ہے۔

لیکن وہ اپنی ساری ڈانٹ پھٹکار کو بھول جاتا ہے اور پھر آگے چل کر روح (اسپرٹ) کی طاقت کا دعویدار ہوتا ہے اس کے مزاج میں خودآرائی ہے اور وہ مارگیرٹا کی قابل تعریف سادگی کو ضرب پہونچاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ قصوروار قرار پاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حصول اقتدار کی بیتابانہ تلاش کی دھن فاؤسٹ کے دماغ میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ جو کچھ پہلے کرتا دھرتا ہے بعد میں اسکو بہت بڑی حدتک ملیامیٹ بھی کر دیتا ہے لیکن خود گوئٹے میں انسانی دسترس سے باہر جاکر بھی تکمیل کار کا جو حد سے زیادہ حوصلہ موجود تھا اس کا ردعمل ایک ناقابل تسخیر جرآت سے ہو جاتا تھا جس کو ہر قسم کے سکون پذیر جذبے میں کمزوری نظر آتی تھی۔ گوئٹے حرکت باعمل کی احتیاج کو حد درجہ زیادہ ممتاز مذہبی منزلت سمجھتے ہیں۔ دوران مطالعہ جب فاؤسٹ منٹ جان کے الفاظ کی نظر ثانی کے لئے نہایت مستعدی اور ایمانداری کے ساتھ قول فیصل صادر کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اس میں جس چیز کو بہت

بڑھ چڑھ کر قدر و فزلت دی جاتی ہے وہ عہد ناسے کو
دی جاتی ہے - مفسٹوفلیس کے ساتھ اپنے عہد و پیمان میں
فاؤسٹ کو اسی حالت میں واقعی مردود سمجھنا چاہئے اگر
شیطان اسکو حرص داز میں گرفتار کر کے سوقیانہ قسم کے
اطمینان اور آسودگی کی زنجیر میں جکڑ دیتا ہے اور کہتا ہے -

جو وقت گریزاں سے یہ میں کہوں

حسین تو ہے لے تو توقت سے کام

اس تحریص و ترغیب میں مغنی کی طرف مائل ہونے والے
مفسٹوفلیس کو اپنے مقصد حیات میں کبھی کامیابی نہیں حاصل
ہوسکتی - اور ٹسٹامنٹ (عہدنامے) کے زیر عنوان انکی ایک
نظم میں خود گوئٹے کا ایمان چیخ اٹھتا ہے --

صرف باراور شے کو آپ سچائی کہیں -

فاؤسٹ کے پہلے حصے کی داستان اگرچہ بڑی پائیدار اور
شہرہ آفاق داستان ہے مگر ڈرامے کی حیثیت میں اسکی ہیئت
کے لحاظ سے اس میں کوئی غیررسمی پہلو نہیں نظر آتا -
فاؤسٹ کے دماغ میں جو کشمکش جاری و ساری نظر آتی ہے
اپنی زندگی پر اسکی محنت گیرانہ تنقید سے ہمیں جو سابقہ پڑتا
ہے اس سے اسٹیج کے بمقابلہ قارئین کے لئے بڑی دلچسپ
تقریریں سننے میں آتی ہیں - اس میں ڈرامے کے لئے ایک
خاص پرداز ایک خاص اٹھان اختیار کرنا پڑتا ہے - جہاں
تک تھیٹر کا تعلق ہے خود گوئٹے کی نظر میں اپنے شاہکار
کی کامیابی بہت مشکوک تھی اور اسی لئے یہ ثابت کرنا

زیادہ آسان ہے کہ اسٹیج کے بمقابلہ وہ ایک بڑی ڈرامائی نظم پیش کرنے کا ارادہ کر رہے تھے مثلاً شاعر تفصیل کے ساتھ یہ بات زیادہ بیان نہیں کرنا چاہتا کہ ریلنٹائن کی موت اور وال پر جس کی رات کے درمیان ایک سال کی مدت گزر چکی ہے اور نہ اسکو کرداروں کا، منظریات کا یا ڈرامے کے اداکاروں کا تفصیلی ذکر پسند ہے۔ ایک بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ عوام الناس کے سامنے عظیم حصہ اول کا کوئی تماشا اسوقت تک پیش نہیں کیا جاسکا جب تک گوئٹے اپنی عمر کے اسی ویں سال میں نہیں پہونچ گئے۔ وائمر میں اسی اسی ویں جنم دن کے موقع پر ایک مزید کھیل پیش ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ جامع اور بھرپور تربیت کا سہرا خود گوئٹے کے سر تھا۔

بعد کی جن نسلوں کی پرداخت گونوڈ کے ایک خلاصے پر ہوئی تھی ان کو یہ بات یاد رہنا چاہئے کہ گوئٹے کی خاص اداکارہ دراصل انسان کی مصیبت زدہ وہ روح ہے جو ہم سب میں پائی جاتی ہے اور جو ہمارے پراسرار طریقے کے لئے جستجویانہ دوا دوش کے سلسلے میں جرات تلاش کرتی ہے اور اس کا جواب اس مقام پر طلب کرتی ہے جہاں جواب آسانی کے ساتھ سننے میں نہیں آتا بہر حال کچھ بھی ہو اس چیستان کا نقطۂ معراج حاصل ہوتا ہے تو گریٹشن کی تازہ دم نرمی کے طفیل حاصل ہوتا ہے اور یہی وہ موضوع ہے جس میں نو عمر گوئٹے بیشتر اپنے داخلی تجربے کی دلپذیر حقیقت میں اپنے یقین و ایمان کا ثبوت بہم پہونچاتا ہے۔

اس مقام پر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آن پڑھنے والوں کے لئے جن کو اس میں دلچسپی حاصل ہو اس عظیم الشان کارنامے کی فنکارانہ ترقی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جائے لیکن جن لوگوں کو ادب کے نقطہ خیال سے اس قسم کی ابتدائی تصنیف سے کوئی دلچسپی نہ ہو وہ اُسے چھوڑ کرنا پانچویں سیکشن کی توجہ مبذول کرنا پسند فرمائیں تو خوب ہو ۔

گوئٹے کا شوق شروع میں قدیم قصے کے ایک پہلو کی طرف راغب ہوگیا تھا جسے فاؤسٹ نے ٹرائے کی حسینہ کو جادو کے زور سے جگایا تھا اور نیک خصالی کے اس نمونے سے اسکے دماغ میں ایسی تقلیب ہیئت ہوگئی جس سے معلوم ہوا کہ یونانی حسن و فن (یونانی جمالیات) حقیقت کے قالب میں ڈھل گیا ہے ۔ حالانکہ ایک قدیم روایت کے مطابق صاف بیانی سے کام لے کر اس کے سوا اس کا اورکوئی مقصد نہ تھا اسکے توسل سے خط نفسانی کی کوئی صورت پیدا ہوجائے ہیلن کا یہ تصور گوئٹے کے خیالات میں برابر جاری رہا اور اس کے بعد وہ فاؤسٹ کے دوسرے حصے میں جمالیاتی اہمیت کے ساتھ نمودار ہوئی لیکن اس جوان سال شاعر کی تصنیف کے حصہ اول میں اس کی سادہ مزاجی اور بیوفائی کی شکار گریٹشن نے اُس کے شاہکار کو صوری شکل دینے کے لئے اور باقی تمام مبالغہ آمیز چیزوں کو اُس کے دماغ سے خارج کردیا ۔ احساس کی جس گہرائی پر ان کا دارومدار تھا اس کا تعلق اس ابتدائی معاشقے سے تھا اسے

وہ کبھی فراموش نہ کرسکے۔ گوئٹے کے لڑکپن میں واقعی ایک گریٹشن کا وجود تھا اس زمانے میں اس دیہاتی لڑکی کے ساتھہ ایک ناگوار سڈبھیڑ ہوگئی تھی جس کی شیریں فطرت اردگرد کے خراب ماحول سے برباد ہوچکی تھی۔ اور اسٹراس برگ کے قریب سسنیھم میں رہنے والے ایک پادری کی لڑکی فریڈرک برائن کی والہانہ محبت اور پھر اسی کی جدائی کے عالم میں ان کا ضمیر بالغ ہوگیا تھا۔ اس موقع پر گوئٹے نے کہا تھا :

سیکھنے سے مجھ کو فوراً آگیا
ارتکاب جرم ہوتا تھا جسے

گوئٹے نے فاؤسٹ کا پہلا مسودہ ۱۷۷۳ء سے لے کر ۱۷۷۵ء کے زمانے میں قلمبند کیا اس میں گریٹشن کی تمام داستان اور اسکے ساتھ ھی فاؤسٹ کے پہلے لفظ فریش مین ینزآیور باش کے سیلر یعنی تہ خانے۔ ان سب باتوں کا بھی ذکر تھا۔ ۱۷۷۵ء میں یہ اصلی نسخہ گوئٹے بمقام وائمر لے گئے لیکن گیارہ سال کے عرصے میں جب تک قلمدان وزارت ان کے پاس رہا۔ یہ نسخہ اٹھا کر طاق پر رکھ دیا گیا اور مکمل حصہ اول کے اختتام تک پہونچنے کے لئے دو مزید مدتوں کی ضرورت پیش آئی۔

جب ۱۷۸۶ء میں گوئٹے وائمر سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے پھر دوبارہ اس کام کی طرف توجہ کی اور بعد کے چار سالوں کے درمیان اس میں کچھ اضافے اور ہوے جن

میں فاؤسٹ کے کچھ مطالبات مفسٹوفلیس کے نام ہیں اس
میں زیادہ تر یہ کارنامے شامل ہیں۔ فاؤسٹ اور غار کا بیشتر
نیز جادوگرنی کے باورچی خانے کا سارا مواد شامل تھا۔
آخری تصنیف اطالیہ میں لکھی گئی اس زمانے میں گوئٹے
نے وائمر کی افلاس زدہ ریاست کے نظم و نسق سے کئی سال
وابستہ رہنے کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کرلی تھی اور
جو صاف صاف اعتراف انہوں نے اپنے نیک نفس ڈیوک کارل
آگسٹ کے سامنے کیا تھا اس سے یہ ظاہر ہے کہ عیاشی
اور اوباشی کا مشغلہ بڑی بے دردی کے ساتھ روم میں علانیہ
طور پر نظر آرہا تھا جسکا خاکہ مفسٹوفلیس کے تحت اپنے
تاثرات کی ذیل میں اسقدر شدیہ طنزیہ انداز میں کھینچا ہے۔
۱۷۹۷ سے ۱۸۰۱ء تک کے عرصے میں انہیں تیسری مرتبہ
موقع ملا اس زمانے میں انکو شلر کی طرف سے حوصلہ افزائی
مل رہی تھی۔ گوئٹے نے اس عظیم خلا کو پر کیا جو ان
کے خیال میں واگز کے اخراج اور فریشمین والے منظر کے
درمیان واقع تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس
میں السیٹرن ڈان اور الیٹرن ڈے۔ پر اسرار پوڈل فیز دیگر
اور مفسٹوفلیس کے درمیان پیش آنے والے مناظر قلمبند کئے تھے
اسکے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا اضافہ ہوا مثلاً تھدیہ
تھیٹر کے آغاز کی تمہید۔ افتتاحیہ۔ وال پر جس کی رات یا
جادوگرنی کی دعوت ۱۸۰۸ء میں اشاعت کے لئے جو آخری
حصے لکھے گئے اس میں صدائے اختتام شامل تھی ایسا معلوم
ہوتا ہے گویا یہ بے چاری مارگریٹا کی صدائے بازگشت ہے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی کہ زجرو تو بیخ میں جلدبازی اور ترش روئی کو جو کہن سالی کے بجاے زمانہ جوانی کا عطیہ ہوتی ہیں ہم اس کی جذباتی کمزوری کے خاتمے کی علامت سمجھہ بیٹھیں - گوئٹے پرامید ہونے کے خیال سے اس نیت کے ساتھ کام نہیں کر رہے تھے کہ اختتام خوشگوار ہوگا شروع سے آخرتک مایوسی کی گہرائیوں کا سامنا ان سے زیادہ کوئی نہیں کرسکتا تھا اگرچہ ان کو معلوم تھا کہ مسرت میں بھی کتنی رفعت کتنی بلندی ہوتی ہے - ذرا بیتے دنوں کی طرف نظر ڈالئے جب وہ ساٹھ سال کے ہوگئے تھے اپنی تصنیف ورتھر اور نوجوان فاؤسٹ کی تصنیف کے موقع پر انہوں نے اپنے مرحوم دوست زلٹر کے نام بڑی صدق دلی سے لکھا تھا ”جب میں نے عزم اور کوشش کے ساتھ موت سے جان بچانا چاہی تو مجھ پر کیا گزری اور اس کے بعد بھی کسطرح مجھے کتنی مرتبہ جان توڑ کر اور دشواری کے ساتھ ہاتھ پاوں مار کر عظیم تباہی سے اپنی جان بچانا پڑی ہے“ - الیسٹر کے طلوع ہونے پر فاؤسٹ کو جو مایوسی ہوئی ہے اس پر گوئٹے کے خط میں بڑی اہم روشنی ڈالی گئی ہے مگر واقعی گوئٹے کے لئے جرات مندی کا یہ اظہار عین ایک فطری سعادت تھی کہ اسکے زیراثر انکو آخردم تک کبھی ایسی بے آہسنگیوں کا یقین نہیں آیا جن کی گھتیاں سلجھ ہی نہیں سکیں -

تیسری بار انہیں جو شدید تریں فنکارانہ مشقت کرنا پڑی

وہ یہ تھی کہ ناٹک کے خاتمے پر قید خانے کے منظر کو نثر سے نظم میں تبدیل کرنا پڑا - آیورباش کے تہہ خانے میں شراب کا منظر اسی طرح پیش کیا گیا ھے اور ناٹک کے آخر میں جو دل دوز سادگی دیکھنے میں آتی ھے اسکے ساتھ شراب نوشوں کی ھو حق سے بھری ھوئی بدتمیزی کا مقابلہ کیا گیا ھے اس سے پتہ چلتا ھے کہ ھمارے شاعر گوئٹے کو اپنے فن میں کسقدر پختگی حاصل ھوئی ھے۔ انکو اپنے فن پر کامل عبور ھے -

گوئٹے کی نظم میں بلا کی روانی ھے اور اس روانی کا رخ نہایت خوبصورتی کے ساتھ انکے تخیل کی طرف رھتا ھے اصل یہ ھے کہ متغزلانہ انداز میں شعر کہنے والا ان سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی اور شاعر جرمنی میں آج تک پیدا ھی نہیں ھوا - اور سچ پوچھئے تو وھی جرمنی کے عظیم ترین انسان بھی تھے با ایں ھمہ یہ بھی کہنا پڑتا ھے کہ ان کی نظم میں جو تسلسل اور روانی ھے اسکے سامنے انکا متغزلانہ انداز کا کلام بھی نہیں بھڑتا - بعض مرتبہ وہ اپنی سادگی اور اپنی بلند موسیقیت کے لحاظ سے کلاسیکی حیثیت کے مالک ھوتے ھیں لیکن دوسری جانب بعض حالتوں میں اشعار کی روانی میں رومانی جذبات کی پٹ سے پینگوں کے سے مزے ملنے لگتے ھیں - سنجیدہ نثر میں ترجمہ جو مثلاً اسپرٹ کی روانی سے ادا ھوتا ھے گوئٹے کے حدود سخن سے خارج ھوتا ھے اس کو ان کے اقلیم سخن میں قدم رکھنے کی

اجازت ہی نہیں کیونکہ ان کی نظم میں تو سحر طرازیاں ہی سحر طرازیاں فردوس گوش ہوتی ہیں - بخلاف اسکے سینکڑوں اشعار ایسے بھی ہیں جن کو گوئٹے کے تخیلات سے توانائی عطا ہوتی ہے - لطف یہ کہ اپنے کلام میں کسی قسم کی رنگارنگی پیدا کرنے کیلئے ان کے دل میں خواهش ہی نہیں پیدا ہوتی وہ ابنے اشعار کو سوقیانہ خواہشات سے کبھی متحرک نہیں کرتے - کہا جاسکتا ہے کہ مارگیرٹا جو تقریر کرتی ہے اس میں بڑا زور ہوتا ہے - اس میں کمال درجہ سادگی ہوتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس معاملے میں کوئی اسکا ثانی نہیں - اس کی تقریر کا ترجمہ کرنے سے مترجم بھی گبھرا اٹھتا ہے - اسکو اندیشہ ہوتا ہے کہ اصل مفہوم کو ادا کرنے میں کہیں مسلسل رکاکت کا پہلو نہ ابھر آے اور مفسٹوفلیس جب بولتا ہے تو بڑے دھڑے کے ساتھہ - اسکی بول چال عام ہوتی ہے - اسکی تقریر با محاورہ ہوتی ہے اور یہ تو وہ خود خداے کریم کے سامنے اپنی بے باکانہ معذرت خواہی میں خود بھی کہتا ہے - ہر شخص کو ترجموں کی معذرت خواہی کا ڈھنگ بالعموم اجیرن معلوم ہونے لگتا ہے - لیکن جو پڑھنے والے انگریزی سے واقف ہوں وہ اگر اپنا حافظہ کام میں لاتے رہیں اور یہ دو باتیں یاد رکھیں تو ان کو گوئٹے کے کلام سے بہت زیادہ خط حاصل ہو -

پہلی بات تو یہ ہے کہ جرمن زبان میں انگریزی زبان کے بمقابلہ سادگی اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے اور دوسری بات

یہ ہے کہ گوئٹے کو زبان کے اس قدیم اسلوب میں جو حال ہی میں کچھہ دنوں سے نظرانداز کیا جارہا ہے محاکمانہ طور پر غیر معمولی استعداد حاصل ہے - یہ نظم کا وہ اسلوب ہے جس میں بلا کی سہسل پسندی ہے اور جو شستگی سے عاری ہوتا ہے۔ اس قسم کے اشعار میں انگریزی زبان کے ھوڈی براس کی طرح چار مقامات پر زور دینا پڑتا ہے اگر کوئی پڑھنے والا حیرت زدگی میں یہ دریافت کر بیٹھے کہ گوئٹے ایسے فنکار نے بھی تک بندی سے کام لیا ہے تو اس سوال کا جواب اثبات ہی میں دیا جاسکے گا اور وہ جواب یہ ہوگا کہ گوئٹے صرف تک بندی ہی نہیں کرتے تھے وہ تو اسکے رسیا بھی تھے - جرمنی میں یہ طرز انشاپردازی ینہٹیلور کے نام سے مشہور ہے - گوئٹے نے قدیم سادہ گو شاعروں اور خاص طور پر ہینزسیکس کے انداز سخن کو دوبارہ تازہ کیا ہے لیکن یہ بھی ایک بڑی دلچسپ بات ہے کہ ان کی شفیق ماں جن کے وہ تہہ دل سے پرستار تھے۔ ان روایات سے واقف تھیں اور وہ اپنے خطوط میں برابر ینہٹیلور کے طرز تحریر کو استعمال میں لاتی تھیں - ان کے فرزند کی ذکاوت اور طباعی کے سبب سے ان کی زبان کو بذلہ سنجی کا جدید اور نہایت لچکدار آلہ کار بنادیا -

گوئٹے کو پہلے ہی سے واضح طور پر یہ معلوم تھا۔ ایک ایسی عظیم مرتبت شاعری صفحہ وجود بر زینت فروز ہے جس کے لئے یہ لازمی ہے کہ بیت کے ساتھہ سرمستی کا ادغام ہو جس میں روانی اور تناسب کے ساتھہ ان کا جواز

موجود ہو اور جو من کے ساتھہ بھی ممزوج اور منسلک ہو لیکن اس کے علاوہ ایک قسم کی شاعری اور بھی ہے جس میں جذبہ و احساس کے بجائے عقل و فہم کا عنصر زیادہ غالب ہو جس میں تناسب اور روانی ضروری ہو اور اس کا ہونا برحق بھی ہو تاکہ ایسا کرنے سے جو شگفتگی پیدا ہو اسی سے تاثر میں آبھار پیدا ہو۔ اسی لئے جن جن مقامات پر شاعری اس انداز سے لب کشا ہوتی ہے۔ محاوروں کا استعمال لازمی طور پر حسن سے محروم ہوجاتا ہے۔ ایک مقام پر کہا گیا ہے۔

"میرے محترم بزرگ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ دوسروں کی طرح معاملات پر نظر ڈالتے تو ہیں لیکن ہم لوگ جو اپنے تفکرات میں زیادہ مکاری سے کام لیتے ہیں ان کو اپنی مسرتوں کا لطف ان کے مرجھا جانے کے پیشتر ہی حاصل ہوجانا چاہئے۔" (نثر ترجمہ)

ملٹن کے الفاظ میں شاعری کو سادہ۔ سلیس۔ محسوساتی اور جذباتی ہونا چاہئے۔ مناسب ہے کہ ساری نظم تیج پات کے عرق کی طرح رقیق ہو یعنی یہ کہ یہ مندرجہ بالا جزو صفات کی کسوٹی پر پورا اترے۔ گوئٹے نے خوش قسمتی سے ہمارے انسانی مفاد کے حق میں ہر وقت جذبات کی بلندیوں پر قیام کرنے کا عذرلنگ کبھی پیش نہیں کیا۔ اور اسی قسم کے اشعار جہاں ایک طرف صحت آور ہوتے ہیں تو دوسری طرف ان سے انقباض کی صورت بھی پیدا

هوجاتی ہے اور میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے اشعار کا نزول شیطان کی ذات سے ہوتا ہے ۔

بات بات میں ناک چڑھانا ہی صرف گناہ ہے ۔ یہ الفاظ کہنے میں تو بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں لیکن در حقیقت ان کے معنی میں بڑی گہرائی ہے ۔ یہ بھی تو غور کرنا چاہئے کہ گوئٹے نے جس شیطان کا ذکر کیا ہے اصل میں وہ ہے کیاچیز ۔ دنیا نے سب سے زیادہ دل میں بیٹھ جانے والی شیطان کی جو تشبیہ کھینچی ہے ۔ شیطان بالکل ویسا ہی ہے اور اس کی ذہانت کی کلیدی یادداشت ہے ۔ بات بات میں ناک چڑھانا زجرو ملامت کرنا اور منفی نظریہ اختیار کرنا ہمارے نوجوان شاعر گوئٹے نے ہماری زندگی کی بنیادی حماقت کا جو مدلل اور مضبوط جائزہ لیا ہے اس کی بنا پر مفسٹوفلیس کو بارآوری اور سرسبزی و شادابی میسر آتی ہے ۔ ایرک اشمڈٹ اور گیورگ ڈٹکا وسکی نے بتایا ہے کہ گوئٹے جب بھی کوئی عامیانہ یا غیر ملکی لفظ استعمال کرتے ہیں تو انکا یہ انداز بیان اس بنیادی طریقہ کار کا جزو ہوتا ہے جس کے ذریعہ تذلیل اور تحقیر کی روش اختیار کی جاتی ہے ۔ وہ کل کے بمقابلہ زمانہ حال کے آج زیادہ قائل ہیں اگر آجکل ٹائپ کی مشینوں پر کام کرنے والی لڑکیوں کو پتہ چل جاتا ہے تو اپنی پوشیدہ برہمی کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہیں کہ دفتر میں اگر کوئی توہین آمیز لفظ استعمال ہوتا ہے تو گھما پھرا کر اسکو فوراً فحش گوئی کے معانی پہنا دئے جاتے ہیں ۔ ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ شیطان نے ایک قدیم خطاب کے تحت موجودہ سرگرمیاں اختیار کر رکھی ہیں کیونکہ تاریخی زمانے کے قبل دنیا میں شیطانی حرکات کی جڑ بنیاد بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسی منجیق ہوتی ہے اور بھدے طور پر اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کسی پر کیچڑ اچھالنا یا خاک ڈالنا ۔ اب اگر دفتر والے اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو ان کو یہ بات سمجھنے کے لئے کچھ توقف سے کام لینا چاہئے کہ مفسٹوفلیس خود ہی اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ انسان خود کو ہمزاد کی حیثیت سے ختم کرکے کسی صورت سے بھی بہتر حالت میں نہیں آتا ۔ مفسٹوفلیس نے دو بار جنبش کا براہ راست تضحیک آمیز خاکہ اڑایا ہے ۔ اس نے ایک مرتبہ تو جنس کی روحانی تمنا کی شدت اختیار کرنے پر طنز کی ہے اور دوسری مرتبہ اس جذبے کی تحریص اور ترغیب کا مذاق اڑایا ہے جسے نفس پرستی کہتے ہیں ۔ اگرچہ کسی بڑے آدمی میں ظرافت کا عظیم احساس ہونا کوئی خاص تعجب کی بات نہیں ہے لیکن ساتھ ہی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وایمر کے سنت کو محض اہل قلم ہونے کے باعث اتنا بلند مرتبہ حاصل ہوجائے وہ اپنا مذاق خود اڑا سکتے ہیں وہ اپنے شاہکار کو مخلوط کہتے ہیں انہوں نے اپنے تخلیق کے دیو پر نگاہ کی جو آتشداں کے پیچھے پھول کر کھڑا ہو جاتا تھا ۔ اسی لئے انہوں نے شعر کو لکھا تھا کہ جس شیطان کو تصور میں لاتا ہوں وہ بڑی ہیبتناک شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن وہ تو اس سے بھی زیادہ

خرابی کا موجب تھا اور بشرطیکہ پرنگولا کے چوتڑوں پر
اس بوالعجبی کے علاوہ ایک سنجیدہ حاشیہ آرائی کی اجازت
دے دی جاتی تو یہ ثابت بھی کیا جا سکتا تھا ۔ اس میں
سوال پیدا ہو جاتا ھے ۔ تنقیدی قدر و قیمت کے اندازے اور
اسطرح کم از کم اس حاشیہ آرائی سے نجات مل جاتی ھے
جو کتاب کی پشت پر درج ھے ۔ سر ریونک امپ کے
بارے میں جو اشعار درج ھیں ان کے بارے میں یہ جاننا
ضروری ھے کہ نکولائی ایسے نقاد نے جس کی نظر میں
خود اسکی بڑی اھمیت تھی اور جس کے دل میں مافوق الفطرت
وجودوں کے نام سے نفرت کا شدید جذبہ تھا ۔ جیسا کہ
آف کلا رنگ کے نا بالغ پیغمبر کے معاملے میں مناسب
تھا ۔ گوئٹے پر بڑا سخت حملہ کیا تھا اور اسکا
نتیجہ یہ نکلا کہ نکولائی خود اسی مرض میں
مبتلا ھو گئے جس میں انھیں خیالی بھوت پریت دکھائی دینے
لگے ۔ اس پر نکولائی نے اپنا علاج خود تجویز کیا اور
بڑی دیانت‌داری کے ساتھ اس کی اشاعت بھی کردی یعنی
یہ کہ ان کی پیٹھ پر جونکیں لگائی جائیں ۔ یہ تنقید گوئٹے
کے حق میں حد سے زیادہ درست ثابت ھوئی لیکن ایک
سنجیدہ طبیعت رکھنے والا قاری یہ دریافت کر سکتا ھے
کہ آخر گوئٹے نے ایسی باتوں کو اپنے کارناموں میں
شامل کیسے کرلیا ۔ اصل یہ ھے کہ بردکن یا کوہ برز
پر جھاں گوئٹے نے اپنی جادوگرنیوں کی والپرگس رالی
بدمستیوں کا نظارہ پیش کیا تھا وھمی بھوتوں پریتوں کے

خیال سے گوئٹے کو شیطانی مکالموں کے دوران ایک بہت
بڑے پیمانہ پر کام کرنے کیلئے آمادہ کردیا تھا - جس میں
ایک شیطانی دربار کا انعقاد بھی شامل تھا - اس عالم میں
چنگاریاں اُڑانے والے اشعار او پیرا کے دونوں حصوں کے
درمیان عجیب و غریب نغموں کی دھن میں منسلک تھے -
ابتدا میں انکا ایک اور یہی کتاب میں شائع کرنے کا ارادہ
تھا - خیال تھا کہ اس کتاب میں اس طمطراق سی طنازی
اور عشوہ بازی کا مضحکہ اڑانا مقصود تھا جو اس زمانے
کے ادب اور تمدن کا جزو تھے - برد کن* کے مناظر کا
تقاضا یہ تھا کہ مصیبت آمیز انسانی حقیقت کی طرف سے
توجہ ہٹانے کے لئے فاوسٹ کی طرف سے کچھ شوریدہ سرانہ
عنصر داخل کیا جائے - یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بعد میں
ناراضگی کے ساتھ کہا تھا کہ لوگوں کو ان باتوں کا مزہ
لینے کا موقع بھی دیا جائے -

ادا پیراوں کے مابین اویرن اور ٹیٹنیا نے جو نغمہ سرائیاں
کیں ان کو سن سن کر لوگ جھوم اٹھتے تھے اسی طرح
پروفیسروں پر بھی حال طاری ھو جاتا تھا - کچھ لوگوں کو

---

* اب اس زمانے میں کسی شخص کو بھی تفصیلی کلید
کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ نکولائی دوسری بار ایک
مسافر اور عیسو مسیح سے نفرت کرنے والے کی حیثیت سے
نمودار ھوتا ھے - میڈنگ نام کا شخص وائمر میں اسٹیج کا
مہتمم تھا ہیننز ایک نقاد تھا اور ٹیگل برلن کے قریب
ایک علاقہ تھا جس میں بھوت پریت آیا کرتے تھے -

یہ باتیں پسند نہ تھیں وہ ان کو برا بھلا کہنے لگے اور انھوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی ۔ کہا جاتا ہے کہ فاؤسٹ کی جس ناراضگی کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۔ اس کے اور حادثے کے مابین بمشکل ایک ایسا رشتہ یا صراط واپیس قائم ہوتا ہے جو کافی مضبوط ہو لیکن گوئٹے نے اس مقام پر ایک خلا ارادتاً پیدا کیا ہے ورنہ انھوں نے اس کے بعد والے سین کو نثر میں کیوں ادا کیا ہم اس شیطانی حرکت کو قبول کر سکتے ہیں خواہ بحث سے اسکا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو اور ہمیں اس مقصد عظیم کی توانائی کے لئے سپاس گزار بھی ہونا چاہئے کیونکہ ایک سوال اس میں یہ اٹھتا ہے جسکا ہم سے تعلق ہے کہ ہمارے راستے میں ہماری خود ارادیت ہمیشہ سے کیا کرتی چلی آئی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انسانی خواہشوں اور ناامیدیوں کا جو عکس ایک حقیر لڑکی کے ساتھ ایک سیدھے سادھے عشق و محبت کے سلسلے میں پڑا ہے اس کے لئے اتنا عظیم اور شور انگیز مناقشہ برپا کرنے کی نوبت کیوں آئی ؟ کیا ان اجزا میں تضاد نہیں پایا جاتا ہے ۔

یگانگت یا یکسانیت تو خود گوئٹے کی شخصیت میں پائی جاتی ہے اور ایسے مقامات پر موجود ہے جہاں جنس خود اپنا ہی ثالث رہا ہے اگر خود غرضی تباہ کن ہوتی ہے تو اسکا عمل ایسی حالت میں اور بھی مہلک ثابت ہوتا ہے اور پھر جب اسکا تعلق ایک ایسی چیز سے ہوتا ہے جس

کی زندگی ھی ایک مخالف نوعیت کی ھو یہاں مراد ھے عشق و محبت سے۔ گوئٹے کا عقیدہ ھے کہ محبت کا درست عمل یہی ھے کہ وہ اپنی مرضی میں خود ھی فنا ھوجائے۔ اس سے زندگی محفوظ ھو جاتی ھے۔ اسکے تسلسل میں پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ھو جاتا ھے۔ دل کی گہرائی نیز تسخیر کن اداؤں کے لحاظ سے گوئٹے کے یاس و محبت کے بارے میں بہت زیادہ جاننے کا سبب موجود ھے اور جیسا کہ انہوں نے چارلوٹی فان اسٹین کو لکھا تھا اسکے امکانات کا اندازہ بھی کیا جائے اسے ایک ستارے کی مضبوط سی گرفت سمجھی جائے یا ھولناک آگ کا ایک فتیلہ۔ اور انکا یہ گہرا عقیدہ تھا کہ اولیں سپردگی کی بڑی اھمیت ھوتی ھے۔ انکی عمر بھی ھماری ھی طرح مشکوک تھی۔ چالاک لوگوں کو جنھیں طبیعات اور نفسیات میں کچھ دخل ھوتا ھے اور جو دوشیزگی کو محض عدم سہولت یا باعث تکلیف قرار دے بیٹھتے ھیں شاید وہ اس کی شکایت تسلیم کرلیں لیکن فلسفیانہ نقطہ خیال سے کمزور حیثیت میں اسکی دلیل تسلیم نہیں کرسکتے ھیں کیونکہ انکو پتہ ھے کہ فطرت کی نگاہ میں دوشیزگی کا انسداد کوئی ضروری چیز نہیں اور عقل کی رو سے یہ خیال ھوتا ھے کہ اکثر ایسے اشارات سے جس کی مکمل طور پر وضاحت ھی نہیں۔ ھماری زندگی کا معاملہ نہیں ھوسکتا اس آسودگی کی سرمستی جس میں کسی دوسری روح کو مدعو کرنے کی طاقت ھوتی ھے۔ ھمارے لئے راز خصوصی بنی رھتی ھے اور انسانوں نیز مفسٹوفلیس کی مکاریوں کے باوجود اور کسی

چیز کی بھی اہمیت اس سوال کے بمقابلہ انسانی مقدر کے ساتھ زیادہ قربت نہیں رکھتی ہے کہ کیا صحیح آسودگی کا میل خود پرستی یا ان کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ جب گوئٹے نے فاؤسٹ کے پرانے قصے میں بنیادی طور پر تبدیلی پیدا کردی اسوقت گوئٹے کے دماغ میں بھی یہی سوال تھا۔

فاؤسٹ کے حصہ دویم میں جس ہیلن کا ذکر آتا ہے اسکا کوئی انسانی وجود نہیں ہے۔ فاؤسٹ کے ساتھ اسکی مواصلت ایک عقدہ ہے جو کلاسیکی اور رومانی آرٹ کے درمیان عمل میں آیا ہے اس میں استعارات کو دوسری شکل سے کام میں لایا گیا ہے لیکن حصہ اول میں تو معاملہ بالکل دوسری قسم کا ہے۔ یاد رہے کہ گریسٹن کا سارا قصہ گوئٹے کی ابتدا کی تصنیف سے لیا گیا ہے اور عملی طور پر اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کی گئی زندگی کے اس موسم بہار میں شاعر کا دماغ ہیلن کے لئے کوشاں تھا بالکل اسی طرح جیسے اس نوعمر روح انسانی صعوبت کو۔ اسکی تقدیر اور اس کی تمنا کو جزولانیفک بنا رہی تھی۔ اسکے بعد اسکی عمر کا فروغی حصہ آیا اس زمانے میں بالغ اور ولولہ انگیز غور و خوص کا اضافہ ہوا گویا اسطرح ایک چھوٹے سے ادھار اور سود پر کام کرنے والے کی لڑکی شیطانی نکتہ چینی کے باوجود اب ساری دنیا کی نگاہوں میں ہر طرف سے داد و توصیف کا مرکز بن جاتی ہے۔

حصہ دویم میں جہاں طول بیانی کا خاتمہ ہوا ہے فاؤسٹ کو بچالیا جاتا ہے اور گریٹشن کی روح انکی دعوے دار ہو

جاتی ہے جو لوگ منطقی خاتمہ اور قدیم شاعر کی مذہبی فراست کو تلاش کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ گوئٹے کی اس فطری خواہش پر اس خیال سے صاد کریں گے کہ ان کے عمر بھر کے کام کو ان کے زمانہ شباب کے کارناموں سے بالکل علاحدہ نہ کیا جائے لیکن آنے والی نسل نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا یعنی جی ایچ لیوس کے دل میں اتنی ہمت ہوئی جنہوں نے اپنی زندگی کو کسی اور انگریز کے بمقابلہ گوئٹے پر ان معنوں میں زیادہ قربان کردیا کہ آج سے ایک سو سال پہلے ہی اسکے اسباب پر روشنی ڈال دی تھی انہوں نے ہمیں متنبہ کیا ہے کہ حصہ دویم میں اتنی انسانی دلکشی نہیں ہے جس کی طرف ہماری توجہ مبذول ہو جائے حالانکہ حصہ اول میں پہلی ہی بار پڑھنے پر دلچسپی کا بہت کچھ سامان مہیا ہو جاتا ہے اس میں ہر قسم کا عنصر پایا جاتا ہے یعنی بذلہ سنجی - ہمدردی دلسوزی - عقلمندی - طنز و تضحیک - خوش گلو موسیقیت - ادب و تعظیم - شک و شبہ - سحر و افسوں اور ہجو و طعنہ سنجی - نوس نے جو فہرست تیار کی ہے اس میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا ہے لیکن سچ پوچھئے تو گوئٹے کے فاؤسٹ کے کبھی نہ ختم ہونے والے تاثرات ہر قسم کے پڑھنے والوں کے ذہنوں پر پڑے ہیں اور اس میں پڑھے اور ان پڑھے دونوں شامل ہیں -

مذکورہ بالا اقتباسات فاؤسٹ کے اس ایڈیشن سے لئے گئے ہیں جو پینگوین سیریز میں فلپ ویں کے انگریزی ترجمے

میں مشمولہ دیباچے کا اہم حصہ ہیں - ظاہر ہے کہ ان اقتباسات میں جو اعلیٰ پایہ کی تنقید پائی جاتی ہے اسکے مخاطب بیشتر انگریز ہیں لیکن اس تنقید سے ہم ہندوستانیوں کو بھی بہت کچھ مدد گوئٹے کی ادبی نگارشات کا جائزہ لینے اور خاص طور پر انکے لافانی ڈرامے فاؤسٹ کے محاسن جمیلہ کا اندازہ لگانے میں مل سکتی ہے فاؤسٹ کی تصنیف کو ڈیڑھ صدی سے اوپر کا زمانہ گزرگیا ہے اور یہ ایک ایسا ڈرامہ ہے جس میں تاریخ اور ادب دونوں کو ایک ساتھ رکھکر ہمیں اسکی عظمت و اہمیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - ڈرامہ فاؤسٹ کی ابتدا اور اسکے بعد کی ارتقا کا ایک مختصرسا خاکہ ان اقتباسات میں مل جاے گا اگرچہ فاؤسٹ کے اور جتنے ترجمے انگریزی زبان میں ہوئے ہیں ان سب میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان حقائق کو منظر عام پر لایا گیا ہے - اردو میں جناب ڈاکٹر عابد حسین جامعی کا جو ترجمہ انجمن ترقی اردو سے تیس بتیس سال پیشتر شائع ہوا تھا اس میں بھی فاؤسٹ کے خد و خال بڑی تحقیق اور تفتیش کے ساتھ اجاگر کئے گئے ہیں -

اگرچہ اس تحقیق اور تفتیش کا دارمدار جرمن یا انگریزی ادب پر ہے ہندی زبان میں بھی فاؤسٹ کا ایک ترجمہ منظر عام پر آچکا ہے لیکن دوسرے تمام ہندی ترجموں کی طرح فاؤسٹ کا ہندی ترجمہ بھی انگریزی ترجموں کے بمقابلہ زیادہ سنگلاخ نظر آتا ہے اور اس ہندی ترجمے کے شروع میں جو تفصیلات فاؤسٹ کی تخلیق اور اسکے ارتقا پر درج

کی گئی ہیں وہ بھی اردو کے بمقابلہ زیادہ آسانی سے سمجھ
میں نہیں آتیں اصل یہ ہے کہ اردو ہو یا ہندی فاؤسٹ
کے متعلق ہر قسم کی تفصیل صاف ستھری غیر مغلق اور
روزمرہ کی زبان میں ہونا چاہئیے تاکہ اردو اور ہندی میں بھی
فاؤسٹ کو پڑھنے والے اس کے مطالب اور مفاہیم کو زیادہ
آسانی کے ساتھہ سمجھہ سکیں - فاؤسٹ کا میں نے کئی سال
تک بڑی عرق ریزی اور جانسوزی کے ساتھہ یہ جو شعری
ترجمہ پیش کیا ہے وہ جیسا کہ ظاہر ہے انگریزی زبان سے
کیا ہے اور میں نے سب سے زیادہ مدد اور مشورہ لیتھم کے
ترجمے سے لیا ہے - میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ میرے
ترجمے کو جرمنی والوں نے خاص طور پر امید سے زیادہ پسند
کیا ہے- یہ صرف میرے ہی لئے نہیں بلکہ تمام ہندوستانی ادب
اور سارے ملک کے لئے یکساں فخر و انبساط کا باعث ہے-

ہندوستان میں مغربی جرمنی کے قابل تعظیم سفارت کدے
سے میرے اس ترجمے کے متعلق مجھے جو پہلی تحریر ملی اس
میں میری اس کاوش کو جرت انگیز طور پر قابل قدر تسلیم کیا
گیا ہے اور اسکے بعد جرمن سفارت خانے کے سفیر اعظم
جناب ہزا کسلینسی جناب میربخ نے بطور تقریظ اس اشاعت
میں جو الفاظ درج فرمائے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ
گوئٹے کے ادبی ارتقاء کو کتنا زیادہ ہندوستان کا مرہون
منت سمجھتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ ہندوستان کی تمام
دوسری زبانوں میں بھی جرمنی کے زندۂ جاوید اور شہرہ آفاق
فلاسفر شاعر اور تمثیل نگار گوئٹے کے عدیم المثال کارناموں

کو منتقل کیا جائے تاکہ ہندوستان اور مغربی جرمنی کے ثقافتی تعلقات کا آفتاب روز بروز روشن سے روشن تر ہوتا چلا جائے۔

میں مغربی جرمنی کے ارباب بست وکشاد کا ذاتی طور پر بھی بےحد ممنون ہوں جن کے حسن اخلاق سے گوئٹے اور انکی فاؤسٹ کے طفیل ہم دونوں کے درمیان صرف رابطۂ اتحاد ہی نہیں قائم ہوا بلکہ جرمنی والوں نے میری خدمات دوسری صورتوں سے بھی حاصل کی ہیں اور امید ہے کہ یہ سلسلہ یوں ہی تادیر قائم رہے گا۔

یشیشور پرشاد ، منور لکھنوی

۳ جولائی ۱۹۶۸

عرض منظوم

دیکھے تو کوئی فکر مواج کی روانی
اردو میں کر رہا ہوں گیٹے کی ترجمانی

گیٹے، وہ جرمنی کا اک لا زوال شاعر
اک لا زوال شاعر، اک بے مثال شاعر

یکتا سخنوری میں، اعلیٰ فلاسفر بھی
دل تھا اسے میسر، رکھتا تھا وہ نظر بھی

کتنا عجیب لکھا فاؤسٹ کا ڈرامہ
ہے نسخۂ دوامی اس کا یہ کارنامہ

کس ڈھنگ سے دکھائی شیطان کی بھی جرأت
کس ڈھنگ سے دکھائی انسان کی بھی جرأت

تمثیل نیک و بد ہے یہ آبرو سخن کی
یزداں کی داستاں ہے روداد اھرمن کی

حاوی دماغ و دل پر شیطان کسقدر ہے
مجبور اس کے ھاتھوں انسان کسقدر ہے

گیٹے پہ گوھر افشاں اقبال کی زبان بھی
قائل ہے اُس کا دل سے وہ مرد نکتہ داں بھی

اک خوشہ چیں ہے وہ بھی گیٹے کے گلستاں کا
پردہ کھلا ہے اُس پر اسرار دو جہاں کا

وہ جرمنی کا شاعر مقبول ھر زماں ہے
مقبول ھر زماں ہے، محبوب دو جہاں ہے

سکہ رواں ہے اس کا لاھوت کی فضا میں
سجدہ روا ہے اس کا ارباب باصفا میں

عزت دہ فلک ہے افکار کی بلندی
بزم ملائکہ سے حاصل ہے ارجمندی

در اس پہ تھا کشادہ اسرار خیر و شر کا
کونین اک تھا حلقہ جس کے دل و نظر کا

یورپ کی سر زمیں میں عاشق شکنتلا کا
ہر راز پر تھا حاوی ، تھا ذہن کس بلا کا

اک اپنے مدرسے کا استاد بے بدل تھا
حافظ پرست بن کر دلداۂ غزل تھا

ڈالی تھی جان اس نے المانوی ادب میں
تھی زندگی ادب کی، تھی زندگی ادب میں

تھی مجھ کو دھن کچھ ایسی راہ سخن نکالوں
قالب میں شاعری کے فاؤسٹ کو بھی ڈھالوں

گیٹے کی روح پر ہو اردو کا چست جامہ
اشعار میں بیاں ہو یہ بے بدل ڈرامہ

میرے لئے یہ منزل دشوار تھی نہایت
رگ رگ میں کر گیا تھا یہ شوق گو سرایت

لیکن کسی طرح سے سر ہو گئی یہ منزل
ہمت نے کی رفاقت ، ہروقت ساتھ تھا دل

حصہ میں اسکا پہلا تکمیل کر چکا ہوں
رگ رگ میں اپنی اسکو تحلیل کر چکا ہوں

لیکن مری نظر میں یہ کام ہے ادھورا
اک روز دوسرا بھی حصہ کروں گا پورا

اے کاش زندگی میں حاصل رہے فراغت
عمرِ عزیز مجھ کو جینے کی دے اجازت

آثار اسکے لیکن مبہم سے ہو رہے ہیں
امکان مجھ پہ اسکے مدھم سے ہو رہے ہیں

دل سے بہن کا صدمہ بھولا ابھی نہیں تھا
تازہ بنا ہوا تھا داغ فراق ان کا

کیا حوصلہ کروں اب، یارب! میں زندگی کا
ڈھاتا ہے اب قیامت، غم بھائی جانکی کا

افکار زندگی سے حالت زبوں ہے بے حد
صبروسکوں کی دشمن دنیائے دوں ہے بے حد

ایسے میں کسطرح میں آگے قدم بڑھاؤں
تکمیل آرزو کو کیونکر قلم اٹھاؤں

تاہم ذرا بھی موقع مجھ کو اگر ملے گا
غنچہ ضرور میرے دل کا کبھی کھلے گا

دے گا جو ساتھ میرا یہ دور آسمانی
ہو جائے گی مکمل گیٹے کی ترجمانی

مہلت جو دے زمانہ، ہو مہرباں خدا بھی
حصہ کروں گا اسکا پورا میں دوسرا بھی

—:o:—

لکھنؤ

ماہ مئی ۱۹۶۳ ء
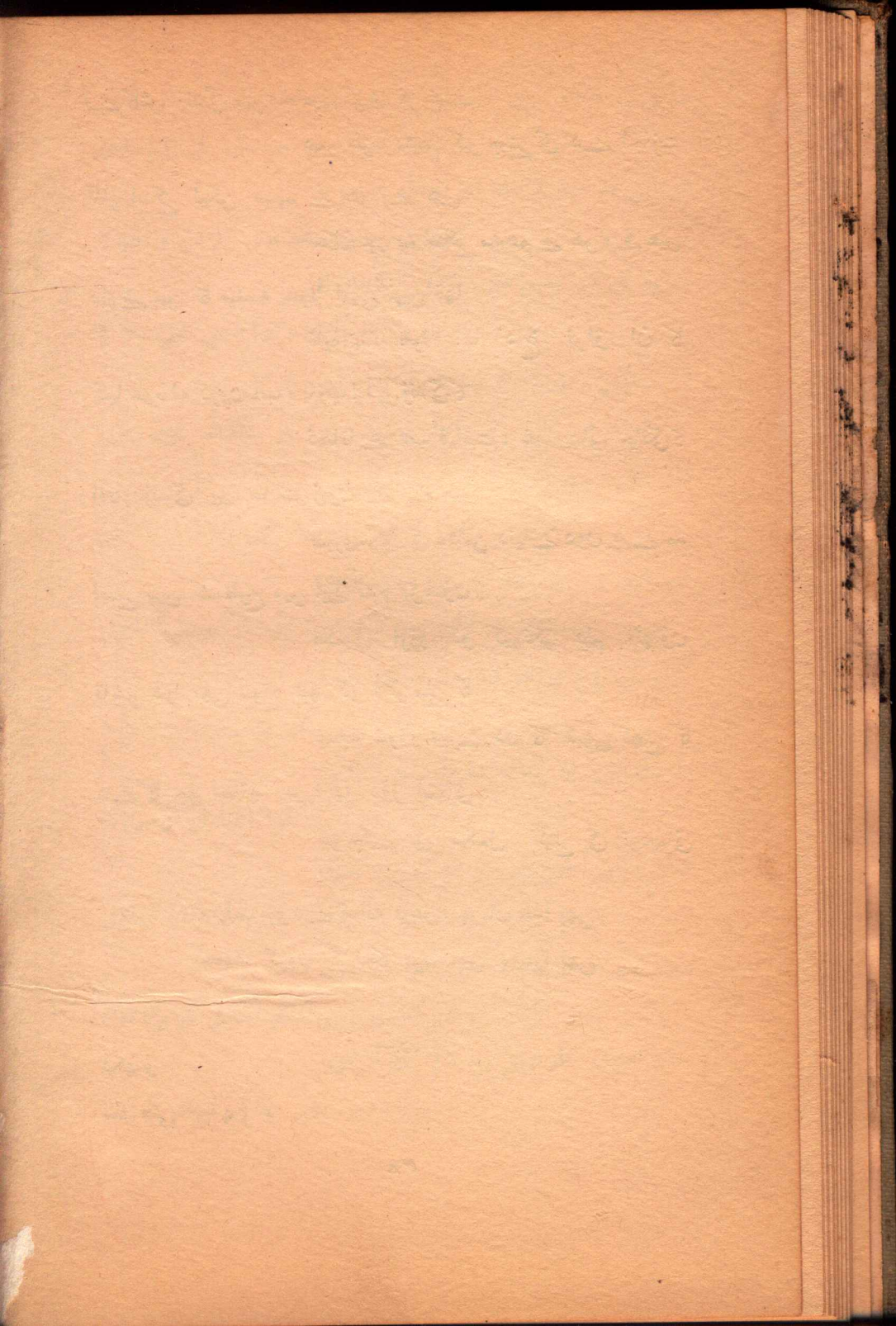
فاؤسٹ

فاؤسٹ

سپردگی

(ڈیڈیکیشن کا ترجمہ)

جنات! تمہارا خیل رواں — سیماب صفت لرزاں، جنباں
کیوں آخر لمحہ فرصت میں — میرے اوقات فراغت میں
آکر سر پر منڈلاتا ہے — چکر بیکار لگاتا ہے
ہوتا تھا دوچار اس سے پہلے — میری آشفتہ نگاہی سے
کیا اب بھی میرے سینے میں — اس دیرینہ گنجینے میں
سرمایہ فریب کا مخفی ہے — مستور وہ راز طلسمی ہے
جو خواب ہے گرد و پیش مرے — محصور میں رہتا ہوں جس سے
اب اس کا تیقن کر دوں گا — میں اس کا تعین کر دوں گا
تم میرے پاس جب آتے ہو — بالکل مجھ پر چھا جاتے ہو
آجاؤ اب اپنی مرضی سے — لو کام سکوں سے تسلی سے
دھند اور کہرے سے اوپر — تم گرد مرے کاٹو چکر
ہلتا ہے مرا دل جادو سے — بھاگا جاتا ہے پہلو سے
لمبی جو قطار تمہاری ہے — چکر گرد اس کے جاری ہے

انوار سینہ جاگ اٹھے
خواب دیرینہ جاگ اٹھے

تم عہد مسرت لاتے ہو — یہ خواب جمیل دکھاتے ہو
میں جن سے محبت کرتا تھا — ہر دم جن کا دم بھرتا تھا

وہ میرے سامنے آتے ہیں   سینے میں اترے جاتے ہیں
دھندلے دھندلے ان کے سائے   با لائے دماغ و دل چھائے
آنکھوں کے سامنے آتے ہیں   مجھ کو مبہوت بناتے ہیں
وہ پہلی رفاقت کا جذبہ   وہ پہلی محبت کا جذبہ
پھر میرے دل میں ابھرتا ہے   پھر مجھ کو حیراں کرتا ہے
جیسے وہ کوئی کہانی ہو   اور اک روداد پرانی ہو
جو وقت کی رو میں کھو جائے   گم اس وسعت میں ہو جائے
پھر رنج قدیم وہ تازہ ہے   یہ کیسا مشکل خمیازہ ہے
سنبل کی صورت ژولیدہ   ہیں زیست کی راہیں پیچیدہ
ہے بارش یاس نگاہوں سے   گرم اسکا ہے دل سرد آہوں سے
دل جن کے تھے امید بھرے   جو تھے سرشار امنگوں سے
محروم ہیں موسم زریں سے   مایوس ہیں مہر تسکیں سے
تقدیر نے دھوکا ان کو دیا   دام تزدیر میں پھانس لیا
الفت کی بازی میں ہارے   بے نور رہے وہ بیچارے

اُن کی تقدیر میں ہار رہی
ہر سعی اُن کی بیکار رہی
داغ اپنی جدائی کا دے کر
یاس و حسرت دل میں لے کر
معدوم جہاں سے ہو بیٹھے
وہ اپنی ہستی کھو بیٹھے

جن کے لئے پہلے گاتا تھا   میں جن کو گیت سناتا تھا
وہ میرے بعد کے نغموں سے   بالکل مسحور نہیں ہوتے
جسطرح کہرے کے گچھے   اُڑ جاتے ہیں بکھرے بکھرے

وہ پیار محبت کے جلسے
آنکھوں سے کوسوں دور ہوئے
وہ پہلی گونج ہے مہر بلب
جو چھڑ نہ سکا وہ ساز ہے یہ
جو غیر یہاں آ جاتے ھیں
جذبات دل پر ضبط کئے
کرتے ھیں اسی پر صاد وہ سب
ھوتا ہے اثر لیکن الٹا
فی‌الفور دھڑکنے لگتا ہے
جن کو مرا گانا بھاتا تھا

یاران طریقت کے جلسے
مانند ھوا کافور ھوئے
ہے خامشی اسکا شیوہ اب
بے آٹھی سی آواز ہے یہ
شاداں مجھے فرما جاتے ھیں
گا دیتا ھوں میں ان کے لئے
دیتے ھیں مجھ کو داد وہ سب
بڑھتا نہیں اس سے دل میرا
پھوڑا سا پکنے لگتا ہے
جن کو حظ اس میں آتا تھا

موجود کہیں ھیں بھی وہ اگر
آتے نہیں اب تا دور نظر
معلوم نہیں وہ بیچارے
پھرتے ھیں کہاں مارے مارے

ارواح کی دنیا کا ارماں
پھر دل میں ابھرا آیا تھا
تا دیر دبائے اسکو رہا
ہے جوش بھرا جوگیت مرا
تاثیر میں نالۂ ماتم ہے
اک سرائے اولین (۱) ساز کا ہے
بکھرا بکھرا سا جاتا ہے

اس عالم رویا کا ارماں
کچھ لے کے تقاضا آیا تھا
سینے میں چھپائے اسکو رہا
ہے صرف اک راگ تلون کا
وابستۂ کرب پیہم ہے
لہرا غم کی آواز کا ہے
غائب سا ھوتا جاتا ہے

(۱) اے اولین ساز (Aeolian harp) ایک باجہ جو ھوا کے زور سے جلتا ہے۔

رعشہ سا جسم پہ طاری ہے
اشکوں کا دریا جاری ہے

یہ اشک ہیں یا انگارے ہیں
تفتہ سوزش کے مارے ہیں

تھا دل جو مرا مضبوط کبھی
اب حالت ہے ابتر اس کی

ہے سوز و گداز اس پر حاوی
اف ری یہ مری سینہ کاوی

غم بیز خیالوں میں گم ہے
فریادوں، نالوں میں گم ہے

هر چیز ہے مجھ سے دور بہت
اس غم سے ہوں رنجور بہت
جتنی چیزیں کھو بیٹھا تھا
ہاتھ ان سے میں دھو بیٹھا تھا
معلوم اب اصلی ہوتی ہیں!
محسوس حقیقی ہوتی ہیں!

(ترجمہ بتاریخ ۲۹ جون ۱۹۶۳ء)

فاؤسٹ

کردار خصوصی : اسٹیج کا منیجر ، شاعر ، میری اینڈریو

منیجر کا خطاب شاعر سے ۔

عقل کرتی نہیں کچھ کام ، بڑی الجھن ہے
بن نہ جاؤں میں تماشے میں تماشا خود ہی
دوستو! تم نے تو دی ہے مجھے اکثر تسکیں
کام آئے ہو مرے ، وقت پڑا ہے جب بھی
تم نے گرتی ہوئی حالت میں سنبھالا ہے مجھے
تم بناتے رہے بگڑی ہوئی صورت میری
جرمنوں سے تمہیں کچھ آج توقع بھی ہے
ہم دکھانے کو ہیں جب کارگزاری اپنی
جوق در جوق ہوئی ہے جو یہاں خلقت جمع
چاہتا ہوں کہ کروں اسکی تمنا پوری
اس کی تجویز پہ میں صاد تو کر سکتا ہوں
اس کی مرضی کو سمجھتا ہوں میں اپنی مرضی
"خود جیو شوق سے ، اوروں کو بھی جی لینے دو ،،
انکا نعرہ جو ہے ، میرا بھی تو نعرہ ہے وہی
کام تیار ہے اب' چست اداکار ہیں سب
نظر آتی نہیں اسٹیج میں خامی کوئی
ہمہ تن شوق ہیں جتنے بھی تماشائی ہیں
ان کی رغبت کے مطابق ہو ضیافت ان کی
کتنے آرام سے لوگ اپنی جگہ بیٹھے ہیں
نظر آتی ہے رخ شوق پہ حیرت کیسی

کچھ بتاتا ہے یہ حیران نگہی کا منظر
کچھ جتاتی ہیں بھنویں اُن کی وہ اُٹھی اُٹھی
مدعا پست مذاقی کا سمجھ سکتا ہوں
اور ممکن بھی ہے اس ذات سے سیری اُن کی
پھر بھی حیراں ہوں، پریشان ہوں، سراسیمہ ہوں
اس سے پہلے نہ ہوئی تھی کبھی الجھن اتنی
بہترین آرٹ کی یہ داد نہیں دے سکتے
پھر بھی ہے قابل تعریف یہ غامض نگہی
نئے انداز کا اک کھیل رچائیں کیونکر
سب پھڑک اٹھیں جسے دیکھ کے، پھر بھی وزنی
دیکھنا، دیکھنا، نظارہ یہ ہیجانی ہے
بھیڑ ہے یا کوئی چڑھتی ہوئی پر ہول ندی
اک طرف جم غفیر اور کشاکش کا یہ حال
اک طرف مہر و مروت کی نظر میں تنگی
چار بجنے کو ہیں اور شام ہوئی جاتی ہے
اور جیسے ہی ٹکٹ گھر کی کھلے گی کھڑکی
لوگ چلائیں گے، چیخیں گے ٹکٹ لینے کو
بھوک میں جیسے کوئی مانگنے جائے روٹی
گردنیں ایک ٹکٹ کے لئے تڑوائینگے
ہوگی آپس میں کچھ اس ڈھنگ سے دھینگامشتی
ایسے مجمع کے لئے، ایسی کشاکش کے لئے
شاعر فرد و یگانہ کی ہے موزوں ہستی
صرف آواز ہے اُس کی جو اثر رکھتی ہے
حکم اسکا ابدی، اس کی مسرت ازلی
اے مرے دوست! مرے دوست! دکھاؤ اعجاز
میرے کام آؤ، بڑی مجھ پہ عنایت ہوگی

شاعر کا جواب۔

کیوں ذکر مجھ سے آخر اس بھیڑ بھاڑ کا ہے؟

منظر یہ دیکھکر دل الجھن میں پڑ گیا ہے!

چڑھتی ہوئی ندی اک یہ بھیڑ واقعی ہے

اک اک نفس میں کتنی وحشت بھری ہوئی ہے

گرداب اس ندی کا گرداب ہے بلا کا

بدلا ہوا ہے کیسا اس وقت رخ ہوا کا

مجھ کو تو میرے بھائی تم لے چلو یہاں سے

آے ہوائے تسکیں فردوس جاوداں سے

کھلتا ہے جس میں شاعر خوش رنگ پھول بن کر

صہبائے عیش خالص آتی ہے دل سے چھن کر

مصروف دلفریبی جس میں کلی کلی ہو

عشق و وفا کا گلشن محو شگفتگی ہو

اور اسکی پشت پر ہو اس ہاتھ کا سہارا

یزدانیت ہے جس کی ہر سمت آشکارا

جس میں امڈ رہا ہو آنند کا سمندر

اٹھتا ہو جوار بھاٹا قلب سخن کے اندر

برپا ہے ایک طوفاں گہرائیوں میں دل کی

یہ شور ہے حدوں میں تعمیر آب و گل کی

لب پر خیال کتنے رک رک کے آ رہے ہیں

جذبات قلب شکل اظہار پا رہے ہیں

اٹھتی ہے رو یہ پہلے اٹکی ہوئی سی کچھ کچھ

بھولی ہوئی سی کچھ کچھ، بھٹکی ہوئی سی کچھ کچھ

پھر رو یہ اسطرح کچھ رخ اپنا پھیرتی ہے

چاروں طرف سے آ کر یوں دل کو گھیرتی ہے

ہر لمحہ کشا کش آتا ہے اس کی زد میں

وحشت کے ولولوں سے رہتا نہیں جو حد میں

صرف وغا مسلسل، وقف جدل مسلسل
اپنی بقا کی خاطر محو عمل مسلسل
حتیٰ کہ روشنی وہ ہوتی ہے اس سے حاصل
اہل نگاہ جس کو کہتے ہیں نور کامل
زیور بناوٹی تو زیور بناوٹی ہے
جو کچھ خوشی ہے اس کی وہ عارضی خوشی ہے
لیکن جو زر ہے خالص وہ جاوداں رہے گا
اس گنج شایگاں کا سکہ رواں رہے گا
چمکے گا بھی یہ سونا' پائندہ بھی رہے گا
اسوقت بھی رہے گا' آیندہ بھی رہے گا
کندہ کرے گی عظمت ایسا نشان اس پر
آے گا جو زمانہ' چھڑکے گا جان اس پر
مسخرہ اینڈریو (شاعر سے) ۔
راگ مستقبل کا یہ گاتے ہو کیوں؟
مجھکو ان باتوں سے بہلاتے ہو کیوں ؟
اس سمندر میں جو غوطے کھاؤں گا
میں اگر اس پھیر پڑ جاوں گا
پھر یہ موقع کس طرح ہاتھ آے گا؟
کون اس دنیا کا دل بہلاے گا؟
کچھ نہ کچھ اسکو تماشا چاہئے
مایۂ تفریح ملنا چاہئے
اس حقیقت پر نظر رکھتا ہوں میں
علم سارا، سب خبر رکھتا ہوں میں
مجھ پہ یہ راز نہاں ہے آئینا
اک جیالا، اک دلاور چھوکرا
آدمی ہوتا ہے ثابت کام کا
وقت آجاتا ہے جب آرام کا

ایک دلکش، دلنشیں انداز سے
نازنینوں کے حسیں انداز سے
جو خیالات اپنے کر سکتا ہے پیش
جو کمالات اپنے کر سکتا ہے پیش
ہو نہیں سکتا وہ مرد کامگار
عام لوگوں کے تلون کا شکار
تاکہ ان جذبات پر ہوں حکمراں
ایسے احساسات پر ہوں حکمراں
جن سے اسکو کھیلنا منظور ہے
جن کو اسکا ارتقا منظور ہے
جتنے ہوتے ہیں تماشائی کثیر
اتنا ہی ہوتا ہے وہ ہنگامہ گیر
اس لئے کچھ حوصلے سے کام لو
زندگی سے، ولولے سے کام لو
کچھ کرشمہ ، معجزہ ہو آشکار
شعبدہ سا شعبدہ ہو آشکار
بہترین اک کارنامہ پیش ہو
کھیل وہ، ایسا ڈرامہ پیش ہو
ہو صف آرا جس میں اعجاز خیال
ہو فلک رس جس میں پرواز خیال
سر بسر تصویر منقولات کی
آگ ہو جس میں بھری جذبات کی
ولولہ جس میں ہو، جس میں جوش ہو
آگہی جس میں ہو، جس میں ہوش ہو
قلب کی گہرائیاں جس سے عیاں
بے زبانی جس میں رکھتی ہو زباں

ہاں مگر اس بات کی بھی احتیاط
ہو نہ جائے منقلب دل کی بساط
دخل نادانی نہ ہرگز پا سکے
ایک بھی خامی نہ اس میں آ سکے

منیجر (شاعر سے)۔

ہاں، ذرا اب بارش افکار ہو — ہاں، طبیعت ابر دریا بار ہو
ہاں یہی بس ہو تمہارا مشغلہ — طے ہو وہ اب پیش ہے جو مرحلہ
دیکھنے کو سب تماشا آئے ہیں — بے تکلف، بے تحاشا آئے ہیں
سامنے ان کے پلاٹ ایسا ہو پیش — وہ کہانی، ایسا افسانا ہو پیش
دیکھ لیں، سب سیر ہو کر دیکھ لیں — دیکھ لیں، ایک ایک منظر دیکھ لیں
جس کی جیسی ہو نظر، جیسا مذاق — سیر ہو جائے گی چشم اشتیاق
اس میں اسکو لطف ویسا آئے گا — اک نہ اک پہلو مزہ دے جائے گا
جس کے قبضے میں ہے سرمایہ کثیر — جس میں ہے گنجائش ابر مطیر
کچھ نہ کچھ سب کے لئے رکھتا ہے وہ — لذت داد و دہش چکھتا ہے وہ
دیکھنے والوں کا یہ جم غفیر — مجمع بے حد یہ انبوہ کثیر
تم پہ برسائے گا تعریفوں کے پھول — سعی ثابت ہوگی یہ سعی قبول
کارنامہ یوں تو سارا ہوگا پیش — یہ ڈرامہ یوں تو سارا ہوگا پیش
پیش کرنا ہے مناسب بند بند — اک نہ اک حصہ کرینگے سب پسند
یہ تماشا پیش اگر قسطوں میں ہو — اس سے تسکین نظر قسطوں میں ہو
کامیابی میں ذرا بھی شک نہ ہو — پستی دل کا گذر ہم تک نہ ہو
اس میں جو افکار ہوں محبوب ہوں — اس کے کل حصے نہایت خوب ہوں
پیش اگر کردو گے سارا کھیل تم — اپنی ہی عظمت میں ہو جاؤ گے گم
مجھ کو ڈر ہے پھر نہ ہوگے کامیاب — کھیل کی ہو جائے گی مٹی خراب

لوگ ہرگز پھر نہ دیکھیں گے اسے
پرزے پرزے کر کے رکھ دیں گے اسے

شاعر کا جواب -

شاید تمہیں توقیر کا احساس نہیں ہے
فن کار کی عظمت کا ذرا پاس نہیں ہے

فنکار کو یہ پند و نصیحت نہیں اچھی
کرتے ہو جو تم پیش وہ صورت نہیں اچھی

وہ بات ہی کیا ہے جو گراں کان پہ گزرے
وہ بات نہیں، سن کے جسے جان پہ گزرے

اُن سے تمہیں کیا کام، ہیں جو لوگ ہنرمند
مداح تم ان کے ہو سخنور ہیں جو تک بند

بے دال کے بودم جو ہیں، تعریف ہے ان کی
کس رو سے روا تم کو یہ توصیف ہے اُن کی

منیجر -

تم کچھ کہو، مجھ پر اثر اسکا نہیں کوئی
اس بحث کا، اس ضد کا نتیجا نہیں کوئی

کرنا ہے جسے کام، جو ہے زیرک و ہشیار
وہ کام میں لاتا ہے تو بس کام کے اوزار

خلقت کی طرف دیدۂ فنکار اُٹھاؤ
کرنا ہے اگر کام تو اوزار اٹھاؤ

لکڑی ہے ملائم اسے تم چیر کے چھوڑو
باگ اس کی غلط رو خرد و فہم کی موڑو

سوچو کہ جو لکھنا ہے تمہیں، کسکے لئے ہے
دن رات جو سودا ہے تمہیں، کسکے لئے ہے

آتے ہیں یہاں بعض تو اُوبے ہوے شب سے
الجھے ہوے افسردہ طبیعت کے سبب سے

یا پھر نظر آتی ہے انہیں حیلہ طرازی
پاتے نہیں کچھ ہم میں بجز شعبدہ بازی

ہے کچھ کا ادھر، شوق کی تحریک سے آنا
بسیار خوری کا کوئی کرتا ہے بہانا
آتے ہیں یہاں پڑھ کے کچھ اخبار کا اعلان
پاتے ہیں یہاں دل کے بہلنے کا یہ سامان
سج دھج سے یہاں عورتیں آتی ہیں بہ صد ناز
تنخواہ بغیر اپنے دکھاتی ہیں یہ اعجاز
کیا دیکھوگے اشجار کی رفعت کا وہی خواب
کیا کھیل کا اٹھنا تمہیں کر دیگا ظفریاب
جویائے حقیقت ہو تو لو کام نظر سے
کچھ تجربہ تجزیہ، ارباب ہنر سے
پختہ ہے ادھر اور کوئی خام ادھر ہے
دلچسپ سا دلچسپ تماشائے نظر ہے
اٹھ جائے گا مجمع جو چلی جائے گی خلقت
ہو جائے گی درپیش مصیبت سی مصیبت
بہلائے گا دل تاش کے پتوں سے اگر ایک
آباد کریگا کسی حرافہ کا گھر ایک
ہو بہر خدا عازم فردوس تمنا
ہو شعر کی دیوی سے نوازش کا تقاضا
جو کھیل بھی تیار ہوں کر لو انہیں یکجا
ہو جائیں گے جسوقت ڈرامے یہ اکٹھا
پھر تم کو بھٹکنے کی ضرورت نہ رہے گی
کچھ فکر کی، تشویش کی صورت نہ رہےگی
اب عام پسندی کے تقاضے کی ہو تکمیل
اسطرح کرو ان کے خیالات کو تبدیل
آئینہ ہے خود مجھ پہ بھی بے ہودگی ان کی
دشوار ہے، دشوار ہے آسودگی ان کی

ہے پھر بھی مناسب ہی قلم تم کو اٹھانا
اس راہ میں لازم ہے قدم تم کو اٹھانا
بولو کہ ہے کیا دل میں اب؟ اے شاعر فنکار!
انکار کی ہے شکل، کہ ہے صورت اقرار؟
دل ہے یہ تمہارا غم و حرماں کا مرقع
یا اس کو میں سمجھوں گل خنداں کا مرقع؟

شاعر۔

جاو اور ڈھونڈو کوئی تم اور ہی اپنا غلام
کچھ تمہیں معلوم بھی ہے کیا ہے شاعر کا مقام؟
اس کی پیدائش سے اظہار حقوق خاص ہے
واقعی شاعر سزاوار حقوق خاص ہے
خون کر ڈالے وہ کیا آن کا، تمہارے واسطے؟
یوں کرے ضائع وہ حق اپنا، تمہارے واسطے؟
کچھ خبر بھی ہے کہاں ہے اس کا وجدانی مقام؟
کس جگہ سے بھیجتا ہے وہ دلوں کو ہر پیام؟
بیٹھتا ہے جب وہ لکھنے کو، اٹھاتا ہے قلم
اپنا وہ منشور، وہ فرمان کرتا ہے رقم
کل عناصر جس سے اسکے حکم پر چلنے لگیں
قوتیں یہ قالب تسلیم میں ڈھلنے لگیں
راہ پر بھپری ہوئی دنیا کو لانے کے لئے
اتحاد و آشتی کا راگ گانے کے لئے
اس کی روح مست کا گھنٹہ صدا دینے لگے
ساز اس آواز کو موج ھوا دینے لگے
رشتۂ فطرت وہ، ہاں. جسکا سرا کوئی نہیں
ابتدا جسکی نہیں کچھ، انتہا کوئی نہیں
اپنی پونی پہ چڑھا کرتا ہے استغنا کے ساتھ
سلسلہ یہ خود بڑھا کرتا ہے استغنا کے ساتھ

بے خبر آمیزش باہم کے طرز و طور سے
نام کو بھی جو نہیں وابستہ فکر و غور سے
جب صدا دیتے ہیں اپنی' بے تعلق واقعات
جن میں ہوتا ہی نہیں کچھ ارتباط و التفات
نظم خوش اسلوب کو دیتا ہے تب آہنگ کون؟
آئینہ کرتا ہے اعجاز رباب و چنگ کون؟
ارتعاش شعر کس سے جلوہ زا ہوتا ہے پھر؟
کیف سا یہ کیف کس سے رونما ہوتا ہے پھر؟
روح میں ہوتا ہے کس سے اضطراب و انتشار؟
روح کو ملتا ہے کس سے لطف تسکین و قرار؟
کس سے یہ ذرات دے اُٹھتے ہیں موسیقی کی لو؟
کسی سے بن جاتی ہیں امواج ہوا اک ساز نو؟
لاکھوں طوفاں کروٹیں لیتے ہیں کسکی ذات میں؟
کس سے اُٹھتی ہے قیامت قلزم جذبات میں؟
شام نورانی کے گیتوں کی روانی کس سے ہے؟
خامشی میں شیوۂ عذب البیانی کس سے ہے؟
کس کو اک اک لفظ سے ملتا ہے پیغام بہار؟
فصل گل میں گوندھتا ہے کون سرمستی کے ہار؟
لعبت رعنا کی رفتار حسیں کے واسطے
اپنی محبوبہ کے پائے نازنیں کے واسطے
دل کے جوش خیر مقدم کا پتہ دیتا ہے کون؟
فرش پھولوں کا یہ رستے میں بچھا دیتا ہے کون؟
سلک سازی بہر اعزاز و شرف کرتا ہے کون؟
گفتگو کا رنگ برگ و بار میں بھرتا ہے کون؟
کھیل کی دیوی کو پہونچا دے کوئی میرا پیام
متحد ہو جائیں اشیا' جو ہیں لا فانی تمام

زور انسانی هویدا ہے تو بس شاعر سے ہے!
جوہر عالی یہ پیدا ہے تو بس شاعر سے ہے!

میری اینڈ ریو۔

ذکر کیا معیار کا، تمثیل کا کیوں نام لو؟
اپنے حیرت خیز الہاموں سے اب کچھ کام لو
بالکل ایسے ہی کہ گویا گرم ہے بازار عشق
کر رہے ہو، تم کسی کے سامنے اظہار عشق
ہو رہی ہوں چار آنکھیں شاھد مقصود سے
دور، کوسوں دور، امکان زیان و سود سے
قربت محبوب خاطر کا تمھیں احساس ہو
تم ہو اسکے پاس سا کن، جو تمھارے پاس ہو
اور تھوڑی دیر تک تو تھم کے رہ جائیں قدم
تم پہ اک سکتے کا عالم ہو مسلط بیش وکم
رفتہ رفتہ سحر حسن دوست میں ہوجاو گم
خود کو پاؤ ہر ادائے ناز سے تسخیر تم
اول اول جیسے ہو شادابی کشت مراد
اور اسکے بعد ہوجائیں مخالف برق و باو
ہر قدم پر اک قیامت، حشر اک بر پا کریں
راہ میں بے انتہا دشواریاں پیدا کریں
کھول دے کچھ اسطرح مرغ حواس و ہوش، پر
مائل پرواز ہو جاؤ ہوا کے دوش پر
اور پھر تلخابۂ حسرت سے شیرین کام ہو
پیش لب زہر شکر آمیز کا اک جام ہو
پایۂ تکمیل کو پہونچے یہ روماں (۱) اسطرح
سر اٹھا کر بیٹھ جائے موج طوفاں اسطرح

(۱) Romance

رنگ ایسا ھی بھرو کچھ پیکر تخئیل میں
ہو بس اک رومان سا رومان اس تمثیل میں
کھینچ دو چلتی ہوئی تصویر ہر کردار میں
ڈوب جاؤ زندگی کے قلزم ذخار میں
جو ہو انساں کے لئے، ایسا ڈرامہ چاہئے
کارنامہ سا ھمیں اک کارنامہ چاہئے
اس لئے وہ کھیل، وہ تمثیل ہو پیش نگاہ
جس میں ھیجانی عناصر کی ہو شدت بے پناہ
کھیل یہ دونوں ھیں یکساں، ہے جدا لیکن مآل
تم دکھاؤ اسکو اپنا نے میں اعجاز کمال
جو بھی ہو ترتیب، وہ رکھتی ہو انداز غریب
سنسنی پیدا ہو جس سے ہو پلاٹ(۱) اتنا عجیب
سین گونا گوں ہوں، گو ہو جائے مبہم مدعا
کچھ نہیں پروا اگر پڑ جائے مدھم مدعا
سلسلہ در سلسلہ اغلاط کی ہو کچھ کھٹک
راستی کی بھی دکھا دی جائے تھوڑی سی جھلک
کسل اس سے دور ہوتا ہے، بہل جاتا ہے دل
فرحت و تفریح کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے دل
تم کو قدرت کی طرف سے ایسی حاصل ہے نظر
جس سے ہو جاتی ہے رفتار زمانہ تیز تر
وہ نظر جو دور تک ہے سلسلہ در سلسلہ
اک حد مستور تک ہے سلسلہ در سلسلہ
اور کرلیتی ہے پھر اک ایسے گل کا انتخاب
جس کی دانائی سے ہوتی ہے جوانی کامیاب
اور پھر ہوتا ہے جب نازک دلوں کا اجتماع
مانگتا ہے جب غذا ذوق نظر، ذوق سماع

(۱) Plot

دیکھتے ہیں کھیل، لے کر پاک سچائی کا درس
دیدہ ہائے شوق سے ملتا ہے بینائی کا درس
نوش کر لیتے ہیں یاس و حزن کی کڑوی شراب
حقۂ اندوھگیں سے حال ہوتا ہے خراب
مضطرب ہوتا ہے کوئی دیکھکر منظر کوئی
اور ہوتا ہے کسی عنوان سے ششدر کوئی
ہر تماشائی پہ ہوتا ہے جدا گانہ اثر
آفرین کہتے ہیں سب پھر بھی ڈرامہ دیکھکر
نوجوانوں پر بھی پڑتا ہے اثر سرعت کے ساتھ
دیکھتا ہے کھیل یہ کوئی غم و حسرت کے ساتھ
سسکیاں لیتا ہے کوئی، آہ بھرتا ہے کوئی
روک کر اشکوں کو سعی ضبط کرتا ہے کوئی
چومنے لگتا ہے کوئی روے کیف و انبساط
جھومنے لگتا ہے کوئی غرق صہباے نشاط
ہے کسی پر کارگر اسلوب کی جادوگری
ہے کسی پر لاف لا یعنی کا سحر سامری
کوئی پژمردہ اگر ہوگا تو کوئی باغ باغ
اسطرح بن جاے گا جیسا بھی لوگوں کا دماغ
اس کو اپنے ڈھنگ سے تم زیر قابو لاؤ گے
اس پہ حاوی اک طریق خاص سے ہوجاؤ گے
اور وہ غنچہ ابھی بننا ہے کھل کر جس کو پھول
ملنے والا ہے جسے سرمایۂ حسن قبول
عمر بھر احسان مانے گا تمہارا، دیکھنا
تم ذرا اس کی عقیدت کا نظارا دیکھنا

شاعر۔

تقریر تمہاری ہے دلاویز نہایت
یہ بات اگر ہے تو کرو مجھ پہ عنایت

واپس مرے اس دور ہمایوں کو بلا لو
گزرے ہوے خوابوں کی جھلک پھر وہ دکھا دو
جب میری بھی یہ شکل یہ صورت نہ بنی تھی
تم جس کے پجاری ہو وہ مورت نہ بنی تھی
مواج تھا جب گیت مرے دل کی تہوں میں
میں دفن تھا جب جذبۂ کامل کی تہوں میں
ہم دوش تحیر تھیں تخیل کی آڑانیں
گم اُن میں تھیں مطرب کی مچلتی ہوئی تانیں
دھندلی سی یہ دنیا نظر آتی تھی پس و پیش
تھی کہر کے پردے میں یہ مستور کم و بیش
مفلس نہ تھا گو، پاس مرے تھا نہ خزانہ
میں مرد غنی تھا، مری دولت تھی یگانہ
میں مہر حقیقت کی شعاعوں پہ تھا قادر
ہوتی تھی مری ذات سے تنویر یہ صادر
تھا میں گل رعنائے تخئیل کا فدائی
جب ذہن کی تھی عالم بالا پہ رسائی
پھر آے وہی دور، تھی جب دل میں بغاوت
پھر ریش جو ہو غم سے، وہ ہاتھ آے مسرت
جب جذبۂ نفرت کا تسلط تھا دلوں پر
بیتاب محبت کا تسلط تھا دلوں پر
پھر ایسی ہو کچھ عمر کے دریا کی روانی
آجاے پلٹ کر وہ مرا عہد جوانی

مسخرہ -

اس سخن سے جو ہے آئینہ وہ صورت کیا ہے؟
تم کو اے دوست جوانی کی ضرورت کیا ہے؟
احتیاج اس کی تو اُس وقت ہوا کرتی ہے
جب کبھی جنگ میں تلوار چلا کرتی ہے

معرکہ جب کسی دشمن سے کہیں ہوتا ہے
تر بتر خون سے جب فرش زمیں ہوتا ہے

ہم بغل یا کسی مہوش سے کوئی ہوتا ہے
رکھ کے سر حسن کے بازو پہ کوئی سوتا ہے

ڈال کر شانۂ محبوب پہ گردن اپنی
دے کے جلووں کو مہک صورت گلشن اپنی

جب کوئی داد طلب حسن کے دربار میں ہو
جب کوئی سر بہ زمیں عشق کے اظہار میں ہو

یا ہے درکار یہ پھر تیز روانی کے لئے
اس کی، دریا کو ضرورت ہے روانی کے لئے

جس سے منزل پہ رسائی ہو، کچھ اکرام ملے
نام و شہرت کا عطیہ ملے، انعام ملے

دور سے اپنی دکھاتی ہیں جھلک یہ چیزیں
چاند تاروں کی سی رکھتی ہیں چمک یہ چیزیں

یا تمہیں وجہ طرب حوصلۂ رقص رہے
شام سے تابہ سحر مشغلۂ رقص رہے

اور ہو دل میں، طبیعت میں جوانی اتنی
اس سمندر میں ہو پر کیف روانی اتنی

نظر اٹھی ہی رہے صبح کے تارے کی طرف
اس دل افروز، دل آویز نظارے کی طر

دم بہ دم ساز کے پردوں کو یہ جنبش دینا
دل کا ہنگام غنا دعوت لرزش دینا

ساز و آہنگ کو آمیز بہم کر دینا
زیر ایمائے ریا سحر سے دم کر دینا

جذبۂ شوق کا ہر دل پہ اثر کر لینا
اپنی مرضی کے نشانے کو وہ سر کر لینا

پختہ کاروں کے مقدر میں فقط ہوتا ہے
ورنہ ہر حرف غلط، حرف غلط ہوتا ہے
اور بھی لائق تعریف وہ بن جاتا ہے
اور بھی قابل توصیف وہ بن جاتا ہے
تم کو شاید مری تقریر ہو معلوم بری
قلب پر برش الفاظ سے چل جائے چھری
اس حقیقت سے بھی آگاہ مگر ہو شاید
اس صداقت پہ بھی امعان نظر ہو شاید
شکل ایسی کوئی کسطرح نکل سکتی ہے
عمر مڑ کر کہیں بچپن میں بدل سکتی ہے؟
عمر تو صرف طبیعت کا پتا دیتی ہے
کتنا بچپن ابھی باقی ہے، دکھا دیتی ہے

منیجر -

ہو چکیں باتیں بہت، کچھ کام ہونا چاہئے
اب تو یہ قصہ بخیر انجام ہونا چاہئے
وقت اتنا دوسری صورت سے کام آتا بہت
یہ تماشا خلق میں مقبول ہو جاتا بہت
کسلئے بے فائدہ ہے ذکر موزونیٔ طبع؟
شاعر کامل کو ہو کیوں فکر موزونیٔ طبع؟
عالم بالا کے الہاموں کا ہو کیوں انتظار؟
شعر کی دیوی کے پیغاموں کا ہو کیوں انتظار؟
کسلئے یہ وسوسوں میں ڈالنے والوں کا طور؟
یہ رویہ کیا نہیں ہے ٹالنے والوں کا طور؟
شعر گوئی کا جو دعویٰ ہے تو پھر تیار ہو
اب گہر پاشی پہ مائل ابر دریا بار ہو
جو ہماری حاجتیں ہیں علم ہے ان کا تمہیں
جانتے ہو تم تو سب کچھ، ہم بتائیں کیا تمہیں؟

ایک میکش، ایک صہبا کش کی حاجت ہے ہمیں
ایک ایسے آب آتش کی ضرورت ہے ہمیں
کار فرما جس کے ہر قطرے میں ہو قوت کوئی
رونما ہو جس کے باطن سے بڑی طاقت کوئی
منتظر ہے اب طریق کار بھی اظہار کا
دیکھنا ہے فن اداکاری میں ہر کردار کا
اسلئے اٹھو، کرو آغاز اپنے کام کا
نام کو بھی دل میں اندیشہ نہ ہو انجام کا
تشنۂ تکمیل رہ جائے اگر کچھ کام آج
صبح یہ رہ جائے جو محروم لطف شام آج
کل بھی باقی ہے بہت کچھ کام کرنے کیلئے
زندگی ہرگز نہیں آرام کرنے کیلئے
ایک دن بھی رائگاں ہرگز نہ ہونا چاہئے
یہ خسارہ، یہ زیاں ہرگز نہ ہونا چاہئے
جو تمہارے سامنے ہو کام، بے کھٹکے کرو
فرض جو لازم ہے، سر انجام بے کھٹکے کرو
آئے جو موقع گرفت اسکی ہو مستحکم بہت
ٹھان لو جب بات کوئی دل میں ہو دم خم بہت
وقت کے گیسو پہ اپنے ہاتھ سے قبضہ کرو
جس سے ہو پایہ گراں، وہ سلسلہ پیدا کرو
ایک بار اس پھیر میں پڑنے سے بن جائے جو کام
اولاً اس فرض کا کرنا پڑے گا انصرام
آزمائش کے لئے ہے جرمنوں کی تختگاہ
جس کا جی چاہے کرے اپنے ارادوں کا نباہ

خاص دن اک، آج کا دن ہو ہمارے واسطے
کار ناممکن بھی ہو ممکن ہمارے واسطے

ہم کو ہو جس چیز کی حاجت، بہم ہوکر رہے
کام پورا ہر طرح، اے محترم! ہوکر رہے

ہاتھ آجائے ہمیں پردہ اگر درکار ہو
ہو مہیا کوئی کل پرزہ، اگر درکار ہو

چاند پر قبضہ کرو، سورج پہ تم قبضہ کرو
آئے جو دل میں وہی تیار بس نقشہ کرو

چھوٹی چھوٹی آتشیں چیزیں بکثرت ہوں بہم
وہ ستارے ہوں مہیا روشنی جن میں ہو کم

ہم کو ندیاں چاہئیں ہم کو چٹانیں چاہئیں
جن میں ہوں رومان ایسی داستانیں چاہئیں

حسب خاطر ہو نہیں سکتے درندے دستیاب
اور مشکل ہے کہ ہوں کافی پرندے دستیاب

تخت گاہ تنگ پر آجائے ساری کائنات
ہے یہی اسٹیج چھوٹا سا ہماری کائنات

جو بھی منظر ہے ہمارے سامنے دور و دراز
اس کو حاصل ہو ہماری تخت گہ پر امتیاز

اور پھر چابکتری سے ہو سزا کا انتظام
اہتمام ایسا ہو، اس کار اہم کا اہتمام

تابہ امکان تخیل تیزی رفتار ہو
ہوشیاری اتنی ہو جتنا سفر دشوار ہو

چل کے ہم فردوس سے، رخ جانب دنیا کریں
اس سے اور آگے بڑھیں تو قصد دوزخ کا کریں

تمہید : بہشت بریں میں

ربالعالمین ، میزبانان بہشت ، بعد میں مفسطوفلیس (۱) یا شیطان

(تینوں فرشتے آگے آتے ہیں)

اسرافیل

ازل سے راستہ ہے جو معین　　اسی میں ہے رواں خورشید روشن
گھری ہے راہ اس کی شورشوں سے　　بھری ہے الجھنوں سے کاوشوں سے
جو عالم کر رہے ہیں دوستداری　　حریفانہ ہیں نغمے ان سے جاری
جو دیکھا ہے یہ نظارہ یکایک　　توانائی سے تازہ ہیں ملائک
بہت اس راز کا کھلنا ہے مشکل　　کسی کو بھی نہیں قدرت یہ حاصل
ہے ساری کارسازی اک معمہ　　ہے سب قدرت طرازی اک معمہ
وہ شان روز اول آج تک ہے　　مرقع یہ مکمل آج تک ہے

ہے اس کی پائداری پائداری
رہے گا تا ابد عالم یہ جاری

جبرئیل

یہ نظارہ تحیر آفریں ہے　　نہایت تیز رفتار زمیں ہے
قیامت خیز کرو فر ہے اسکا　　ستم ہے ایک جو منظر ہے اسکا

(۱) Mephistopheles

ہے فردوس عدن کی 'دن، جو سوغات — بنا دیتی ہے اسکو تیرگی رات
بدل جاتا ہے دنیا بھر کا ماحول — کہ چھا جاتا ہے اس ماحول پر ہول
سمندر سے اچھل پڑتا ہے پانی — بلا بنتی ہے موجوں کی روانی
یہ جب کف در دہاں لیتی ہیں ٹکر — دماغ و دل کو آجاتا ہے چکر
طمانچہ ان کا جب پڑتا ہے تڑ سے — چٹانوں کو ہلا دیتی ہیں جڑ سے
یہ بن جاتی ہیں پتھر کی متھانی — بلوتا ہے سمندر ان سے پانی

کبھیں ان کا نہ آخر ہے نہ اول
عمل جاری یہ رہتا ہے مسلسل

میکائیل

جب آجاتا ہے طوفانوں کو غصہ — بپا کرتی ہیں جب موجیں یہ فتنہ
پکڑتی ہیں کبھی دامان ساحل — سمندر میں کبھی ہوتی ہیں داخل
سلاسل در سلاسل بن کے ہر لہر — رواں کرتی ہے پیہم خنجر قہر
شکوہ و شان کا عالم تو دیکھو — مزاج لجۂ برہم تو دیکھو
تباہی کا ہے کیسا تیز شعلہ — یہ شعلہ ہے تجلی خیز شعلہ
بنا کر ظلم شیوہ بجلیوں کو — دکھاتا ہے یہ رستہ بجلیوں کو
مگر اے مالک کل، سب کے آقا! — سراپا بندگی ہے ہر فرشتہ
مناتا ہے ترا یوم مکرم — زباں سے کہہ رہا ہے خیر مقدم

روش اس کی نہایت دلربا ہے
کہ ہر لمحہ حلاوت سے بھرا ہے

(تینوں فرشتوں کی ایک ساتھ آواز)

فرشتوں نے جو دیکھا ہے نظارا — ہے دل سے زور تازہ آشکارا
توانائي نئي حاصل ہوئي ہے — رگوں میں زندگي داخل ہوئي ہے

تری وسعت کا پایاں ھی نہیں ھے — کہیں تنگی نمایاں ھی نہیں ھے
تھی روز اولیں جو شان پیدا — وھی ھے از سر نو پھر ھویدا
تجھی پر ختم ھے معجز نمائی — مسلم ھے یہ تیری کبریائی
ھے تیری ارجمندی ارجمندی — بیاں ھو کسطرح تیری بلندی
رھے گی تا ابد یہ شان قائم — تری ھستی، تری ھستی ھے دائم

ھمیشہ محو خلاق رھے گی
بقا تجھ کو ھے، تو باقی رھے گی

شیطان

بہت ھم پر ھے مولا! مہرباں تو — پھر آیا ھے ھمارے درمیاں تو
خبر کیا ھے؟ یہ ھم سے پوچھتا ھے — رہ لطف و کرم سے پوچھتا ھے
ابھی تک مجھ پہ تھی تیری عنایت — ابھی تک مہرباں تھا تو نہایت
مری تالیف دل تھا کام تیرا — توجہ تھی تری، انعام تیرا
ترا دست کرم تھا میرے سر پر — مجھے ھے تیری خوشنودی میسر
نہیں ارفع مرے الفاظ کافی — معافی، صد معافی، صد معافی
جو کچھ بولونگا میں سب ھنس پڑینگے — جو لب کھولونگا میں سب ھنس پڑینگے
مری تقریر کی تحقیر ھوگی — فصاحت باعث تشہیر ھوگی
اگر میں درد دل اپنا کہوں گا — اگر میں مائل زاری رھوں گا
رھونگا خود ترے ھاتھوں سے میں خوار — کرے گا مجھ پہ تو خندوں کی بوچھار
اگر بھولا نہ ھوتا تو ھنسی یہ — ھنسی یہ، یہ تمسخر، دل لگی یہ
کہاں سے گیت میں سورج کے گاتا — کہاں سے راگ دنیاوں کے لاتا
مجھے تو آرھا ھے بس نظر یہ — مجھے دل دے رھا ھے بس خبر یہ
نہیں رکھتے سلامت ھوش اپنے — ھیں خود انساں اذیت کوش اپنے

نظر صحت سے بیگانہ ہے بے حد
مزاج ان کا حریفانہ ہے بے حد

جو چھوٹا سا زمیں کا دیوتا ہے
جہاں کا تھا وہیں کا دیوتا ہے

ذرا بھی اس میں تبدیلی نہیں ہے
تغیر کا کچھ امکاں ہی نہیں ہے

ابھی تک خام طرز و طور میں ہے
ابھی تک ابتدائی دور میں ہے

جو اس پر یہ کرم تیرا نہ ہوتا
جو اس پر باب جنت وا نہ ہوتا

نہ آنکھ اس کی طرف ہرگز اٹھاتا
نہ ہلکی سی جھلک بھی دیکھ پاتا

تن آسانی اسے ہوتی میسر
نہ ہوتا سانس لینا اسکو دوبھر

نہ ہوتی زندگی اسکو اجیرن
نہ ہوتا تنگ خوشحالی کا دامن

اسے دیتا ہے وہ ادراک کا نام
اسی کے تحت وہ کرتا ہے سب کام

بہیمانہ عمل ہوتا ہے لیکن
ٹپک پڑتا ہے فوراً خبث باطن

غضب ڈھاتی ہے اسکی حیلہ سازی
درندوں پر بھی لے جاتا ہے بازی

ترے آگے مگر کیا وقعت اس کی
خیال و خواب ہے اک عظمت اس کی

بہت ادنیٰ ہے یہ میری نظر میں
بس اک ٹڈا ہے یہ میری نظر میں

عجب انگیز ٹانگیں اس کی لمبی
تمسخر بیز ٹانگیں اس کی لمبی

لپکنا ہے یہ اس کا قابل دید
آچکنا ہے یہ اسکا قابل دید

وہ پیہم صورت پرکار پھرنا
وہ اڑ کر گھاس کے بستر پہ گرنا

وہی پھر اس پہ باسی راگ گانا
وہی پھر چھیڑنا نغمہ پرانا

نہیں ہے گھاس کے بستر پہ قانع
نہیں اس باب میں فطرت بھی مانع

مگر بے کار جان اپنی لڑاکر
رہے گا ٹانگ کیچڑ میں اڑاکر

غلاظت میں بھی سر ڈالے گا اپنا
برا احوال کر ڈالے گا اپنا

رب العالمین کا خطاب

یہی بس کیا تمھیں کہنا ہے مجھ سے؟ شکایت یہ ' یہی شکوا ہے مجھ سے؟
یہی روداد بس روداد ہے کیا؟ یہی فریاد بس فریاد ہے کیا؟
ہے جو کچھ اس جہان خشک و تر میں ہے جو کچھ اس بساط بحر و بر میں
بھرے گا کیا تمہارا دل نہ اس سے؟
مسرت ہوگی کیا حاصل نہ اس سے؟

شیطان

جہان خشک و تر کی قدر و قیمت بساط بحر و بر کی قدر و قیمت
میں یارب! بیجھجک کہتا ہوں تجھ سے بصد صدق و صفا گویا ہوں تجھ سے
بلا اک عالم ایجاد ہے یہ خرابی ہی سے بس آباد ہے یہ
اسی دریا میں بہتے ہیں یہاں لوگ بدی میں غرق رہتے ہیں یہاں لوگ
کہاں تک اے خدا ان کو ستاؤں؟
میں اس خدمت سے کیوں گھبرا نہ جاؤں؟

رب العالمین

تمھیں فاوسٹ کی بھی کچھ خبر ہے؟

شیطان

معالج جو ہے' جو اک ڈاکٹر ہے؟

رب العالمین

وہی' ہاں ہاں وہی' اے میرے بندے!
ترے قرباں ' وہی' اے میرے بندے!

شیطان

تعجب خیز ہے پرہیز اسکا
قدم اس راہ میں ہے تیز اسکا

نہ قلیہ قورمہ کھاکر جئے گا
نہ یہ اک قطرۂ مے بھی پئے گا

زمیں کی ہر غذا سے وہ بچے گا
لذائذ کی ہوا سے وہ بچے گا

بخار اس پر چڑھا ہے اورہی کچھ
نظر کا مدعا ہے اورہی کچھ

لگاکر طائر سدرہ کے شہ پر
یہ اٹھتا ہے کسی اونچی جگہ پر

یہ کچھ دیوانگی میں مبتلا سا
یہ کچھ فرزانگی میں مبتلا سا

قبول اسکو ہوائے سرگرانی
ستارہ ڈھونڈھتا ہے آسمانی

ستارہ وہ جو بحر حسن میں غرق
ستارہ وہ جو ہو رفتار میں برق

جمال آرائیاں محبوب جس کی
فلک پیمائیاں مرغوب جس کی

زمیں سے یہ تقاضا کر رہا ہے
نہایت شور برپا کر رہا ہے

مسرت دے جو بے داغ الم ہو
خوشی سے دور لاکھوں کوس غم ہو

قریب ودور جو کچھ اسکو مرغوب
نہایت دلربا حد درجہ محبوب

وہ اس سے جی تو خوش کرتا ہے پیہم
وہ ہوجاتا ہے اس میں گرچہ مدغم

دل اسکا مضطرب رہتا ہے پھر بھی
یہ شعلہ ملتہب رہتا ہے پھر بھی

نہیں پیش ہوس کچھ اس کی چلتی
نہیں صورت تشفی کی نکلتی

رب العالمین

مری خدمت یہ گو دیتا ہے انجام
مگر کرتا ہے گھبراہٹ سے ہر کام

قدم زن ہے طریق پرخلل میں
ابھی ہے بے تکاپن ہر عمل میں

دکھاؤں گا مگر میں راہ اس کو
عطا ہوگا دل آگاہ اس کو

نظر کو نور سا میں نور دونگا
سحر کو جلوۂ کافور دونگا

مٹے گی شام حسرت کی سیاھی نہ شمہ بھر رہے گی کم نگاھی
رگ ھر برگ کو پہچانتا ہے جو مالی ہے وہ یہ گر جانتا ہے
لگایا تھا کبھی جو اس نے پودا
بڑا ھوکر وہ کب پھولے پھلے گا؟

شیطان

الٰہی! شرط کچھ تو مجھ سے بدلے رہے گا پھر کے یہ انسان تجھ سے
نہیں محفوظ تیرے ساتھ سے یہ چلا جائے گا تیرے ھاتھ سے یہ
نہ کچھ تجھ سے کرے گا حیلہ سازی لگا دے داؤں پر تو اپنی بازی
مجھے اس بات کی ورنہ اجازت گوارا میں کروں اس کی قیادت
بنوں اک اک قدم پر رہنما میں دکھاؤں اسکو اپنا راستا میں
تجھے کچھ ھچکچاھٹ اس میں کیوں ھو؟
تامل کو لگاوٹ اس میں کیوں ھو؟

رب العالمین

اجازت، ھاں خوشی سے ہے اجازت مجھے کیا ھچکچاھٹ کی ضرورت؟
چلاؤ اپنی مرضی کے مطابق تمھارا مشورہ ھوتا ہے فائق
مگر اسوقت تک ہے یہ اجازت تن خاکی میں ہے جب تک سکونت
گھر اسکا ہے مکان دھر جب تک ہے شہر اسکا یہ فانی شہر جب تک
عمل تو آدمی کی زندگی ہے عمل ھر آدمی کو لازمی ہے
عمل ھوگا تو پھر ھوگی خطا بھی
بھلا سکتا ہے رھرو راستا بھی

شیطان

ہزاروں شکریے، اے مالک کل! بڑے احسان ترے، اے مالک کل!
مجھے کب کام لاشوں سے رہا ہے تعلق ہی مرا مردوں سے کیا ہے
نہیں میرا ذرا بھی میل ان سے کبھی کھیلا ہے کوئی کھیل ان سے؟
مجھے تو عشق اس رخسار سے ہے مشابہ جو گل گلزار سے ہے
کچوری کی طرح پھولے ہوں جو گال مری چشم ہوس میں ہے وہ تر مال
ہے کیا یہ بذلہ سنجی؟ یہ ظرافت تن بے جاں سے ہو میری ضیافت
مزا کیا جان اگر بیکار لے لے
میں وہ بلی ہوں جو چوہوں سے کھیلے

رب العالمین

ہمیں منظور ہیں باتیں تمہاری بڑی دلچسپ ہیں گھاتیں تمہاری
مری جانب سے ہے تم کو اجازت عطا کرتا ہوں ایسا دست قدرت
تم اسکو اپنے بس میں لا سکو گے تم اسکو شوق سے بہکا سکو گے
رخ اسکا اپنے مصدر سے پھرے گا یہ نیچے بام رفعت سے گرے گا
کرے گی اسکی جب تذلیل و خواری سواری اسکی گردن پر تمہاری
سر اسکا جب سراسر جھک سکے گا فلک یہ جب زمیں پر جھک سکے گا
جب اسکو جان کا اندیشہ ہوگا جب اس نقصان کا اندیشہ ہوگا
ندامت سے سر اپنا خم کرے گا زیان ہوش پر ماتم کرے گا
یہ ہوگا پرسش اعمال میں گم یہ ہوگا جرم کے اقبال میں گم
ہے جس انسان کی فطرت میں نیکی ہے جس انسان کی خصلت میں نیکی
بھٹک کر راہ پر آجائے گا پھر وہیں بار دگر آجائے گا پھر
قدم اسکا جہاں پہلے جما تھا جہاں وہ بام الفت پر رسا تھا

رہے وہ خواہ کتنا تیرہ مشرب
ہوں اچٹی اچٹی کتنی ہی نگاہیں
پھر آجائے گا غالب تیرگی پر
پھرے گا رخ پھر اسکی زندگی کا

رہے وہ خواہ کتنا پست منصب
نہ بھولے گا کبھی نیکی کی راہیں
نظر اٹھ کر رہے گی روشنی پر
چڑھے گا خول پھر تا بندگی کا

شیطان

مرے مولا ! میں یہ سب جانتا ہوں
مرا مقصد تو ہے کچھ اور، مالک !
برنگ اسپ میرا مدعا ہے
تذبذب میرا شیوہ ہی نہیں ہے
جو باب کامرانی مجھ پہ وا ہو
ترے ہاتھوں سے میں پاؤں وہ انعام
مثال اپنی ہو خود جس کی فضیلت
اگر ہے جیت کوئی واقعی جیت
ہے بے شک درجنوں جیتوں پہ فائق
ابھی وہ دانت مارے گا زمیں پر
ابھی وہ شوق سے چاٹے گا مٹی

مرے آقا ! میں یہ سب جانتا ہوں
جداگانہ ہیں میرے طور، مالک !
یہ گھوڑا بے محابا دوڑتا ہے
مجھے ہر کامیابی کا یقیں ہے
عطیہ بہتریں مجھ کو عطا ہو
مجھے حاصل ہو وہ اعزاز و اکرام
نہ ہو جس سے سوا کچھ بیش قیمت
نہ ہو جو کامیابی نام کی جیت
اسی کا ذکر ہے شہرت کے لائق
ابھی وہ پھن ابھارے گا زمیں پر
روش اس کی ہے بالکل سانپ کی سی

ازل سے وہ مرا بھائی چچیرا
بلوں میں جسکا رہتا ہے بسیرا

رب العالمین

جو غنچہ دل کا ہے کھل کر رہے گا
یہ جو ہمدم ہے، ساتھی ہے تمہارا

تمہارا حق تمہیں مل کر رہے گا
وجود اس کا بھی ہے مجھ کو گوارا

نہیں مجھ کو ذرا بھی اس سے نفرت
نہیں اس پر کبھی چشم ملامت

ہوا لاکھوں کو سرتابی کا یارا
نہ جانے کر گئے کتنے کنارا

نہیں گو دل نشیں کردار اسکا
نہیں مجھ پر ذرا بھی بار اسکا

مساعی جسقدر کرتا ھے انساں
یہ جو عیب و ھنر کرتا ھے انساں

وہ اپنی سطح سے نیچے بہت ھیں
وہ ادنیٰ اپنے منصب سے بہت ھیں

اسے درکار عیش بے جزا ھے
وہ ایسے سازوساماں ڈھونڈھتا ھے

لحاظ جذبۂ کامل ھو جس میں
نہ کوئی شرط بھی شامل ھو جس میں

عطا کرتا ھوں یہ منصب میں اسکو
روانہ کر رھا ھوں اب میں اسکو

ابھارے گا، یہ اکسائے گا سب کو
خود اپنی راہ پر لائے گا سب کو

بڑی کوشش بڑی محنت کرے گا
عوام الناس کی خدمت کرے گا

مگر اے پاک فرزندان جنت!
مگر اے رونق ایوان جنت!

نظر آئے گی تم کو اس کی صورت
کہیں گے حسن کی سب جسکو مورت

میسر دید یہ باخیر ھوگی
جمال دلنشیں کی سیر ھوگی

مکمل حسن کا تم لطف لوگے
مکمل حسن کی تم داد دوگے

جگہ پاکر نگاہ مستقل میں
محبت گھر کرے گی کنج دل میں

محبت بھی وہ کیسی؟ جاودانی
محبت بھی وہ کیسی؟ غیر فانی

مسلسل ارتقا کا دور ھوگا
کمال بے کراں کا طور ھوگا

حیات اپنی دکھائے گی کرامت
عیاں ھوگی رگوں سے استقامت

یقیں اس دور کے ھمرہ رھے گا
جہان غور کے ھمرہ رھے گا

ھے جو کچھ بھی حیات عارضی میں
جو ساز و برگ ھے اس زندگی میں

تخیل سے اسے مربوط کردو
تم اسکا سلسلہ مضبوط کردو

قیام اسکا ھو استحکام کے ساتھ
دوام اسکا ھو استحکام کے ساتھ

(بہشت کا دروازہ کھلتا ھے اور فرشتے جاتے ھیں)

شیطان

آخر اس سے فائدہ کیا ہے کہ میں تنہا رہوں
چاہتا ہوں آئے دن ناظم سے میں ملتا رہوں
ہو شرافت انتما یہ باہمی وابستگی
ہو نجابت آشنا یہ باہمی وابستگی
احتیاط اتنی رہے دونوں میں فرق آنے نہ پائے
جذبۂ بیگانگی دل میں جگہ پانے نہ پائے
جوہر تہذیب جس میں ہے، شرافت جس میں ہے
جو ثقافت کا مرقع ہے، نجابت جس میں ہے
دوستانہ گفتگو کرتا ہے سب کے ساتھ وہ
اک جہاں سے پیش آتا ہے ادب کے ساتھ وہ
اسکے رستے میں کسی کا عیب بھی حارج نہیں
اس کی خوش خلقی سے تو شیطان بھی خارج نہیں

++
+

فاوسٹ : ایک حزنیہ

پہلا حصہ

وقت شب — فاوسٹ کی مطالعہ گاہ

(فاوسٹ ایک کسی قدر تنگ ایوان میں جس پر ایک بلند گنبد بنا ہوا ہے اور جس کی محرابیں نکیلی ہیں اپنی کام کرنے والی میز پر بے چین نظر آرہا ہے۔ اس کی زبان پر یہ اشعار ہیں)

میں علم و عظمت پر قادر — قانون و طبابت کا ماہر
جو بھید تھا سب کا جان لیا — سب کو پرکھا ، پہچان لیا
بیکار گیا علم یزداں — افسوس! ہوا ہر شے کا زیاں
گر خون پسینہ ایک کیا — آزار یہ خود ہی مول لیا
عالم بھی بنا ، فاضل بھی بنا — ماہر بھی بنا ، کامل بھی بنا
میں بیچارہ ناداں ہی رہا — آئینہ صفت حیراں ہی رہا
جو عقل و فراست تھی پہلے — جتنی بھی ذکاوت تھی پہلے
کچھ بھی نہ اضافہ اس میں ہوا — میں جیسا تھا ویسا ہی رہا
میں کامل بھی کہلاتا ہوں — میں فاضل بھی کہلاتا ہوں
دس سال سے بے آرام و سکوں — پڑھتا ہوں اور پڑھاتا ہوں
شاگردوں کو دیتا ہوں سبق — کرتا ہوں عیاں اسرار ادق
ٹیڑھے یا سیدھے رستے سے — ہم طے کرتے ہیں سفر اپنے
پھر بھی یہی عقل میں آتا ہے — دل مجھ کو یہی سمجھاتا ہے

لا علمی بس تقدیر میں ہے اک رنگ یہی تصویر میں ہے
اور اس سے مجھ کو نفرت ہے دل میں وحشت سی وحشت ہے
کوسوں مجھ سے پیچھے سب ہیں کم علم ہیں، طفل مکتب ہیں
ہو فاضل، آگہ راز کوئی یا عالم شیخی باز کوئی
دیندار کوئی یا عابد ہو مومن ہو کوئی یا زاہد ہو
یا اور کوئی ایرا غیرا نتھو ہو کوئی یا ہو خیرا
ہر شک کی دوا کرسکتا ہوں ہر وہم فنا کر سکتا ہوں
دوزخ سے مجھے کچھ باک نہیں شیطان سے خطرہ خاک نہیں
پھر بھی محروم ہوں راحت سے ہوں کوسوں دور مسرت سے
معلوم بخوبی ہے یہ مجھے ہیں علم کے لاکھوں ہتھکنڈے
ہر پیچ ہے اسکی راہ بہت اس بات سے ہوں آگاہ بہت
انساں کو بدلنا مشکل ہے حسرت یہ نکلنا مشکل ہے
یہ میرے بس کی بات نہیں اتنی میری اوقات نہیں
راہیں جتنی بھی دکھاتا ہوں جو کچھ اوروں کو سکھاتا ہوں
بے مائگی اس کی جانتا ہوں کم ظرفی اس کی جانتا ہوں
نادار بھی اس کے ساتھ ہوں میں محتاج ہوں خالی ہاتھ ہوں میں
کچھ مال و دولت پاس نہیں دنیا کی عزت پاس نہیں
جب پاس نہ ہو اک پیسا بھی اس حال میں تو اک کتا بھی
کیا زیست بسر کر سکتا ہے کسطرح گزر کر سکتا ہے
اب اور ہی راہ میں چلتا ہوں دستور حیات بدلتا ہوں
اب شغل مرا جادو ہوگا بھوتوں پہ مرا قابو ہوگا
دیکھوں فن کیا کر سکتا ہے کچھ غم کی دوا کر سکتا ہے
جادو یہ دکھا بھی سکتا ہوں روحوں کو بلا بھی سکتا ہوں

جنات کچھ اپنی قدرت سے   اعجاز عمل کی ندرت سے
سن سکتے ہیں پیغام مرا   کر سکتے ہیں کچھ کام مرا
قدرت کے جتنے راز بھی ہیں   آہنگ جو ہیں جو ساز بھی ہیں
سب مجھ پہ عیاں کر سکتے ہیں   ہر بھید بیاں کر سکتے ہیں
مایا جو ناچ نچاتی ہے   لا علمی جو بھکاتی ہے
کیا اس سے بچا بھی سکتے ہیں؟   یہ کشف دکھا بھی سکتے ہیں؟
پھر داغ الم دھل جائے گا   ہر راز نہاں کھل جائے گا
مجھ کو یہ ہنر آجائے گا   بھید ان کا نظر آجائے گا
جوہر جو یہ سب پوشیدہ ہیں   دیدہ ہیں وہ یا نا دیدہ ہیں
آمیز جو باہم ہوتے ہیں   آپس میں مدغم ہوتے ہیں
کسطرح عمل یہ ہوتا ہے   کیا عقدہ حل یہ ہوتا ہے
اس ارض و سما کے حلقے میں   اس ہر دو سرا کے حلقے میں
اسباب مہیا ہیں کیا کیا   اس جسم میں اجزا ہیں کیا کیا
لفاظی سے منہ موڑوں گا   باتوں کا بنانا چھوڑوں گا
اے رات روپہلی رنگت کی؟   کیا بات ہے تیری سطوت کی
اے چاند! نہ مجھ پر ڈال نظر   ابتر ہے مری حالت ابتر
دلسوز' میں آدھی رات کے وقت   ہر روز میں آدھی رات کے وقت
کرتا ہوں تمہارا نظارہ   یہ پیارا پیارا نظارہ
گھورا ہے تمہاری سمت بہت   دیکھا ہے تمہاری سمت بہت
جب چال میں بے حد نرمی سے   محتاط بہت سرگرمی سے
سر پر سے مرے تم گزرے ہو   دفتر سے مرے تم گزرے ہو
محبوب کتابوں کے اوپر   مرغوب کتابوں کے اوپر
میرے کاغذ کے ڈھیروں پر   ان اونچے اونچے ڈھیروں پر

اس طرح کی راہیں ڈالی ہیں　　تم نے وہ نگاہیں ڈالی ہیں
اندوہ تھا جن میں، غم جن میں　　ماتم سا تھا کچھ ماتم جن میں
پھر بھی اخلاص ٹپکتا تھا　　اک جذبۂ دوست جھلکتا تھا
اے چاند ہے یہ بھی کیا ممکن؟　　ہو سکتا ہے ایسا ممکن؟
کیا میری روح کا طائر بھی　　یہ رہرو بھی، یہ زائر بھی
پرنور پہاڑی راہوں میں　　تا دور پہاڑی راہوں میں
آہستہ روی کر سکتا ہے؟　　یہ کام کبھی کر سکتا ہے؟
بھوتوں کا سایہ ساتھ لئے　　یہ سب سرمایہ ساتھ لئے
غاروں میں قدم رکھ سکتا ہے　　اس پھل کا مزہ چکھ سکتا ہے
یا جا کے چراگاہوں میں کہیں　　ان گھاس بھری راہوں میں کہیں
ان کی چمکیلی چاندی سے　　ہر روز نویلی چاندی سے
کیا تار کشی کر سکتا ہے؟　　یہ روپ بھی کیا بھر سکتا ہے؟
میں تاکہ بس اب کافور رہوں　　اس علم کی آنچ سے دور رہوں
جو تیز نہیں ہے ہلکی ہے　　اور پھر بھی دھواں دے دیتی ہے
مسحور بہت اس عالم سے　　یوں چاندنی رات کی شبنم سے

نقشِ ہستی میں رنگ بھروں
میں خوب نہاؤں، غسل کروں

یہ روح تو لیکن قید میں ہے　　اس وقت لباس صید میں ہے
محصور یہ چاروں سمت سے ہے　　مجبور یہ چاروں سمت سے ہے
دیواروں سے ہر وقت گھری　　ہے کچھ اس سے تقدیر پھری
مردود ہے، قابل نفرت ہے　　یہ روح تو ایک مصیبت ہے
جنت کی بھی روشنی احسن　　ہے پیار بھرا جس کا دامن
نقشی شیشے کے اندر سے　　ہو کر عاری اس جوہر سے

جب اسکی طرف سے گزرتی ہے — جب قصد ادھر کا کرتی ہے

اندوہ اسے کھا لیتا ہے — غم اس پہ ستم ڈھا دیتا ہے

کیا خوب ہے یہ اعزازوشرف — ڈھیروں ہیں کتابیں چار طرف

دیمک جنھیں کھائے جاتی ہے — مٹی میں ملائے جاتی ہے

ہیں یہ جو چھتیں اونچی اونچی — جن پر چھتری ہے گنبد کی

ان پر بھی ڈھیروں کاغذ ہیں — ان پر بھی سیروں کاغذ ہیں

دفتر کے دفتر رکھے ہیں — مدت سے ان پر رکھے ہیں

اور ان پہ دھواں سا چھایا ہے — تاریک بہت یہ سایا ہے

یہ چھوٹا سا کاشانہ ہے — ہاں تنگ اسکا پیمانہ ہے

ساماں ہے مگر اس میں کتنا — اسباب سا ہے اسباب بھرا

کتنے ہی گھڑے ہیں مٹکے ہیں — اوزار ہزاروں لٹکے ہیں

ہے اس کے علاوہ اور ستم — یہ کاٹھ کباڑ اگڑم بگڑم

جو ورثے میں ہاتھ آیا ہے — اسلاف کا جو سرمایہ ہے

بوجھا ہے کتنا اسکا بھی — ہے دل پر صدما اسکا بھی

جس میں یہ قضیے رہتے ہیں
اس کو مری دنیا کہتے ہیں

جب میرے سینے کے اندر — ہوجائے گا میرے دل پہ اثر

جب یہ لنگڑا ہوجائے گا — جب یہ لولا ہوجائے گا

دہشت اس پر طاری ہوگی — ہیبت اس میں ساری ہوگی

میں سکتے میں رہ جاؤں گا — اس دریا میں بہہ جاؤں گا

اس زیست کے جتنے چشمے ہیں — بہنے کو تو بہنے لگتے ہیں

لیکن پھر سوکھ بھی جاتے ہیں — خشکی کی زد میں آتے ہیں

محروم سے وہ ہو جاتے ہیں — مظلوم سے وہ ہو جاتے ہیں

وہ سانس جو دین خدا کی ہے　　قدرت نے ہمیں جو عطا کی ہے
اس سے ہمیں سب کچھ ملتا ہے　　اس سے ہستی کا یہ جلوہ ہے
لیکن یہ مری قسمت میں نہیں　　قبضے میں نہیں قدرت میں نہیں
ہر وقت دھویں سے مطلب ہے　　ان چیزوں سے فرصت کب ہے
میرے اس گھر سے دور بہت　　پایان نظر سے دور بہت
گردوں آثار بلندی پر　　مثل مینار بلندی پر
اک اور ہی خطۂ دور و دراز　　اک اور ہی قریۂ دور و دراز
اس بے حد خفیہ نسخے میں　　مخفی مستور صحیفے میں
جو راہ نما اب میرا ہے　　نسطرادیمس (۱) نے لکھا ہے
اب دیکھ رہا ہے راہ مری　　معلوم ہے اس کو چاہ مری
اور اس سے زیادہ راہنما　　کیا میرے لئے کوئی ہوگا
کیوں اور کسی کا فکر کروں　　کیوں اور کسی کا ذکر کروں
مسکن ہے ستاروں میں جن کا　　اب ان کو پڑھوں گا سمجھوں گا
اب غور کروں گا میں اکثر　　ان نکتوں پر ان رمزوں پر
دانائی قدرت کیا شے ہے　　یہ عقل یہ حکمت کیا شے ہے
بڑھتی ہوئی روح کی طاقت سے　　اس کی امکانی قوت سے
یہ علم کروں گا حاصل میں　　ہو جاؤں گا اس میں کامل میں
جب منہہ یہ روحیں کھولتی ہیں　　کیسے آپس میں بولتی ہیں
اک پاک علامت کے معنی　　اک نقش کے صورت کے معنی
امکان فرد سے باہر ہیں　　منطق کی حد سے باہر ہیں
دنیا انہیں جان نہیں سکتی　　ہرگز پہچان نہیں سکتی
اسرار کا پیکر، اے روحو!　　رازوں کا مصدر، اے روحو!

Nostradamus - (۱)

جو میرے قرب میں آتی ہو ہردم سر پر منڈلاتی ہو
بولو بولو کچھ تو بولو ہاں منھہ کھولو، ہاں منھہ کھولو
تم میری صدا سن سکتی ہو؟
کہتا ہوں میں کیا، سن سکتی ہو؟

(کتاب کھولتا ھے اور عالم کبیر کی نشانی پر روشنی ڈالتا ھے، پھر کہتا ھے)

ارے دیکھنا کوئی، یہ بات کیا ھے؟ مرا حال اس وقت حیرت فزا ھے
طبیعت گلستاں ہوئی جا رہی ھے خوشی سی امڈتی چلی آرہی ھے
بہے جارھے ھیں حواس اسکی رو میں ھے تیزی جو یہ بے قیاس اسکی رو میں
نشاط مقدس جو ھے زندگی کی جو ھے کیفیت اس میں تابندگی کی
کسی ماہرو کی طرح جو جواں ھے مرے سامنے اسکا چشمہ رواں ھے
رگوں میں لہو جوش سا کھا رہا ھے مرے دل کا غنچہ کھلا جا رہا ھے
پر اسرار یہ کارخانہ بلا کا بنایا ہوا ھے کسی دیوتا کا
مچی تھی مری روح میں ایک ہلچل پر آشوب تھی کیفیت یہ مسلسل
ہوئی جا رہی ھے مگر دور اس سے پریدہ ھے یہ مثل کافور اس سے
ابھی تک جو میں جان یوں کھو رہا تھا ابھی تک جو منحوس دل رو رہا تھا
کچھ اسکی مسرت کا پایاں نہیں ھے ذرا بھی وہ درد اب نمایاں نہیں ھے
وہ دنیا جو آنکھوں سے اب تک نہاں تھی وہ دنیا، وہ مخفی سی اک داستاں تھی
مری روح کے سامنے جلوہ گر ھے نشاط جگر، انبساط نظر ھے
کھلے جا رہے ھیں سب اسرار قدرت ھے جلوہ ہر اک آئینہ دار قدرت
گماں ہو رہا ھے خدا میں ہی خود ہوں جو حاضر ھے وہ دیوتا میں ہی خود ہوں
لپک دے رہا ھے چراغ تصور اچھل سا رہا ھے ایاغ تصور

وظیفہ کرامات کا پڑھ رہا ہوں — معمہ علامات کا پڑھ رہا ہوں
یہ کیسی صدا وقت شب آرہی ہے — سنو، رات یہ گیت کیا گا رہی ہے
نہیں نام کو بھی انہیں نیند آتی — نہیں بار یہ چشم گردوں میں پاتی
بالآخر یہ سمجھو، بالآخر یہ جانو — کسی مرد بینا کا یہ قول مانو
کہ دنیائے ارواح مخفی نہیں ہے — سپرد عدم ان کی ہستی نہیں ہے
اگر ہے تو ہے خود مرا دل ہی مردہ — بجھا ہے برنگ چراغ فسردہ
حجاب افگنی سی حجاب افگنی ہے — نگاہوں کے آگے یہ چادر تنی ہے
ہیں جتنے بھی حس سب پہ پردا پڑا ہے — یہ وہ گھر ہے اک جس میں تالا پڑا ہے
مگر اے طلبگار علم نہانی؟ — تجھے کس لئے اسقدر سرگرانی؟
مزا لے، ذرا زندگی کا مزا لے — گلابی سحر کی ندی میں نہالے
وہ سینہ ترا جو ابھی تک ہے خاکی — نہیں جس میں پیدا ابھی تابناکی

سحر کی تجلی میں غوطے لگائے
نہائے یم عافیت میں نہائے

(فاؤسٹ علامات کا مطالعہ کرتا ہے اور کہتا ہے)

جتنی چیزیں بھی ہیں وہ یکتا ہیں — پھر بھی شیروشکر ہیں، یکجا ہیں
درمیاں ان کے ربط باہم ہے — ایک شے دوسری سے مدغم ہے
اور یہ جزو بستۂ کل ہے — ان کے مابین اک تسلسل ہے
ہے عجب انہماک دونوں میں — ہے عجب اشتراک دونوں میں
کام کے رکن ہیں یہ، کام کے رکن — اور دونوں ہیں اک نظام کے رکن
جب یہ ہوتے ہیں مائل پرواز — جب یہ کرتے ہیں قصد سوئے فراز
عرش سے کامگار ہوتے ہیں — اس فرس(۱) پر سوار ہوتے ہیں
ہر سفید و سیاہ کے مالک — قربت بے پناہ کے مالک

(۱) فرس یعنی گھوڑا

یہی اجزا تمام بنتے ہیں
فرش سے اٹھ کے بام بنتے ہیں

قوتوں کے یہ مالکان عظیم
یہ خدایان آسمان عظیم

بام فردوس جاودانی پر
زینۂ اوج آسمانی پر

ظرف زر ایک سمت لیتے ہیں
ظرف زر ایک سمت دیتے ہیں

وہ جو اُن کی عظیم شہ پر ہیں
نکہت عیش سے معطر ہیں

جملہ اشیا میں ہے ظہور ان کا
نور کون و مکاں ہے نور ان کا

وہی فرش زمیں پہ سائر ہیں
وہی عرش بریں پہ دائر ہیں

ہے ہم آہنگ ان سے دھر تمام
ہے مسلسل وجود کا یہ نظام

اس تماشے کا اور چھور نہیں
ہوں سرے جس میں یہ وہ ڈور نہیں

پھر بھی یہ طرفہ تر تماشا ہے
اس نمائش کا ڈھنگ انوکھا ہے

نہیں ممکن کبھی اسے چھولوں
کیسے اس پھول کی میں خوشبو لوں

میں ہوں اس کی گرفت سے قاصر
میں ہوں اسکے خیال سے خاسر

اس کی منت بھی کر نہیں سکتا
اس کی حد میں گزر نہیں سکتا

منہ چڑاتی ہے مجھ کو یہ کیا کیا
کبھی کرتا بھی ہوں جو قصد اس کا

ہیں کہاں قدرتی وہ سر چشمے
جس سے پیتے ہیں دودھ سب بچے

وہ خزانہ کہاں ہے کوئی بتائے
وہ ٹھکانا کہاں ہے کوئی بتائے

جس سے ملتی ہے زندگی کی غذا
جس سے بہتا ہے دودھ کا دریا

مری انا' عجیب تر دایہ
پاس تیرے ہے کتنا سرمایہ

ندیاں دودھ کی بہاتی ہے
خوب جھک کر مجھے پلاتی ہے

پھر بھی میں تشنہ کام رہتا ہوں
پھر بھی پیاسا مدام رہتا ہوں

روح میری بجھی سی رہتی ہے
مجھ کو اک بے کلی سی رہتی ہے

ختم بے ہودگی نہیں ہوتی
میری آسودگی نہیں ہوتی

[بے چینی سے صفحے کے صفحے پلٹنے لگتا ہے حتیٰ کہ اس کی نظر کرۂ ناسوت (خاکی) کی روح کے نشان پر پڑتی ہے اور وہ پھر کہنا شروع کردیتا ہے۔]

واہ کیا خوب یہ علامت ہے　　اس میں کچھ کشف ہے، کرامت ہے
مجھ کو محسوس کیا یہ ہوتا ہے　　اک تغیر سا مجھ میں پیدا ہے
کیوں ہے یہ آب و گل میں تبدیلی　　کیوں ہے یہ روح و دل میں تبدیلی
مجھ پہ طاری ہے اضطراب عجیب　　مجھ میں پیدا ہے انقلاب عجیب
آہ اے روح طبقۂ خاکی　　آہ اے جان کرۂ خاکی
ہم تو وابستۂ زمیں ٹھہریں　　حامل رشتۂ قریں ٹھہریں
آؤ، تم میرے پاس آؤ ذرا　　بے خطر، بے ہراس آؤ ذرا
دل مرا مستمند ہے اس وقت　　روح میری بلند ہے اس وقت
زوروطاقت میں بڑھ رہا ہوں میں　　بام رفعت پہ چڑھ رہا ہوں میں
اب یہ شفاف کچھ ہیں پہلے سے　　اور بھی صاف کچھ ہیں پہلے سے
یہ اثر ہے شراب کا گویا　　جس سے ہوتی ہے تازگی پیدا
مجھ میں ہمت سی آئی جاتی ہے　　مجھ میں جرائت سمائی جاتی ہے
تاکہ دنیا کے ساتھ ٹکر لوں　　اس کے حملوں کو بے اثر کردوں
میری قسمت قضا پہ حاوی ہو　　غیب کے مدعا پہ حاوی ہو
شور طوفاں سے دل دہل نہ سکے　　میرے آگے ہوا یہ چل نہ سکے
رنج ہو خواہ، خواہ راحت ہو　　سب سے بیگانہ میری فطرت ہو
لاکھ سامان ہو تباہی کا　　لاکھ امکان ہو تباہی کا
خواہ کتنا ہی رنج ارزاں ہو　　پائے ہمت ذرا نہ لرزاں ہو
دل کے دل سر پہ چھائے ہیں بادل　　یہ امڈ کر جو آئے ہیں بادل

آگیا چاند ان کے نرغے میں   اس کو چھپنا پڑا ہے پردے میں

کسقدر تیرگی ہے، ظلمت ہے   لیمپ کی روشنی بھی رخصت ہے

ابخرا سا پھر ایک اٹھتا ہے   کپکپی سی کچھ اس میں پیدا ہے

یہ دھواں سا جو سر پہ لرزاں ہے   اس میں سرخی سی اک نمایاں ہے

سر پہ میرے اچھل کے آتا ہے   مجھ پہ برچھے سے یہ چلاتا ہے

رینگ کر کوئی گنبدی چھت سے   دوڑ کر میری سمت سرعت سے

مجھ کو فوراً دبوچے لیتا ہے   بھینچ سا بھینچ مجھ کو دیتا ہے

میری مہمان روح پر ہیبت   جس نے منظور کی مری دعوت

مجھے معلوم ہے تم آئی ہو   صرف انداز خود نمائی ہو

آؤ آگے ذرا قدم تو بڑھاؤ   رخ سے اپنے نقاب تو یہ اٹھاؤ

میرے جذبات میں تلاطم ہے   میرے جذبات میں تصادم ہے

شورشیں سی ہیں شورشیں دل میں   کاہشیں سی ہیں کاہشیں دل میں

شکل آئینہ ہوں میں ششدر سا   کھا رہا ہے دماغ چکر سا

کتنی گھبراہٹیں حواس میں ہیں   مبتلا خوف میں ہراس میں ہیں

کسقدر حال ہے بتر میرا   بہر تسلیم خم ہے سر میرا

خود سے محروم میں جو ہو بیٹھوں   یعنی اپنا وجود کھو بیٹھوں

مجھ کو اس کی ذرا نہیں پروا   تم سے اصرار ہے یہی میرا

کام میرا ضرور پورا ہو   بار آور مری تمنا ہو

کسی عنواں یہ بیکلی جائے   غم نہیں جان اگر چلی جائے

(کتاب ہاتھ میں لے کر روح کی پوشیدہ علامت پڑھتا ہے۔ اسی وقت ایک شعلہ اٹھتا ہے اور روح اس شعلے سے نمودار ہو جاتی ہے)

روح - کس نے مجھ کو یہاں بلایا ہے ؟

فاؤسٹ (گھوم کر) - اُف یہ کتنا مہیب سایہ ہے!

روح - آخرکار مجھے تم نے طلب کر ہی لیا
تھا جو کچھ بس میں بہرحال وہ سب کرہی لیا
زور و طاقت سے مجھے کھینچ کے لے آئے ہو
داد ہمت مرے ایوان میں دے آئے ہو

فاؤسٹ - اور اب خوف وہ چھایا ہے' پریشاں ہوں میں
بید لرزاں کی طرح خوف سے لرزاں ہوں میں
تم مرے پاس نہ اب آؤ' نہ آؤ ہرگز
مجھ کو صورت نہ دکھاؤ' نہ دکھاؤ ہرگز

روح - میرے دیدار کے خواہاں تھے' طلبگار تھے تم
حبس انفاس کے زنداں میں گرفتار تھے تم
میری آواز کے سننے کا تھا ارماں بہت
شوق دیدار سے رہتے تھے پریشان بہت
بصد اخلاص سر بام ریاضت چڑھ کر
کر لیا تم نے مجھے بس میں دعائیں پڑھ کر
اب تو میں آہی گئی' یاد کیا تھا تم نے
یوں علاج دل ناشاد کیا تھا تم نے
نوع انساں میں سمجھتی ہوں میں فائق تم کو
جانتی ہوں شرف و اوج کے لائق تم کو

خوف سے کیوں یہ بتر حال ہوا جاتا ہے
رنگ اب کس لئے ہونٹوں سے اڑا جاتا ہے

اب کہاں روح کی فریاد ہے؟ بولو تو ذرا
اب کہاں نالۂ ناشاد ہے؟ بولو تو ذرا

اب تمہارا جگر حشر بداماں ہے کہاں؟
اک نئے دہر کی تشکیل کا امکاں ہے کہاں؟

جنم دینے کے لئے اس کو وہ سودا ہے کدھر؟
اس کو پروان چڑھانے کی تمنا ہے کدھر؟

جس میں تھی تابشِ انوار، وہ دل اب ہے کہاں؟
جو بلندی سے تھا ضوبار، وہ دل اب ہے کہاں؟

کون تھا غیب سے روحوں کو بلانے والا؟
مشورہ کار انہیں اپنا بنانے والا

جس نے کھائے تھے مرے کان وہ فاؤسٹ ہو تم
ضیق میں جس سے پڑی جان وہ فاؤسٹ ہو تم

مجھ سے ملنے کے لئے راہ یہ طے کی جس نے
مجھ کو تکلیف ملاقات کی یہ دی جس نے

مجھ سے ملنے کے لئے وقت کا اعلان کیا
مجھ سے ملنے کے لئے جس نے یہ سامان کیا

اب جو میں سامنے حاضر ہوں تو دہشت کیوں ہے؟
کیا سبب خوف کا آخر ہے؟ یہ وحشت کیوں ہے؟

میرے انفاس سے غلطیدہ و پیچاں کیوں ہو؟
اب مکوڑوں کی طرح زلزلہ ساماں کیوں ہو؟

فاؤسٹ ۔ کیا کہا اے شعلہ پیکر، تم نے مجھ سے کیا کہا؟
میں تمہارے سامنے آکر کھسک جاؤنگا کیا ؟
کہتے ھیں فاؤسٹ مجھ کو، میں تمہارا ھوں حریف
کم نہیں تم سے کسی عنواں مری ذات شریف

روح ۔
عمل کا یہ طوفاں، یہ سیل حیات — یہ سب شورش عالم کائنات
خود اپنی ھی موجوں پہ چلتی ھوں میں — خود اپنے ھی پہلو بدلتی ھوں میں
مرے سامنے ھے یہ سب ساز و برگ — ھے اک سمت ھستی، ھے اک سمت مرگ
یہ اک بحر ھے، بحر بھی بے کنار — کہیں بھی نہیں اس کا پایان کار
یہ ھستی کا جیسا بھی ھے تار و پود — میں دیتی ھوں اسکو مسلسل وجود
یہ شکلیں جو ھیں بے شمار و حساب — بہم مختلط ھیں بصد آب و تاب
زمانے کا ھے یہ جو چرخ دوام — کئے جارھی ھوں اسی پر میں کام
بناتی ھوں وہ پارچہ زیست کا — ھے تن پوش جس سے وہ ذات علی
جسے پوجتے ھیں خواص و عوام — بڑا پاک و برتر ھے جسکا مقام

فاؤسٹ ۔ اے صبا رفتار، روح آشکار ؟
تم ھو گو اک بحر نا پیدا کنار
کوئی منصوبوں کا پایاں ھی نہیں
حد کہیں جس کی نمایاں ھی نہیں
پھر بھی ھم دونوں کی فطرت ایک ھے
ماھیت یکساں، جبلت ایک ھے

روح ۔
جس روح کو پاس بلاتے ھو منہ اسکے تم ایسے آتے ھو

کب تم سے آنکھ ملاتی ہوں　لو میں تو کھسکی جاتی ہوں

(یہ کہہ کر روح چلی جاتی ہے)

فاؤسٹ - تم جاتی ہو، پھر کون وہ تھا؟
تھا حاوی جس پہ عمل میرا
میں نے اسے دیکھا بھالا تھا
سانچے میں خدا کے ڈھالا تھا
تم سے تشبیہ نہیں دی تھی
ایسی تشکیل نہیں کی تھی

(کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)

فاؤسٹ -

در کس نے یہ کھٹکایا ہے　شاید فیمولس (۱) آیا ہے
اس وقت کہاں یہ آن مرا　دل تھا جو مرا ارمان بھرا
بکھرا ہے اسکا شیرازہ　قسمت کا عجب ہے خمیازہ
جو کچھ بھی آس لگائی تھی　جتنی قسمت راس آئی تھی
معدوم ہوئی، کافور ہوئی　میری قربت سے دور ہوئی
ہونے کو تھا پورا خواب مرا　تھا خواب بھی وہ نایاب مرا
اس سست نکمے لونڈے نے　اس اوندھی کھوپری والے نے
اس پر پانی ہی پھیر دیا
کمبخت نے یہ کیا ظلم کیا

---

(۱) Famulus

[(۱) واگنر اپنا ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ اس کے سر پر نائٹ کیپ اور ہاتھ میں لیمپ ہے۔ فاؤسٹ بے صبری کے ساتھ اس کی طرف مڑتا ہے۔ واگنر کہتا ہے۔]

خطا معاف ! یہ کیا پڑھ رہے تھے آپ ابھی؟
بلندیوں پہ بہت چڑھ رہے تھے آپ ابھی
یہ حزنیہ تھا کوئی کیا قدیم یونانی؟
زباں پہ آپ کی تھے اسکے راز پنہانی
بہت کچھ آپ کو اس میں ہے دسترس حاصل
میں جانتا ہوں کہ اس فن میں آپ ہیں کامل
مجھے بھی دخل ہے کچھ اس ہنر میں، اس فن میں
ہیں پھول اس چمنستاں کے میرے دامن میں
یہ قاعدہ ہے کہ سب جانتے ہیں بات وہی
سنیں یہ کان جسے خود زباں سے عالم کی
سنا ہے میں نے بھی، اسٹیج بھی ہے کام کی چیز
یہ مدرسہ ہے پئے کسب دانش و تمئیز
ابھارتا ہے اداکار مرد ناصح کو
نکھارتا ہے یہ دلدار مرد ناصح کو

فاؤسٹ۔ کیا حرج ہے واعظ ہی اداکار اگر ہو
اسٹیج پہ ناصح بھی نمودار اگر ہو
یہ کھیل بھی ممکن یہ تماشا بھی ہے ممکن
اس عالم اسباب میں ایسا بھی ہے ممکن

(۱) Wagner

واگنر۔ مجرم کی طرح علم کے پھندوں میں گرفتار
ہر وقت کتابوں ہی کا جسکو رہے آزار
فرصت سے کبھی سیر جہان خاک کرے گا
نظارۂ ہر سود و زیاں خاک کرے گا
دیکھے گا کبھی دور سے دنیا کو تو ایسے
نظارہ کرے فاصلہ بیں (۱) سے کوئی جیسے
ایسے بھی کہیں راہ نما کوئی ہوا ہے؟
تلقین و ہدایت کا طریقہ ہی یہ کیا ہے؟

فاؤسٹ۔ کیا فائدہ تمھیں کو جو احساس خود نہو
اس آئینے میں روح جو عکاس خود نہو
رہ جائے گا دھرا کا دھرا سب پڑھا لکھا
امکان ہی نہیں کوئی تعبیر خواب کا
اظہار فن کا، روح کی گہرائیوں سے ہو
اُن قوتوں کی سلسلہ پیمائیوں سے ہو
اجزائے کائنات سے جن کی نمود ہے
ہر عنصر حیات سے جن کی نمود ہے
ہو تاکہ ان کا گوش سماعت پہ اقتدار
آئے تمام تاب شنیدن بروے کار
اس فن کا، اس ہنر کا سفینہ رواں رہے
یہ سلسلہ مدام رہے، جاوداں رہے
کچھ کاٹ چھانٹ اور ملاوٹ بھی اس میں ہو
اوروں کے تجربوں سے لگاوٹ بھی اس میں ہو

---

(۱) فاصلہ بیں یعنی دور بین۔

قلیه بنے، کباب بنے، قورما بنے
تر مال دوسروں کا تمھاری غذا بنے
دھیمی اگر ہو آنچ، ہو یا ذائقہ خراب
پیدا ہو خاک سرد سے شعلوں کا التہاب
اک طرز نو سے آئینہ ہو جوھر قدیم
جو راکھ بجھ چکی ہو وہ لو دے اٹھے عظیم
تحسین و داد کی ھے تمنا اگر تمھیں
ھے اپنا اشتھار جو مد نظر تمھیں
لنگور چڑچڑاکے تمھیں دیں گے داد خوب
بر آئے گی ضرور تمھاری مراد خوب
بچے بھی واہ واہ کے نعرے لگائیں گے
تحسین و داد کے یہ پھریرے اڑائیں گے
لیکن زباں پہ بات اگر دل سے آئے گی
فی الفور دوسروں کو تمھارا بنائے گی
ھوگا ضرور اسکا اثر، جو کروگے تم
دامن کو نقد فتح سے یعنی بھروگے تم

واگنر۔ ھوتا ھے جو تقریر کا انداز موثر
کرتا ھے مقرر دل عالم کو مسخر
لیکن جو حقیقت ھے مرے دل میں جمی ھے
خوبی ھے یہ وہ جس کی بہت مجھ میں کمی ھے

فاؤسٹ۔

جو ھے کامیابی کی تم کو تمنا تو ایمانداری پہ رکھو بھروسا

حذر، هاں حذر شورو شر سے همیشه — بنانا نه بکواس کو اپنا پیشه
مهیا ثبوت طلاقت نه کرنا — کبهی بهول کر یه حماقت نه کرنا
نهیں فائده کوئی طول بیاں سے — جو هو بات اچهی وه کهدو زباں سے
فصاحت کی اسمیں ضرورت هی کیا هے؟ — بلاغت کی اسمیں ضرورت هی کیا هے؟
عبث یه طبیعت کی جولانیاں تهیں — دلیل اور منطق کی لسانیاں تهیں
اگر تم کو هے کوئی پیغام دینا — تو نقالیوں سے یه کیا کام لینا
لغت کے تجسس میں حیران کیوں هو؟ — سراسیمه کیوں هو پریشان کیوں هو؟
یه لچهے بهری هیں جو باتیں تمهاری — یه تقریر بازی میں گهاتیں تمهاری
سراسر هیں بے سود، بے فائده هیں — همارے لئے تو بس ایسی هوا هیں
دکهاتی هے جو زور فصل خزاں میں — جو چلتی هے پت جهڑ تو سارے جهاں میں
جو هوتے هیں افسرده و زرد پتے — انهیں کو گراتی هے یه اپنے بل سے
کترتی هیں بازو یه صرف ابخروں کے — انهیں کے اڑاتی هین یه بس پرقچے

واگنر۔

میرے خدا میں کیا کروں؟ — اپنی دوا میں کیا کروں؟
جادهٔ فن طویل هے — عمر بهت قلیل هے
سعی مطالعه مری — دلشکنی سے هے ردی
دل هے زبوں، دماغ پست — هے یه عجیب بندوبست
سینه و سر میں دهشتیں — ان سے یه مری وحشتیں
سامنے لاکه مشکلیں — کتنی کٹهن هیں منزلیں
ان په هو کسطرح عبور — آئے کهاں سے وه شعور
جس سے هو دسترس وهاں — منبع زیست هے جهاں
اور ابهی، که رهروی — هو نه سکی هو نصف بهی

آگے ہو موت سد راہ پھیر لے زندگی نگاہ
اور یہ آدمی عجیب بے کس و زار و بدنصیب
جامۂ تن کو چھوڑ دے رشتۂ زیست توڑ دے

فاؤسٹ۔

کیا یہ کاغذ یہ کھال کا ٹکڑا کوئی چشمہ ہے آب حیواں کا
جس کے پینے سے تشنگی مٹ جائے دل مضطر کی بیکلی مٹ جائے
دور اس طرح تشنہ کامی ہو حاصل آسودگی دوامی ہو
تشنگی کی اگر تمنا ہے کیوں کتابوں کا سر میں سودا ہے
چشمہ کس کام ہے وہ آخر جو نہ ہو خود ہی روح سے صادر
جس کا اندر سے انکشاف نہ ہو
جس کا منبع بطون صاف نہ ہو

واگنر۔ دماغ و دل میں سما جائے دفتر ماضی
ان آئینوں میں ہو عکاس جوہر ماضی
حصول اس سے مسرت کہاں ہوتی ہے
طرح طرح سے طبیعت نہال ہوتی ہے
نکات صحت اسلاف اسی سے کھلتے ہیں
یہ پھول وہ ہیں جو کانٹے میں اپنے تلتے ہیں
ہم ان کے علم کو، حکمت کو جان سکتے ہیں
پھر ان کے اوج کو، رفعت کو جان سکتے ہیں
مآل کار ہمیں تجربہ یہ ہوتا ہے
مطالعے سے مسلسل پتہ یہ ہوتا ہے

کہ اس مقام پہ ہم ہوگئے رسا کیسے
ہوا ہے ہمکو میسر یہ مرتبا کیسے
جو اپنی شان و جلالت میں فرد و یکتا ہے
بہت رفیع ہے، بے حد بلند و بالا ہے

فاؤسٹ ۔

ستاروں تک رسا ہم ہوچکے ہیں — فلک سے آشنا ہم ہوچکے ہیں
وہ دلکش دلربا اگلے زمانے — نہایت جاں فزا اگلے زمانے
ہم اب جن کے لئے للچا رہے ہیں — مسلسل پیچ دل میں کھارہے ہیں
کریں یکجا اگر ہم ذکر سب کا — اک ایسا ان سے بن جائے گا نسخہ
کتاب ایسی یہ کچھ رکھتی ہے عظمت — ہے اسکی سات مہروں سے حفاظت
جسے کہتے ہو تم روح زمانہ — جسے کہتے ہو تم روح یگانہ
بہ ہر صورت تمھاری ہی ہے وہ روح — برنگ آئینہ صافی ہے وہ روح
اس آئینے میں ہے عکاس ہر دور — نمایاں اس میں ہیں ہر دور کے طور
مگر انجام ہے اسکا المناک — کہ آئینہ ہے یہ گم گشتۂ خاک
جو ہے بدبخت یہ وہ آئینہ ہے — کوئی انساں جب اس کو دیکھتا ہے
ہٹا لیتا ہے منہ اسکی طرف سے — اسے محروم کر کے ہر شرف سے
سمجھتا کچھ نہیں نادان اس کو — ہے آئینہ یہ کوڑا دان اس کو
سمجھتا ہے غلاظت کا ٹھکانہ — بتاتا ہے کباڑی کا خزانہ
اسے یہ کھیل ہے کٹ پتلیوں کا — اسے ہے اک یہ برق و خوں کا تیشہ
حقائق دل نشیں جس میں بیاں ہوں — یہ نکتے داستاں در داستاں ہوں

جو ہوں ورد دھن کٹ پتلیوں کے
جو بن جائیں سخن کٹ پتلیوں کے

واگنر ۔

پھر تو دنیا کو سمجھنا چاہئے اس معمے میں الجھنا چاہئے
یہ دماغ انسان کا، یہ دل ہے کیا؟ ہم کو لگنا چاہئے اسکا پتا

فاؤسٹ ۔

چھیڑنا چاہتے ہو ساز یہ تم جاننا چاہتے ہو راز یہ تم
ہے مگر یہ جو طفلک معصوم سر بسر عقل و ہوش سے محروم
اس کا رکھئے کوئی مناسب نام کس میں ہمت ہے جو کرے یہ کام
صرف تھوڑے سے ہیں وہ رمز شناس صرف گنتی کے ہیں وہ اہل قیاس
بھید جو دل کے کھول دیتے ہیں گوہر راز رول دیتے ہیں
جاہلوں کو بتاتے ہیں یہ نکات اُن سے کہتے ہیں اپنے دل کی بات
جو ہیں فہم و خرد سے کوسوں دور نہیں جن میں ذرا بھی عقل و شعور
یہ تو اُن کی نظر میں ہیں مردود پیش کرتے ہیں آتش نمرود
کتنی سختی سے کام لیتے ہیں آگ میں رکھ کے بھون دیتے ہیں
اے مرے دوست اب معاف خطا تم سے میں ملتجی ہوں رخصت کا
کر سکوں گا نہ تم سے بات بہت
دیکھنا بڑھ گئی ہے رات بہت

واگنر ۔

اور ابھی تھوڑا ٹھہر سکتا ہوں میں کسب علم و فضل کر سکتا ہوں میں
گفتگو میں مجھ کو حظ آتا بہت میں ہدایت آپ سے پاتا بہت
کس قدر ہے آپکا اونچا مقام آسماں تک آپکا پہونچا ہے نام
علم و حکمت کی بلندی پر نثار فاضلوں میں آپ ہوتے ہیں شمار
کل مقدس ایسٹر کا روز ہے یہ وہ دن ہے جو طرب اندوز ہے

پھر جمے گی کل یہ بزم قیل و قال　　کچھ کروں گا اور بھی شاید سوال

آپ نے باتیں بتائی ہیں بہت　　آپ نے راہیں دکھائی ہیں بہت

دانہ پانی اب کتابیں ہیں مری　　اب انہیں پر منحصر ہے زندگی

ہے مرا مقصد تو اب تحصیل علم　　کاش ہوجائے کبھی تکمیل علم

اب مکمل ہوگی اس دنیا کی سیر
چین آسکتا نہیں اس کے بغیر

(واگنر جاتا ہے اور فاؤسٹ خود بخود کہتا ہے)

واہ وا یہ بات ہے کتنی عجیب　　آدمی کی ذات ہے کتنی عجیب

جو انہیں چیزوں سے ہے چپکا ہوا　　ایسی اشیا سے ہے جسکا واسطا

ظرف جن کا ہے نہایت مختصر　　جن کا چھچلا پن ہے توہین نظر

جن کی امیدوں کا جینا ہو فضول　　جن کی قیمت ہو نہیں سکتی وصول

لوٹ کے سامان کا وہ خواستگار　　حرص مال و زر سے ہوکر بیقرار

کھودتا ہے احمقانہ جب زمیں　　اس عمل سے کچھ بھی ہاتھ آتا نہیں

صرف ہوتے ہیں مکوڑے دستیاب　　اسطرح اوقات ہوتی ہے خراب

اور انہیں پاکر وہ ہوتا ہے نہال　　علم و حکمت کا یہی ہے بس مآل

جرأت انساں کا پھر کیا راز ہے؟　　منمناتی سی یہ کیا آواز ہے؟

مضطرب پھر حصول اختیار　　ہیں جہاں روحیں بھی محو انتظار

یہ نکما اور ناکارہ بشر　　یہ بشر، ہاں ہاں یہ نخل بے ثمر

جس کو اک بنجر زمیں کہنا بجا　　جس کو اک اوسر زمیں کہنا روا

ایسے نازک پرخطر لمحات میں　　بن گیا محسن مرا ہر بات میں

شکریے کا مستحق ہے واقعی　　دور کردی اس نے مایوسی مری

ورنہ اڑجاتے مرے ہوش و حواس　　جان ہو جاتی مرے نذر ہراس

مجھ کو جو سایہ ابھی آیا نظر   اس کے آگے پست تھا میں کسقدر
اف رے وہ اسکی بلندی الاماں   میں کہاں اور اسکی وہ رفعت کہاں
خستہ جانی سے ہوا مرا یہ حال   کردیا سائے نے مجھکو پائمال
مجھکو اپنی ذات پر تھا یہ گماں   میں نہیں ننگ وجود خاکیاں
شکل میری گو خدا کی شکل ہے   خالق ارض و سما کی شکل ہے
راستیٔ دائمی کا آئینہ   ہے مرے نزدیک ہی رکھا ہوا
میں سمجھتا ہوں کہ میں فانی نہیں   مجھکو مرنے کی پریشانی نہیں
نور کے عالم میں ہے میرا مقام   ہے تجلی انتہا میرا مقام
مرتبہ میرا فرشتوں سے بلند   ارجمندی خود ہے مجھ سے ارجمند
میرے آگے گرد ہے ان کی اڑان   میرے بال و پر کی ہے کچھ اور شان
میں سمجھتا تھا کہ میں خلاق ہوں   باغبان گلشن آفاق ہوں
اب مگر میرا وہ دعویٰ ہی نہیں   اب کہیں میرا ٹھکانا ہی نہیں
اک کڑک سے غیر میرا حال ہے   کشت دل پامال سی پامال ہے
چھن گئی جتنی بھی طاقت مجھ میں تھی   چل بسی جتنی بھی رفعت مجھ میں تھی
اسقدر نیچے بلندی سے گرا   آسماں گویا زمیں پر آ رہا
روح! مجھ میں اتنی اب طاقت نہیں   حوصلہ اتنا نہیں، جرائت نہیں
میں تمھارے دائرے میں آسکوں   بار اس حیرت کدے میں پاسکوں
میں یہاں تم کو بلا سکتا تو تھا   حوصلہ یہ آزما سکتا تو تھا
میرے پاس ایسی کوئی قوت نہیں   مجھ میں اس اعجاز کی قدرت نہیں
جس سے میں پابند تم کو کرسکوں   اور اپنے پاس سے جانے نہ دوں
اور پھر اس لمحۂ پر ہول میں   اور پھر حیرت کے اس ماحول میں
اپنی جانب جب پڑی میری نگاہ   اک طرف ساھی تھا میں اک سمت ماہ
برتری کا اک طرف احساس تھا   کمتری کا اک طرف عکاس تھا

تونے لیکن کچھ جھنجھوڑا اسطرح ظلم بیدردی سے توڑا اسطرح
گھر گیا ایسے زبوں آثار میں جا گرا میں ایک تیرہ غار میں
بخت انسانی جسے کہتے ہیں لوگ وجہ حیرانی جسے کہتے ہیں لوگ
کوئی حد جس کی نمایاں ہی نہیں جو کبھی محجوب پایاں ہی نہیں
دور کن باتوں سے رہنا چاہئے مجھکو اب کس رو میں بہنا چاہئے
اب مجھے نکتے یہ سمجھائے گا کون؟ رہنمائی میری فرمائے گا کون؟
کیا امید خواب مستقبل کروں کیا سکوں اس شکل سے حاصل کروں
سنگ راہ شوق تنہا غم نہیں اس مصیبت کا زیادہ غم نہیں
بیشتر افسوس ہے افعال پر سرنگوں ہوں رشتہٴ اعمال پر
زندگی میں ساتھ رہتے ہیں مدام ہر نفس رہتا ہے ان دونوں سے کام
سلسلہ ان کا ہو جب زنجیرپا کیا ملے گا خاک منزل کا پتا
روح کا جو مقصد ممتاز ہے جس پہ باب شان وشوکت باز ہے
اسکو ڈھک لیتا ہے سامان عجیب اس پہ چھا جاتی ہیں اشیائے غریب
مال دنیا ہاتھہ آجاتا ہے جب دل کو متوالا بنا جاتا ہے جب
ہم حقیقی اسکو کرتے ہیں خیال دلفریب اتنا ہے کچھ مایا کا جال
اس سے افضل ہے مگر نعمت جو اور اس سے بہتر ہے کہیں دولت جو اور
دیکھتے ہیں اسکو بے قدری سے ہم منزلت اسکی نظر آتی ہے کم
اس کو دیتے ہیں جگہ بالائے طاق ہر طرح اسکا اڑاتے ہیں مذاق
مہتمم بالشان جو جذبات تھے تیز رو ہوکر شریک ذات تھے
برق رفتاری سے جو لیتے تھے کام زندگی یہ جن سے تھی عالی مقام
جلد ہو جاتے ہیں آلودہ بخاک ہائے یہ خمیازہٴ اندوہناک
پہلے اونچا تھا تخیل کا نشان پہلے تھی اس کی دلیرانہ اڑان
پہلے تھی اس میں امیدوں سے سکت ہوکے پراں تھے محیط شش جہت

هست پر فائق تھے، حاوی بود پر　　حکمراں رہتے تھے لا محدود پر
ہو گیا ہے دائرہ اب انکا تنگ　　اب نہیں پہلی سی دل میں وہ امنگ
رفتہ رفتہ آگیا ان پر زوال　　وقت کے ہاتھوں سے ہیں اب پائمال
آگیا ان کی علو کوشی میں فرق　　اس بھنور میں ہو گئی کشتی یہ غرق
دل کی گہرائی میں اب ساکن ہے فکر　　عافیت کا، امن کا اب کیوں ہو ذکر؟
بے بلائے آگیا یہ میہماں　　بن گیا ہے دشمن آرام جاں
ہے مسلسل درد پنہاں آشکار　　دل ہے مثل موج مضطر بے قرار
اب کہیں بھی نام کو راحت نہیں　　اب کہیں بھی امن کی صورت نہیں
درہم و برہم مسرت ہے تمام　　مٹ رہا ہے عافیت کا اہتمام
اک نقاب نو ہمیشہ رخ پہ ہے　　غم کا اک پرتو ہمیشہ رخ پہ ہے
اس میں بچوں کا کبھی انداز ہے　　اس کو بی بی سے مکمل ساز ہے
مسئلہ کوئی کبھی ہے خانگی　　کاہشیں گھر بار کی اس میں کبھی
لطف بھی اس میں ہے شامل، قہر بھی　　شہد بھی اس میں ہے شامل، زہر بھی
آگ ہے، پانی ہے یہ، تلوار ہے　　کتنی تیز و تند اسکی دھار ہے
آہ وہ ضربیں نہیں جو کارگر　　ان کا اپنے دل پہ لیتے ہیں اثر
ہو نہیں سکتا کبھی جن کا زیاں　　ہو نہیں سکتی کبھی جو رائیگاں

دل کو اپنے وقف مایوسی کئے
رو رہا ہے تو ان اشیا کے لئے

دیوتاؤں کا نہیں مجھ میں شمار　　ہے عقیدہ اک یہ میرا استوار
مجھ کو اک مخلوق اسفل مانئے　　مجھ کو اک ادنی سا کیڑا جانئے
مجھ پہ جو پڑتی ہے وہ سہتا ہوں میں　　خاک میں لتھڑا ہوا رہتا ہوں میں
چاٹنا مٹی کا میرا کام ہے　　بس یہی اک شغل صبح و شام ہے
راہرو کے پاؤں سے ہو کر ہلاک　　قبر بن جاتی ہے جس کی زیر خاک

میں مقید جس میں ہوں، محصور ہوں
عیش آزادی سے کوسوں دور ہوں

اونچی اونچی سی جو یہ دیوار ہے
تہ بہ تہ اک خاک کا انبار ہے

مکر ہے یہ، فن ہے یہ، دھوکا ہے یہ
سربسر کرکٹ ہے یہ، کوڑا ہے یہ

بیسیوں شکلوں سے ہے یہ رونما
ہے طلسم آمیز اس کی ہر ادا

ہے جو یہ کیڑوں مکوڑوں کا جہاں
ہیں جو یہ بے حد پرانے خانداں

میرے حق میں جان کا آزار ہیں
باعث آلائش و افکار ہیں

دکھ یہ دیتے ہیں، ستاتے ہیں مجھے
جان لے کر آزماتے ہیں مجھے

میں کروں گا خامیاں اپنی تلاش
یوں کروں گا دور دل کی ہر خراش

ہوگی حاصل مجھ کو عبرت صرف ایک
لوں گا ان سب سے نصیحت صرف ایک

نوع انسانی ہے یکساں ہر جگہ
ہے اسیر رنج دوراں ہر جگہ

کوئی ہی شاید کہیں ایسا ملے
راحت و آرام ہو حاصل جسے

بول، اے بے مغز اندھی کھوپری؟
کتنی ہیئت ناک ہے ہیئت تری؟

ہے چلن تیرا یہ گندہ کسلئے؟
میری جانب زہر خندہ کسلئے؟

مجھ کو رہ رہ کر یہ آتا ہے خیال
تھا کبھی تیرا بھی، ہے میرا جو حال

تو بھی تھی میری ہی صورت بے فراغ
دل پراگندہ تھا، مختل تھا دماغ

تھی مری ہی طرح تیری بود و باش
تھی تجھے بھی روز روشن کی تلاش

تیرے دل کو بھی تھی سچائی سے لاگ
مشتعل تھی تیرے دل میں بھی یہ آگ

ہیچ اندر ہیچ تھی تیری خطا
سہو میں تھی تو بھی شاید مبتلا

ہو گیا آلات حکمت تم کو کیا؟
کس لئے تم منہ چڑاتے ہو مرا؟

گھومنے والی تمھاری پھرکیاں
دانت والے، اور، یہ پہئے رواں

اور یہ نل اور یہ بیلن تمام
خندہ افگن مجھ پہ رہتے ہیں مدام

تم کو بننا تھا کلید باب راز
تم کو کرنا تھا در اسرار باز

ہے تمھاری ساخت بے حد پیچدار
ہو نہیں سکتی مگر تکمیل کار

اک بلا ہے، قفل کا کھٹکا نہیں
نام کو بھی ٹس سے مس ہوتا نہیں

روز روشن میں بھی پراسرار ہے راز کی گویا یہ اک دیوار ہے
آدمی کے واسطے ہے یہ محال آدمی میں ہے کہاں اتنی مجال
روئے قدرت کو جو کردے بے نقاب ساز فطرت کو جو کردے بے حجاب
تجھ سے اسکا بھید کوسوں دور ہے وہ تو خود اپنے سے بھی مستور ہے
پیچ کوئی بھی کہیں ایسا نہیں ایک بھی اس قسم کا کھٹکا نہیں
جس سے اس کا راز ہو جائے عیاں ہو سکے گا تو نہ ہرگز کامران
ساز ماضی کر چکا ہے تو تو رد تجھ سے کب لی ہے کوئی میں نے مدد
تو پڑا ہے میرے گھر میں اس لئے کام میں آتا تھا میرے باپ کے
جب تک اس ڈھلوان چھوٹی میز پر میرے گھر کی اس ذراسی میز پر
ٹمٹماتا ہے یہ دھیما سا چراغ اس پہ ہے روشن یہ ننھا سا چراغ
کاش کرتا زندگی میں یہ بسر بے نیازانہ سراسر بے خطر
سر نہ ان چیزوں میں ہرگز ڈالتا روگ یہ بیکار کیوں میں پالتا
بار ہو جاتی نہ مجھ پر زندگی امن کی ہوتی میسر زندگی
یہ جو ورثہ ہے ترے اجداد کا یہ جو ترکہ ہے ترے اجداد کا
یوں جتا رکھا ہے اب تک جس پہ حق خود کو تو اس کا بنالے مستحق
در حقیقت کام کی شے ہے وہی جس سے پوری ہو ضرورت وقت کی
اور جو بھی شے نہ آئے کام میں ڈال دے اسکو کہیں گودام میں
کیوں پڑے اس پر کبھی تیری نگہ ہے کباڑ اسکے لئے موزوں جگہ
کیا سبب ہے؟ بات یہ کیا ہے؟ مگر دور اس گوشے پہ اٹھتی ہے نظر
ہے جو شیشی سامنے رکھی ہوئی کیا کشش ہے اس میں مقناطیس کی؟
تیرہ گوں ہے جو مری بزم خیال جس میں ہے آلائش حزن و ملال

خرمی سے ، شادمانی سے ، بھری — پھوٹ سی پڑتی ہے اس پر روشنی

جگمگائے جیسے دشت بے کراں — وسط شب میں ہو چراغاں کا سماں

جب ہوں غرق نور افلاک بریں — ہر طرف ہو جلوۂ ماہ مبیں

اے مری شیشی؟ نہیں تیرا جواب — تیری ایسی کون شے ہے دستیاب!

لائق تکریم بیش از بیش ہے — تجھ کو میرا خیرمقدم پیش ہے

محترم ہے تو بڑی عزت کے ساتھ — میں بڑھاتا ہوں تری جانب یہ ہاتھ

فن کی، صناعی کی عزت تجھ سے ہے — شان دانائی و حکمت تجھ سے ہے

تجھ سے عقل و ہوش کا اعزاز ہے — مجھکو تیری برتری پر ناز ہے

تو ہے خواب آور رسوں کی روح نیک — تو ہلاکت آفریں جوہر ہے ایک

تیرے خد و خال ہیں نازک بہت — تیرے استعمال ہیں نازک بہت

اپنے مالک پر کرم کی اک نگاہ — کامیابی کی دکھادے اس کو راہ

دیکھتے ہی تجھ کو راحت مل گئی — درد بے حد سے فراغت مل گئی

دل کا یہ آزار غائب ہو گیا — ختم سیلاب مصائب ہو گیا

کچھ سکون قلب کا یارا ملا — کشمکش سے دل کو چھٹکارا ملا

کلفت امواج سیابی مٹی — تو جو ہاتھ آئی تو بے تابی مٹی

اضطراب روح مدھم ہو گیا — زور اس سیلاب کا کم ہو گیا

مجھکو حاصل ہورہا ہے یہ شرف — خود کھنچا جاتا ہوں میں اسکی طرف

قلزم زخار جس کا نام ہے — جسکی رومیں کشمکش ناکام ہے

ہے جو یہ آئینۂ بحر رواں — یہ سمندر ہے جو ہر لحظہ رواں

سطح اس کی کسقدر ضوخیز ہے — میرے زیرپا تجلی ریز ہے

آشکارا اک نیا دن یہ جو ہے — جلوہ آرا اک نیا دن یہ جو ہے

اک نئی منزل کی دیتا ہے خبر
اک نئے ساحل کی دیتا ہے خبر

بازوؤں کو اپنے پھیلاتے ہوئے
ملتہب شعلوں کو لہراتے ہوئے

آگ سی برسا رہا ہے ایک رتھ
میری جانب آ رہا ہے ایک رتھ

اور میں اس کے لئے آمادہ ہوں
اس سفر کا واقعی دلدادہ ہوں

جس میں ہیں راہیں نئی، رستے نئے
جس میں ہیں شکلیں نئی، جلوے نئے

یہ طبق، صدہا جو ہیں زیب خلا
ہوں میں ان کے بام ارفع پر رسا

یہ جو لاکھوں کارگاہیں اسکی ہیں
کشمکش آمیز راہیں اسکی ہیں

جن میں جاری ہر نفس اک کام ہے
زندگی حرکت کا جس میں نام ہے

نقد عظمت، بار ان میں پا کے، لوں
اک نیا ہی جنم ان میں جا کے لوں

زندگی یزدانیت آمیز وہ
زندگی بے حد مسرت خیز وہ

ذات ربانی سے ملتا وہ وجود
لا زوالیت کی ہے جس میں نمود

ایک کیڑا، اور یہ تیری مجال
خواب ایسے، اسقدر ارفع خیال

اتنی ہمت ان مناصب کے لئے
حوصلہ یہ ان مراتب کے لئے

ہے زمیں پر یہ جو تاباں آفتاب
یہ ضیا گستر فروزاں آفتاب

دیکھنا اس کی طرف تو چھوڑ دے
اس کی جانب سے رخ اپنا پھیر لے

لے جگر سے کام، ہمت آزما
تو ہے اک مرد شجاعت آزما

ہر کرن کی تو کلائی موڑ دے
توڑ دے پیتل کے در یہ، توڑ دے

ہیبتوں سے جن کی ڈر جاتے ہیں لوگ
پاس سے جن کے گذر جاتے ہیں لوگ

وقت ہے زور آزمانے کا یہی
وقت ہے ہمت دکھانے کا یہی

ہر عمل سے اپنے تو ثابت یہ کر
دو جہاں کے روبرو ثابت یہ کر

لاکھ برتر ہے خدائے بحر و بر
لاکھ افضل ہے وہ رب خشک و تر

نقش اس کا بھی کوئی مدھم نہیں
آدمی کی شان بھی کچھ کم نہیں

اس سے ڈر کر کھو نہ تو اپنا وقار
تیرہ و تار اسقدر ہے یہ جو غار

جس میں جلتے ہیں تخیل کے بھی پر
جو ہے اک مشکل سی مشکل رہگذر

نار دوزخ گرچہ ہے شعلہ طراز　　عزم مستحکم سے اپنے آ نہ باز
اس کے اندر بڑھ کے داخل ہو ھی جا　　آزمائش کے مقابل ہو ھی جا
دیکھ، ہمت ہار جانا ہے غلط　　اب قدم پیچھے ہٹانا ہے غلط
آئے آفت کوئی بھی، پروا نہ کر　　پیش قدمی سے حذر اصلا نہ کر
خواہ محروم بقا ہونا پڑے　　موت کے آغوش میں سونا پڑے
جاگنا چاہے میسر ہو نہ ہو　　زندگی تیرا مقدر ہو نہ ہو

حوصلے پروان چڑھتے ھی رہیں
پاؤں آگے اب یہ بڑھتے ھی رہیں

اے مری شفاف شیشی؟ آ ادھر　　میرے کہنے سے کرم فرما ادھر
اس پرانے خول سے باھر نکل　　اس یگانۂ خول سے باھر نکل
میں نہ تیری قدر سے آگاہ تھا　　واقف جوھر نہ تھا، گمراہ تھا
مدتوں سے تو نظر سے دور تھی　　پردۂ صد خواب میں مستور تھی
جب کبھی اوقات فرصت تھے بہم　　سامنے حاضر تھا جب خوان کرم
میہمانوں کی ضیافت کے لئے　　قدردانوں کی ضیافت کے لئے
تو بصد شوکت وھاں تھی جلوہ گر　　صورت رطل گراں تھی جلوہ گر
دور تیرا پے بہ پے چلتا تھا جب　　تجھ میں کیف جاں‌فزا ڈھلتا تھا جب
لوگ تیرے طور سے مسرور تھے　　مست مثل میکش مخمور تھے
اف، وہ تیرے دلنشیں نقش و نگار!　　حسن صناعی کے وہ آئینہ دار!
داد دیتے تھے مجھے خواھاں تیرے　　پینے والے تھے قصیدہ خواں ترے
جرعہ جرعہ تیرا درد آشام تھا　　سیر فرمائے دھان و کام تھا
یاد آتا ہے مجھے اپنا شباب　　جب مری راتوں میں تھا کیف شراب
اب کسی کو بھی نہ میں دوں گا تجھے　　صرف اک اپنا ھی کرلوں گا تجھے
تیری صنعت کی یہ دونگا داد اب　　وقت کیوں ناحق کروں برباد اب

ہے جو تجھ میں جوہر سیال سا ہے عرق جو زعفرانی رنگ کا

دم زدن میں مست کر دیتا ہے جو مے سی اک اک رگ میں بھر دیتا ہے جو

اسکا موجد، اسکا بانی خود ہوں میں اس سے عین کامرانی خود ہوں میں

میری نظروں میں پسندیدہ ہے وہ واقعی اک جوہر چیدہ ہے وہ

بن کے اک مرد جری پیتا ہوں میں اس کا گھونٹ اب آخری پیتا ہوں میں

دیدنی ہے عزم مستحکم مرا دیدنی اس وقت ہے دم خم مرا

کل مسرت کا جو دن آنے کو ہے اک پیام نو بہ نو لانے کو ہے

اس کی آمد پر نہایت شاد کام آخری بار اب چڑھاتا ہوں یہ جام

(ہونٹوں سے شیشی لگاتا ہے۔ اسی دم گھنٹوں کی ٹن ٹن آواز آتی ہے اور یہ اجتماعی گانا شروع ہو جاتا ہے)

جلوۂ عیسیٰ ہوا ہے آشکار

دو خبر ان سب کو جو ہیں مستعار

چار دن کی زندگانی جن کی ہے

عارضی ہے، عمر فانی جن کی ہے

جو ہیں عاصی، جو مجسم ہیں گناہ

دفتر اعمال ہے جن کا سیاہ

جن کو ورثے میں ملی ہے معصیت

بے سکت بالکل جو ہیں، بے مقدرت

دام عصیاں میں جو رہتے ہیں اسیر

اسکے زنداں میں جو رہتے ہیں اسیر

(فاوسٹ کہتا ہے)

یہ گانا ہے کیسا، بجانا ہے کیسا؟ — یہ نغمہ ہے کیسا، ترانا ہے کیسا؟
بتاؤ تو یہ راگ کیا، رنگ کیا ہے؟ — بتاؤ تو یہ طور، یہ ڈھنگ کیا ہے؟
اس آواز میں کسقدر دلکشی ہے! — یہ آواز کتنی حلاوت بھری ہے!
صدا کیسی کانوں میں یہ آرہی ہے! — یہ شیشی لبوں سے ہٹی جا رہی ہے!
تعجب ہے، اس میں یہ طاقت ہے کیسی؟ — یہ زور اس میں کتنا ہے، قوت ہے کیسی؟
بتادو یہ اے گھنٹیو، تم بتا دو؟ — ہے کیا راز ساز و ترنم، بتا دو؟
سنادو ذرا اپنے گہرے دھن سے — بتاؤ، بتاؤ یہ تم بج کے ٹن سے
جو ہے آج یہ شور سا شور جاری — نقیبانہ کیا ہے صدا یہ تمہاری؟
یہ کیا چیز ہے آج بجنا گجر کا؟ — یہ جشن مبارک ہے کیا ایسٹر کا؟
جو چھیڑا ہے تم نے وہ نغمہ ہے کیسا؟ — رگوں میں ہے اک جوش سا جوش پیدا
بڑی دیر سے کیفیت ہے یہ طاری — ہے یہ گیت اندھیرے میں پہلے سے جاری
خوش الحانیاں اپنی برسا رہے ہیں — فرشتے اسے قبر پر گا رہے ہیں
جو غرقاب ہے تیرگی میں سراسر — چڑھا ہے غلاف ایک ظلمت کا جس پر

اجالا سا ہے ایک اس میں اجالا
یہ میثاق ہے اک نئی مہر والا

(خواتین کا مل کر گانا)

بلندی کہاں پر رسا ہے پھر، رسا ہے پھر
مسیح جی اٹھا ہے پھر، مسیح جی اٹھا ہے پھر
گناہ کی معافیوں سے لاکھ جس کی عظمتیں
ہزار اس پہ رحمتیں، ہزار اس پہ برکتیں

اٹھا کے بار صد محن عذاب سے سہے عذاب
تمام آزمائشوں میں ہر طرح وہ کامیاب
ٹلیں بلائیں سر سے وہ، ہوا وہ امتحان ختم
ہے اب وہ قصہ مختصر، ہے اب وہ داستان ختم

ناؤسٹ

اے نغمۂ پاک آسمانی ۔ اف رے تیری سبک روانی
بے حد حاوی مری نظر میں ۔ پھر بھی ڈوبا ہوا اثر میں
سرگشتہ مرے لئے ہے تو کیوں؟ ۔ ہے تجھکو یہ میری جستجو کیوں؟
اس میں میرا وجود ہی کیا ؟ ۔ اس میں میری نمود ہی کیا ؟
ہے گرد و غبار میری ہستی ۔ ہے میرا وجود عین پستی
سنتا تو ہوں میں فسانہ تیرا ۔ خالی ہے دل یقیں سے میرا
یہ معجزہ، کشف، یہ کرامات ۔ اک صرف ہے اعتقاد کی بات
انسان کو اعتقاد اگر ہو ۔ پوری کوئی مراد اگر ہو
کہتا ہے اسی کو وہ کرامت ۔ اعجاز کی ہے یہی علامت
اعجاز یقیں کا لاڈلا ہے ۔ اس کے آغوش میں پلا ہے
مجھ میں ہمت نہیں ہے اتنی ۔ مجھ میں جرأت نہیں ہے اتنی
طقبات بریں میں اڑ کے پہونچوں ۔ اس ملک حسیں میں اڑ کے پہونچوں
آتی ہے جہاں سے تیری آواز ۔ دیتا ہے صدا یہ سرمدی ساز
پھر بھی میں صدا یہ سن رہا ہوں ۔ سر اپنا خوشی سے دھن رہا ہوں
بچپن سے میں سن رہا ہوں یہ تان ۔ اس دھن سے ہیں آشنا مرے کان
اس وقت بھی اس صدا کو سن کر ۔ اک لحن نشاط زا کو سن کر
غنچہ مرے دل کا کھل رہا تھا ۔ پیغام حیات مل رہا تھا

جو کچھ ملتا تھا مجھ کو مژدہ　حاصل تھا نئی ہی زندگی کا
دعوت تازہ یہ زندگی کی　آواز تھی ساز سرخوشی کی
بے حد انداز دلنشیں سے　آتی تھی جو روز اولیں سے
یوں مجھ پہ جو بارش کرم تھی　اک بوسۂ شاہد ارم تھی
انداز اس میں سفینے کا تھا　جو میرے لبوں پہ تیرتا تھا
آتی تھی جو گھنٹیوں کی آواز　گویا بجتا تھا غیب کا ساز
آیندہ کی اس میں گفتگو تھی　پیشیں گوئی کی اس میں بو تھی
پنہاں اس میں تھے راز سے راز　بے حد گہری تھی ان کی آواز
مستی آلود ہر دعا تھی　تھی جو بھی صدا وہ کیف زا تھی
تھی دل میں اک آرزوئے مبہم　سرگرم تھی جستجوئے پیہم
معلوم نہیں لگن یہ کیا تھی　فکر دشت و دمن یہ کیا تھی
دعوت صحرا کی دے گئی وہ　میدان کی سمت لے گئی وہ
آنکھوں میں بھرے تھے اشک سوزاں　یہ شمع تھی ابر میں فروزاں
میں خود کو اسی میں کھو رہا تھا　محسوس مجھے یہ ہو رہا تھا
گویا ہوں اک نئے جہاں میں　رہتا ہوں میں اب اسی مکاں میں
باتیں بچپن کی ہیں جو تازہ　اب ہیں رخ یار کا وہ غازہ
مجھکو رہ رہ کے ٹوکتی ہیں　آگے بڑھنے سے روکتی ہیں
آخر میں بنوں نہ اتنا چالاک　اٹھے نہ کوئی قدم خطرناک
ملکوت کے نغمہ ہائے شیریں　اے حامل صد نوائے شیریں
یونہیں تم ساز پر چھڑے جاو　برساو سرور مجھ پہ برساو
مجھ میں پیدا ہے تم سے ہیجان　دل میں اٹھتے ہیں لاکھ طوفان
آئینۂ سوز جاں ہیں آنسو　آنکھوں سے مری رواں ہیں آنسو

پھر خانۂ دہر میں مکیں ہوں
پروردۂ دایۂ زمیں ہوں

مریدوں (چیلوں) کا گیت

عظمت و جلال سے، موت کو پچھاڑ کر
جرأت کہاں سے اپنی قبر پھاڑ کر
دل مسرتوں سے پر، مست سرخوشی سے ہے
محو کار خلق میں، سیر زندگی سے ہے
اب بھی ہم زمین پر محو سوز و ساز ہیں
اس شب دراز میں وقف صد گداز ہیں
داغ ہجر دے گیا ہم سے منھ وہ موڑ کر
ہو گیا ہوا کہاں، بیقرار چھوڑ کر
مالک عظیم! ہم کر رہے ہیں تجھ کو یاد
ہائے اب کہاں ہے وہ تجھ سا مرد بامراد
بس رہی ہیں یاد میں وہ تری بشاشتیں
اب کہاں نصیب میں عیش وہ، وہ راحتیں

(سب فرشتوں کا مل کر گانا)

قبر کے فشار میں وہ مسیح جی اٹھا
تم نجات پا گئے اب روش یہ چھوڑ دو
تم اسے بٹھائے ہو دل کے آسمان پر
ہے عزیز وہ تمھیں، تم کو اس سے پیار ہے
اسکے نام کے لئے یونہی مدتیں جیو
دان دو اگر تو دو صرف اسکے نام پر

موت کے کنار میں وہ مسیح جی اٹھا
جھوٹ جاؤ قید سے، بند بند توڑ دو
گا رہے ہو اسکے گن، ہے ثنا زبان پر
دل میں اسکے عشق کا بحر بے کنار ہے
اس کی لاج کے لئے بادۂ یقیں پیو
چھاپ ہو قبول کی اسکے ہر کلام پر

جس پہ مہرباں ہے وہ اسکی راہ صاف ہے اسکی سمت سے کہو" ہر خطا معاف ہے"

اسکے قرب پاک پر اعتقاد لاؤ گے
اور بھی تم اس کو پھر اپنے پاس پاؤ گے

(دروازۂ شہر کے باہر - ہر جماعت کے چھٹی منانے والے شہر سے جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور کارخانے کے چند نوجوان کہتے ہیں)

ادھر قصد کیوں آپ فرما رہے ہیں ؟

دوسرے۔ شکاری کے گھر کی طرف جا رہے ہیں

پہلی جماعت۔

بھائیو' اے بھائیو' اے بھائیو؟ منزل مقصود کے شیدائیو؟
ہو کے ہر عنوان سے بے غم' چلیں آو پن چکی کی جانب ہم چلیں

ایک دستکار نوجوان۔

میں تو کہتا ہوں چلو دریا سرائے

دوسرا۔

راستہ یہ کچھ بہت اچھا نہیں

دوسری جماعت۔

تم بتاؤ کہ ارادہ کیا ہے ؟

تیسرا نوجوان۔

میں بھی اوروں کے ساتھ چل دوں گا

چوتھا دستکار لڑکا۔

آؤ ہم لوگ برگ ڈورف (۱) چلیں

---

(۱) Burgdorf

سیر میں خاص لطف آئے گا
جھنڈ ہوں گے وہاں حسینوں کے
تیز و طرار، عمر میں کم کم
خوب ہو گی وہاں پٹے بازی
وقت اچھا اسی میں گذرے گا

پانچواں دستکار لڑکا۔

ہے تمہارا تو کچھ عجیب حساب
ہے تمہارا تو کچھ دماغ خراب
ایک دیوانے کی سی ہو ہے یہ
پاگلوں کی سی گفتگو ہے یہ
پھیر پیدا ہے یہ نظر میں کیوں ؟
پھر یہ کھجلی اٹھی ہے سر میں کیوں ؟
میں تو ہرگز وہاں نہ جاؤں گا
نہ قدم اس طرف بڑھاؤں گا
نا گوارا ہے اس مقام کا نام
ہو رہا ہوں میں لرزہ بر اندام

پہلی نوکرانی۔

مجھ سے اب کچھ کہو نہ تم ' بس ' بس
میں تو جاتی ہوں شہر کو واپس

دوسری نوکرانی۔

مری بات کا کیجئے اعتبار
لگا ہے جہاں دور تک وہ چنار

وهاں آئے گا وه، وهاں آئے گا
ضرور آئے گا میری جاں آئے گا

پہلی نوکرانی -

وه یہاں آئے گا؟ کیا اس سے مجھے ‏ ‏ اسکا آنا بس مبارک هو تجھے
وه جو آئے گا تو بس تیرے لئے ‏ ‏ دل لگائے گا تو بس تیرے لئے
هاتھ میں اپنے وه لے گا تیرے هاتھ ‏ ‏ هوگا محو سیر لے کر تجھ کو ساتھ
یوں وه گھوسے گا بغل اندر بغل ‏ ‏ گرم هوگی تجھ سے سبزے پر بغل
اس تماشے سے مجھے کیا واسطه ؟ ‏ ‏ اس کے آنے سے مجھے کیا واسطه؟

دوسری نوکرانی -

اکیلے نہیں آج آئے گا وه ‏ ‏ اس الھڑ کو بھی ساتھ لائے گا وه
بڑی خوبصورت، نہایت حسیں ‏ ‏ هے گھنگرالے بالوں کی وه نازنیں
میں سچ کہه رهی هوں یه باور کرو
میں جھوٹی نہیں، شک نه مجھ پر کرو

ایک طالب علم -

یه ظالم بڑی شوخ و طرار هیں ‏ ‏ هوا کی طرح تیز رفتار هیں
چلو میرے بھائی چلو ان کے ساتھ ‏ ‏ نه ره جائیں ورنه کہیں مل کے هاتھ
بہت تیز هو جو کی دهانی شراب ‏ ‏ پرانی سے بھی هو پرانی شراب
تمباکو کے کش یوں لگاتے هوئے ‏ ‏ دهوئیں پر دهوئیں یوں اڑاتے هوئے
بغل میں لئے هوں بس اک چھوکری ‏ ‏ نگاهیں وه ان کی هوں جادو بھری
جو یه ساز و ساماں هو، کہنا هی کیا! ‏ ‏ هے قسمت میں پھر تو مزا هی مزا!

ایک شریف خاتون -

هیں کس قسم کے یه حسیں نوجوان ‏ ‏ یه ان کی ادائیں، یه ان کا اٹھان

انھیں دیکھ کر کیوں نہ آئے حجاب　　یہ لڑکے ھیں دیکھو تو کتنے خراب
جو اچھے گھرانوں کی ھیں لڑکیاں　　بڑے خاندانوں کی ھیں لڑکیاں
میسر انھیں کیا وہ آتی نہیں　　جگہ خانۂ دل میں پاتی نہیں

جو ان لونڈیوں کے لئے ھیں دواں
کہاں یہ چھنالیں، کہاں یہ جواں!

دوسرا طالب علم پہلے سے -

دل ھے اس وقت مرا ولولہ انگیز بہت
قدم آھستہ اٹھاؤ، نہ چلو تیز بہت
آرھی ھیں وہ اسی سمت جو خوشرو دونوں
میری نظروں میں ھیں ناظورۂ دلجو دونوں
ان کی چتون یہ ستم ناک حسیں کتنی ھے
دیکھنا ان کی وہ پوشاک حسیں کتنی ھے
ان میں سے ایک تو شاید مری ھمسایہ ھے
حسن اسکا ھے کہ اک جنس گراں مایہ ھے
اس حسینہ کی ادائیں ھیں مجھے دل سے پسند
کر لیا ھے مجھے ظالم نے گرفتار کمند
یوں تو چلتی ھیں بڑے ناز کے انداز کے ساتھ
ربط رکھتے ھیں قدم غمزۂ غماز کے ساتھ
پھر بھی یہ پاس ھمارے ھی چلی آئیں گی
ھم کو ساتھ اپنے بڑے شوق سے لے جائیں گی

پہلا طالب علم -

چھوڑئے ان شوخ طراروں کا ذکر　　چھوڑئے ایسی طرح داروں کا ذکر
حسن یہ بیکار ھے میرے لئے　　وجہ ننگ و عار ھے میرے لئے

نار دوزخ گرچہ ہے شعلہ طراز — عزم مستحکم سے اپنے آ نہ باز
اس کے اندر بڑھ کے داخل ہو ہی جا — آزمائش کے مقابل ہو ہی جا
دیکھ، ہمت ہار جانا ہے غلط — اب قدم پیچھے ہٹانا ہے غلط
آئے آفت کوئی بھی، پروا نہ کر — پیش قدمی سے حذر اصلاً نہ کر
خواہ محروم بقا ہونا پڑے — موت کے آغوش میں سونا پڑے
جاگنا چاہے میسر ہو نہ ہو — زندگی تیرا مقدر ہو نہ ہو

حوصلے پروان چڑھتے ہی رہیں
پاؤں آگے اب یہ بڑھتے ہی رہیں

اے مری شفاف شیشی؟ آ ادھر — میرے کہنے سے کرم فرما ادھر
اس پرانے خول سے باہر نکل — اس یگانۂ خول سے باہر نکل
میں نہ تیری قدر سے آگاہ تھا — واقف جوہر نہ تھا، گمراہ تھا
مدتوں سے تو نظر سے دور تھی — پردۂ صد خواب میں مستور تھی
جب کبھی اوقات فرصت تھے بہم — سامنے حاضر تھا جب خوان کرم
میہمانوں کی ضیافت کے لئے — قدردانوں کی ضیافت کے لئے
تو بصد شوکت وہاں تھی جلوہ گر — صورت رطل گراں تھی جلوہ گر
دور تیرا پے بہ پے چلتا تھا جب — تجھ میں کیف جاں فزا ڈھلتا تھا جب
لوگ تیرے طور سے مسرور تھے — مست مثل میکش مخمور تھے
اف، وہ تیرے دلنشیں نقش و نگار! — حسن صناعی کے وہ آئینہ دار!
داد دیتے تھے مجھے خواہاں تیرے — پینے والے تھے قصیدہ خواں ترے
جرعہ جرعہ تیرا درد آشام تھا — سیر فرمائے دہان و کام تھا
یاد آتا ہے مجھے اپنا شباب — جب مری راتوں میں تھا کیف شراب
اب کسی کو بھی نہ میں دونگا تجھے — صرف اک اپنا ہی کرلوں گا تجھے
تیری صنعت کی یہ دونگا داد اب — وقت کیوں ناحق کروں برباد اب

ہے جو تجھ میں جوہر سیال سا | ہے عرق جو زعفرانی رنگ کا
دم زدن میں مست کردیتا ہے جو | مرے سی اک اک رگ میں بھردیتا ہے جو
اسکا موجد، اسکا بانی خود ہوں میں | اس سے عین کامرانی خود ہوں میں
میری نظروں میں پسندیدہ ہے وہ | واقعی اک جوہر چیدہ ہے وہ
بن کے اک مرد جری پیتا ہوں میں | اس کا گھونٹ اب آخری پیتا ہوں میں
دیدنی ہے عزم مستحکم مرا | دیدنی اس وقت ہے دم خم مرا
کل مسرت کا جو دن آنے کو ہے | اک پیام نو بہ نو لانے کو ہے
اس کی آمد پر نہایت شاد کام | آخری بار اب چڑھاتا ہوں یہ جام

(ہونٹوں سے شیشی لگاتا ہے - اسی دم گھنٹوں کی ٹن ٹن آواز آتی ہے اور یہ اجتماعی گانا شروع ہو جاتا ہے)

جلوۂ عیسیٰ ہوا ہے آشکار
دو خبر آں سب کو جو ہیں مستعار
چار دن کی زندگانی جن کی ہے
عارضی ہے، عمر فانی جن کی ہے
جو ہیں عاصی، جو مجسم ہیں گناہ
دفتر اعمال ہے جن کا سیاہ
جن کو ورثے میں ملی ہے معصیت
بے سکت بالکل جو ہیں، بے مقدرت
دام عصیاں میں جو رہتے ہیں اسیر
اسکے زنداں میں جو رہتے ہیں اسیر

(فاوسٹ کہتا ہے)

یہ گانا ہے کیسا، بجانا ہے کیسا ؟ یہ نغمہ ہے کیسا، ترانا ہے کیسا ؟
بتاؤ تو یہ راگ کیا، رنگ کیا ہے؟ بتاؤ تو یہ طور، یہ ڈھنگ کیا ہے ؟
اس آواز میں کسقدر دلکشی ہے! یہ آواز کتنی حلاوت بھری ہے!
صدا کیسی کانوں میں یہ آرہی ہے! یہ شیشی لبوں سے ہٹی جا رہی ہے!
تعجب ہے، اس میں یہ طاقت ہے کیسی ؟ یہ زور اس میں کتنا ہے، قوت ہے کیسی ؟
بتادو یہ اے گھنٹیو، تم بتا دو؟ ہے کیا راز ساز و ترنم، بتا دو؟
سنادو ذرا اپنے گہرے دھن سے بتاؤ، بتاؤ یہ تم بج کے ٹن سے
جو ہے آج یہ شور سا شور جاری نقیبانہ کیا ہے صدا یہ تمہاری؟
یہ کیا چیز ہے آج بجنا گجر کا ؟ یہ جشن مبارک ہے کیا ایسٹر کا ؟
جو چھیڑا ہے تم نے وہ نغمہ ہے کیسا؟ رگوں میں ہے اک جوش سا جوش پیدا
بڑی دیر سے کیفیت ہے یہ طاری ہے یہ گیت اندھیرے میں پہلے سے جاری
خوش الحانیاں اپنی برسا رہے ہیں فرشتے اسے قبر پر گا رہے ہیں
جو غرقاب ہے تیرگی میں سراسر چڑھا ہے غلاف ایک ظلمت کا جس پر

اجالا سا ہے ایک اس میں اجالا
یہ میثاق ہے اک نئی مہر والا

(خواتین کا مل کر گانا)

بلندی کہاں پر رسا ہے پھر، رسا ہے پھر
مسیح جی اٹھا ہے پھر، مسیح جی اٹھا ہے پھر
گناہ کی معافیوں سے لاکھ جس کی عظمتیں
ہزار اس پہ رحمتیں، ہزار اس پہ برکتیں

اٹھا کے بار صد محن عذاب سے سہے عذاب
تمام آزمائشوں میں ہر طرح وہ کامیاب
ٹلیں بلائیں سر سے وہ، ہوا وہ امتحان ختم
ہے اب وہ قصہ مختصر، ہے اب وہ داستان ختم

ناؤسٹ

اے نغمۂ پاک آسمانی　　اف رے تیری سبک روانی
بے حد حاوی مری نظر میں　　پھر بھی ڈوبا ہوا اثر میں
سر گشتہ مرے لئے ہے تو کیوں؟　　ہے تجھکو یہ میری جستجو کیوں؟
اس میں میرا وجود ہی کیا ؟　　اس میں میری نمود ہی کیا ؟
ہے گرد و غبار میری ہستی　　ہے میرا وجود عین پستی
سنتا تو ہوں میں فسانہ تیرا　　خالی ہے دل یقیں سے میرا
یہ معجزہ، کشف، یہ کرامات　　اک صرف ہے اعتقاد کی بات
انسان کو اعتقاد اگر ہو　　پوری کوئی مراد اگر ہو
کہتا ہے اسی کو وہ کرامت　　اعجاز کی ہے یہی علامت
اعجاز یقیں کا لاڈلا ہے　　اس کے آغوش میں پلا ہے
مجھ میں ہمت نہیں ہے اتنی　　مجھ میں جرأت نہیں ہے اتنی
طبقات بریں میں اڑ کے پہونچوں　　اس ملک حسیں میں اڑ کے پہونچوں
آتی ہے جہاں سے تیری آواز　　دیتا ہے صدا یہ سرمدی ساز
پھر بھی میں صدا یہ سن رہا ہوں　　سر اپنا خوشی سے دھن رہا ہوں
بچپن سے میں سن رہا ہوں یہ تان　　اس دھن سے ہیں آشنا مرے کان
اس وقت بھی اس صدا کو سن کر　　اک لحن نشاط زا کو سن کر
غنچہ مرے دل کا کھل رہا تھا　　پیغام حیات مل رہا تھا

جو کچھ ملتا تھا مجھ کو مژدہ — حاصل تھا نئی ہی زندگی کا
دعوت تازہ یہ زندگی کی — آواز تھی ساز سرخوشی کی
بے حد انداز دلنشیں سے — آتی تھی جو روز اولیں سے
یوں مجھ پہ جو بارش کرم تھی — اک بوسۂ شاہد ارم تھی
انداز اس میں سفینے کا تھا — جو میرے لبوں پہ تیرتا تھا
آتی تھی جو گھنٹیوں کی آواز — گویا بجتا تھا غیب کا ساز
آیندہ کی اس میں گفتگو تھی — پیشیں گوئی کی اس میں بو تھی
پنہاں اس میں تھے راز سے راز — بے حد گہری تھی ان کی آواز
مستی آلود ہر دعا تھی — تھی جو بھی صدا وہ کیف زا تھی
تھی دل میں اک آرزوئے مبہم — سرگرم تھی جستجوئے پیہم
معلوم نہیں لگن یہ کیا تھی — فکر دشت و دمن یہ کیا تھی
دعوت صحرا کی دے گئی وہ — میدان کی سمت لے گئی وہ
آنکھوں میں بھرے تھے اشک سوزاں — یہ شمع تھی ابر میں فروزاں
میں خود کو اسی میں کھو رہا تھا — محسوس مجھے یہ ہو رہا تھا
گویا ہوں اک نئے جہاں میں — رہتا ہوں میں اب اسی مکاں میں
باتیں بچپن کی ہیں جو تازہ — اب ہیں رخ یار کا وہ غازہ
مجھکو رہ رہ کے ٹوکتی ہیں — آگے بڑھنے سے روکتی ہیں
آخر میں بنوں نہ اتنا چالاک — اٹھے نہ کوئی قدم خطرناک
ملکوت کے نغمہ ہائے شیریں — اے حاسل صد نوائے شیریں
یونہیں تم ساز پر چھیڑے جاو — برساو سرور مجھ پہ برساو
مجھ میں پیدا ہے تم سے ہیجان — دل میں اٹھتے ہیں لاکھ طوفان
آئینۂ سوز جاں ہیں آنسو — آنکھوں سے مری رواں ہیں آنسو

پھر خانۂ دھر میں مکیں ہوں
پروردۂ دایۂ زمیں ہوں

مریدوں (چیلوں) کا گیت

عظمت و جلال سے، موت کو پچھاڑ کر
جرأت کمال سے اپنی قبر پھاڑ کر
دل مسرتوں سے پر، مست سرخوشی سے ھے
محو کار خلق میں، سیر زندگی سے ھے
اب بھی ہم زمین پر محو سوز و ساز ھیں
اس شب دراز میں وقف صد گداز ھیں
داغ ھجر دے گیا ھم سے منھ وہ موڑ کر
ھو گیا ھوا کہاں، بیقرار چھوڑ کر
مالک عظیم! ھم کر رھے ھیں تجھ کو یاد
ھائے اب کہاں ھے وہ تجھ سا مرد بامراد
بس رھی ھیں یاد میں وہ تری بشاشتیں
اب کہاں نصیب میں عیش وہ، وہ راحتیں

(سب فرشتوں کا مل کر گانا)

قبر کے فشار میں وہ مسیح جی اٹھا
موت کے کنار میں وہ مسیح جی اٹھا
تم نجات پا گئے اب روش یہ چھوڑ دو
جھوٹ جاؤ قید سے، بند بند توڑ دو
تم اسے بٹھائے ھو دل کے آسمان پر
گا رھے ھو اسکے گن، ھے ثنا زبان پر
ھے عزیز وہ تمھیں، تم کو اس سے پیار ھے
دل میں اسکے عشق کا بحر بے کنار ھے
اسکے نام کے لئے یونہی مدتیں جیو
اس کی لاج کے لئے بادۂ یقیں پیو
دان دو اگر تو دو صرف اسکے نام پر
چھاپ ھو قبول کی اسکے ھر کلام پر

جس پہ مہرباں ہے وہ اسکی راہ صاف ہے اسکی سمت سے کہو "ہر خطا معاف ہے"

اسکے قرب پاک پر اعتقاد لاؤ گے
اور بھی تم اس کو پھر اپنے پاس پاؤ گے

(دروازۂ شہر کے باہر - ہر جماعت کے چھٹی منانے والے شہر سے جوق در جوق چلے آرہے ھیں اور کارخانے کے چند نوجوان کہتے ھیں)

ادھر قصد کیوں آپ فرما رہے ھیں ؟

دوسرے - شکاری کے گھر کی طرف جا رہے ھیں

پہلی جماعت -

بھائیو، اے بھائیو، اے بھائیو؟ منزل مقصود کے شیدائیو؟
ھو کے ہر عنوان سے بے غم، چلیں آو پن چکی کی جانب ہم چلیں

ایک دستکار نوجوان -

میں تو کہتا ھوں چلو دریا سرائے

دوسرا -

راستہ یہ کچھ بہت اچھا نہیں

دوسری جماعت -

تم بتاؤ کہ ارادہ کیا ہے ؟

تیسرا نوجوان -

میں بھی اوروں کے ساتھ چل دوں گا

چوتھا دستکار لڑکا -

آؤ ہم لوگ برگ ڈورف (۱) چلیں

---

(۱) Burgdorf

سیر میں خاص لطف آئے گا
جھنڈ ہوں گے وہاں حسینوں کے
تیز و طرار، عمر میں کم کم
خوب ہو گی وہاں پٹے بازی
وقت اچھا اسی میں گذرے گا

پانچواں دستکار لڑکا۔

ہے تمہارا تو کچھ عجیب حساب
ہے تمہارا تو کچھ دماغ خراب
ایک دیوانے کی سی ہو ہے یہ
پاگلوں کی سی گفتگو ہے یہ
پھیر پیدا ہے یہ نظر میں کیوں ؟
پھر یہ کھجلی اٹھی ہے سر میں کیوں ؟
میں تو ہرگز وہاں نہ جاؤں گا
نہ قدم اس طرف بڑھاؤں گا
نا گوارا ہے اس مقام کا نام
ہو رہا ہوں میں لرزہ بر اندام

پہلی نوکرانی۔

مجھ سے اب کچھ کہو نہ تم ، بس ، بس
میں تو جاتی ہوں شہر کو واپس

دوسری نوکرانی۔

مری بات کا کیجئے اعتبار
لگا ہے جہاں دور تک وہ چنار

وهاں آئے گا وہ، وهاں آئے گا
ضرور آئے گا میری جاں آئے گا

پہلی نوکرانی۔

وہ یہاں آئے گا ؟ کیا اس سے مجھے
اسکا آنا بس مبارک هو تجھے
وہ جو آئے گا تو بس تیرے لئے
دل لگائے گا تو بس تیرے لئے
هاتھ میں اپنے وہ لے گا تیرے هاتھ
هوگا محو سیر لے کر تجھ کو ساتھ
یوں وہ گھومے گا بغل اندر بغل
گرم هوگی تجھ سے سبزے پر بغل
اس تماشے سے مجھے کیا واسطہ ؟
اس کے آنے سے مجھے کیا واسطہ؟

دوسری نوکرانی۔

اکیلے نہیں آج آئے گا وہ
اس الھڑ کو بھی ساتھ لائے گا وہ
بڑی خوبصورت، نہایت حسیں
هے گھنگرالے بالوں کی وہ نازنیں

میں سچ کہہ رهی هوں یہ باور کرو
میں جھوٹی نہیں، شک نہ مجھ پر کرو

ایک طالب علم۔

یہ ظالم بڑی شوخ و طرار هیں
هوا کی طرح تیز رفتار هیں
چلو میرے بھائی چلو ان کے ساتھ
نہ رہ جائیں ورنہ کہیں مل کے هاتھ
بہت تیز هو جو کی دهانی شراب
پرانی سے بھی هو پرانی شراب
تمباکو کے کش یوں لگاتے هوئے
دهوئیں پر دهوئیں یوں اڑاتے هوئے
بغل میں لئے هوں بس اک چھوکری
نگاهیں وہ ان کی هوں جادو بھری
جو یہ سازوساماں هو، کہنا هی کیا !
هے قسمت میں پھر تو مزا هی مزا !

ایک شریف خاتون۔

هیں کس قسم کے یہ حسیں نوجواں
یہ ان کی ادائیں، یہ ان کا آنهاں

یہ لڑکے ہیں دیکھو تو کتنے خراب — انہیں دیکھ کر کیوں نہ آئے حجاب

بڑے خاندانوں کی ہیں لڑکیاں — جو اچھے گھرانوں کی ہیں لڑکیاں

جگہ خانۂ دل میں پاتی نہیں — میسر انہیں کیا وہ آتی نہیں

جو ان لونڈیوں کے لئے ہیں دواں
کہاں یہ چھنالیں، کہاں یہ جواں!

دوسرا طالب علم پہلے سے۔

دل ہے اس وقت مرا ولولہ انگیز بہت
قدم آہستہ اٹھاؤ، نہ چلو تیز بہت
آرہی ہیں وہ اسی سمت جو خوشرو دونوں
میری نظروں میں ہیں ناظورۂ دلجو دونوں
ان کی چتون یہ ستم ناک حسیں کتنی ہے
دیکھنا ان کی وہ پوشاک حسیں کتنی ہے
ان میں سے ایک تو شاید مری ہمسایہ ہے
حسن اسکا ہے کہ اک جنس گراں مایہ ہے
اس حسینہ کی ادائیں ہیں مجھے دل سے پسند
کر لیا ہے مجھے ظالم نے گرفتار کمند
یوں تو چلتی ہیں بڑے ناز کے انداز کے ساتھ
ربط رکھتے ہیں قدم غمزۂ غماز کے ساتھ
پھر بھی یہ پاس ہمارے ہی چلی آئیں گی
ہم کو ساتھ اپنے بڑے شوق سے لے جائیں گی

پہلا طالب علم۔

چھوڑئے ان شوخ طراروں کا ذکر — چھوڑئے ایسی طرح داروں کا ذکر

حسن یہ بیکار ہے میرے لئے — وجہ ننگ و عار ہے میرے لئے

کام سستی سے نہ اب یوں لیجئے تیز چال اپنی ذرا کر دیجئے
آیئے، بڑھئے لپک کر برق وار هاتھ سے کھو دیں گے ورنہ هم شکار
دیتے هیں جھاڑو سنیچر کو جو هاتھ رابطہ جاروب کا هے جن کے ساتھ
دوسرے دن، یعنی هر اتوار کو دل میں دیتے هیں جگہ جو پیار کو
اسکے هاتھوں میں چلے جاتے هیں وہ اسکے هاتھوں کو هی گرماتے هیں وہ
جس کو پاتے هیں وہ اپنا جاں نثار
جو انهیں سب سے سوا کرتا هے پیار

ایک شہری -

میئر (۱) جو نیا چنا گیا هے وہ تو اک قهر هے، بلا هے
اک آنکھ نہیں وہ مجھ کو بھاتا بالکل هی نہیں پسند آتا
حد سے بڑھتا هی جا رہا هے سر پر چڑھتا هی جا رہا هے
جب سے یہ جگہ اسے ملی هے حالت بے ڈھب دماغ کی هے
کرتا هے وہ شہر کے لئے کیا ڈالو خاک اس پہ، هے نکما
حالات خراب هو رهے هیں اعمال عذاب هو رهے هیں
هے محصولوں کی سخت بھرمار
جینا نہ کبھی تھا اتنا دشوار

(ایک فقیر گاتا هے)

بھلی مانسو، اے حسیں بیبیو؟ جیو تم، جیو تم، همیشہ جیو
مبارک هو تم کو یہ بڑھیا لباس یہ بڑھیا، یہ رنگیں، یہ اعلیٰ لباس
مبارک تمھیں اپنے پھولوں سے گال نہایت حسیں سیب کی طرح لال
ذرا میری جانب بھی تم دھیان دو بنو میری داتا، مجھے دان دو

---

(۱) Mayor

مرے گیت کے سوز پر اک نظر　　ترس کھاؤ کچھ تو مرے حال پر
نگاہیں مری ہیں تمہاری طرف　　توجہ مرے بین کی بھی طرف
بھکاری ہوں میں ایک افسردہ حال　　نہ بیکار جائے یہ میرا سوال
سخی ہے جو دیتا ہے سائل کو بھیک　　ہمیشہ وہ ہر طرح رہتا ہے ٹھیک
وہ رہتا ہے مسرور آٹھوں پہر　　دل اس کا بہرحال رہتا ہے تر
مسرت بھری ہے فضا آج کی　　مناتا ہے سارا زمانہ خوشی

مرے حال پر بھی ترس آئے کچھ
بھلا آج میرا بھی ہو جائے کچھ

(دوسرا شہری کہتا ہے)

آئے جب بھی کبھی اتوار کا دن　　اور وہ دن بھی ہو تیوہار کا دن
جنگ کا ذکر ہو، پیکار کا ذکر　　تیغ کا ذکر ہو، تلوار کا ذکر
مجھے لطف اس میں بہت آتا ہے　　دل مرا اس سے بہل جاتا ہے
صلح کا ہو نہ صفائی کا ہو　　ذکر ترکی کی لڑائی کا ہو
محو پیکار ہوں اقوام جہاں　　تیز گردن پہ ہو صمصام جہاں
مائل جنگ و جدل، گرم فساد　　ہوں جہاں جنگ کے کتے آزاد
اپنی کھڑکی میں کھڑے تم اس وقت　　بس اسی دھیان میں ہو گم اس وقت
ساغر بادہ ہو اک زینت دست　　یم ذخار روانی میں ہو مست
کشتیاں اس میں رواں ہوں پرنور　　جس میں افواج ہوں مصروف عبور
اور جب شام کا وقت آجائے　　تیرگی چار طرف چھا جائے
جاؤ گھر شوق سے خنداں، شاداں　　ہوں بہم عیش و طرب کے ساماں

تم دھنی بخت کا سمجھو خود کو
اور یہ سوچ کے دل میں خوش ہو

دور ہر فکر سے، غم سے، تم ہو
امن سے، چین سے، بیٹھے تم ہو

(تیسرا شہری کہتا ہے)

دوست تم نے جو کہا سب ٹھیک ہے — یہ خیال احسن مرے نزدیک ہے
تم سے ہے میرا بھی بالکل اتفاق — یوں ہی قوموں میں رہے جاری نفاق
یوں ہی سر باہم دگر پھوڑا کریں — کھوپڑی آپس میں بس توڑا کریں
گھر میں تاوقتیکہ خیریت رہے — ہر طرح سے امن کی صورت رہے
غم نہیں دنیا جو ہوجائے تباہ — ہو کشادہ خوب بربادی کی راہ
اینٹ سے اینٹ اسکی بج جائے تو خوب — میری پھبتی اس پہ سج جائے تو خوب

(ایک بڑھیا شہر کی دوسری چھوکریوں سے کہتی ہے)

واہ کیا ٹھاٹھ یہ تمہارے ہیں — واہ کیا روپ نیارے نیارے ہیں
ساج یہ خوب ہے، سجیلی ہو — کسقدر شوخ ہو، چھبیلی ہو
یہ جوانی بنی رہے دائم — حسن یہ مدتوں رہے قائم
آنکھ جس چھوکری کی تم سے لڑے — عشق کی آگ میں وہ پھاند پڑے
ناز کیوں اسقدر؟ یہ نخرے کیوں؟ — اف یہ انداز کیوں؟ یہ غمزے کیوں؟
کھوئی کھوئی سی کس لئے ہو تم — کسی گبرو پہ دل دیئے ہو تم؟
جانتی ہوں تمہارے دل کی بات — کیا یہ سودا سروں میں ہے دن رات!

میں تمہیں بامراد کر دوں گی
دولت دل سے شاد کر دوں گی

(ایک لڑکی دوسری لڑکی سے کہتی ہے)

اگاتھا (۱) چلو اب یہاں سے چلیں — نہ ٹھہریں، کہیں اور کی راہ لیں

---

(۱) Agatha

نگوڑی ہے یہ، اس سے بچ کر رہو   سر عام اس سے نہ کچھ بھی کہو
میں قربان جاؤں مگر، اے عزیز؟   بڑے کام کی ہے یہ بڑھیا بھی چیز
جب اس روز اینڈریوز(۱) میں شام تھی   بہار چراغ سر بام تھی
جو دل پھینک تھا ایک الھڑ جوان   چھڑکنے کو تھا مجھ پہ جو اپنی جان
جو میری محبت میں تھا بے قرار   جو تھا میرا عاشق مرا جاں نثار

بتا کر ادا کے قرینے مجھے
ملایا تھا اس سے اسی نے مجھے

(ایک اور لڑکی کہتی ہے)

ارے ہاں، بلوریں جو چکر تھا، وہ   جو شیشے کا کمرہ تھا، وہ گھر تھا، وہ
وہاں اس سے مجھ کو ملایا تو کیا   مجھے راستہ یہ دکھایا تو کیا
سپاہی کی پوشاک میں تھا جواں   کھڑا تھا جیالوں کے وہ درمیاں
تھے گھیرے ہوئے اسکے ساتھی اسے   نہ تھی میری پروا ذرا بھی اسے
میں اسکے تجسس میں ہوں ہر کہیں   مگر چھوکرا ہاتھ آتا نہیں

(سب سپاہی مل کر گاتے ہیں)

اونچے اونچے کوٹ کنگورے، اونچی ہیں دیواریں
کیسے اپنا کام بنائیں؟ کہاں کہاں سر ماریں؟
چھوکریاں وہ پھیلی پھیلی، نازوں نخروں والی
ہر دل والے کو ٹھکرائیں، ان کی چال نرالی
ان کے دل پر قابو پالیں، سودا ہے یہ سر میں
ہاں ہاں ان پر ڈورے ڈالیں، پھانسیں دام نظر میں

---

(۱) Andrews

کام تو بیحد ٹیڑھا ہے یہ، جی نہ مگر ہم چھوڑیں
دل کی لڑائی کے میداں سے منہ نہ کبھی ہم موڑیں
کام حسیں، انعام حسیں ہے، ہاں ہاں بگل بجائیں
ہم سب مل کر بول دیں ہلہ، شور سا شور مچائیں
اب پھل چاہے کچھ بھی نکلے، جان رہے یا جائے
دھاوا بولا جائے، بس بس دھاوا بولا جائے
جینا ہے تو بس خوش رہئے، ورنہ کیسا جینا
جی کے زیادہ کیا کرنا ہے، اچھا تھوڑا جینا
کوٹ کنگورا چاہے ہو وہ، چاہے کوئی چھبیلی
ایسی ڈٹ کر جان لڑا دیں کر دیں چولیں ڈھیلی
ان پر بھی ہو اپنا قبضہ، اس کو جیت کے چھوڑیں
جتنے بندھن ہوں کھل جائیں، ساری قیدیں توڑیں
کام بڑے جیوٹ کا ہے یہ، آؤ جان پہ کھیلیں
جن میں ہے اتنی شان و شوکت اس انعام کو لے لیں
کام سپاہی کا بس یہ ہے جیت کے جشن منانا
مال غنیمت جو ہاتھ آئے اس سے موج اڑانا

(فاؤسٹ اور واگنر آتے ہیں۔ فاؤسٹ کہتا ہے)

برف کا باقی نہیں نام و نشاں	اب ہے آزادی سے پھر دریا رواں
آ رہی ہے کتنی تیزی سے بہار	ہر قدم اسکا ہے کتنا خوشگوار
وادیاں سر سبز ہیں امید سے	دل اچھل پڑتا ہے اس کی دید سے
اب ہے بوڑھی فصل سرما کا آثار	طاقتیں اس کی ہیں وقف انتشار
لی ہے ویراں پربتوں کی اس نے راہ	جو ہیں اک مدت سے بے برگ و گیاہ

اب اُدھر سے گھر کے بادل آئیں گے
اور اولے جا بجا برسائیں گے

بارش اولوں کی یہ ہوگی بے اثر
پھیل جائیں گے ملائم دوب پر

وادیوں میں ہے جو سورج جلوہ بار
اس کو ہوگی یہ سفیدی ناگوار

ہے زمیں پر ہر طرف جوش نمو
دیدنی ہے یہ جہان رنگ و بو

چپہ چپہ اب تو رنگا رنگ ہے
ہر ادا قدرت کی شوخ و شنگ ہے

ہے ہر اک شے آئنہ دار شباب
رنگ بھرنا چاہتا ہے آفتاب

پھول کھیتوں میں ہیں خوابیدہ ابھی
ان کے جلوے تو ہیں نادیدہ ابھی

آدمی ان کی جگہ خوش پوش ہیں
عین مستی ہیں، سراپا جوش ہیں

پیٹھ پھیرو ' مڑ کے اب دیکھو ذرا
سامنے آنکھوں کے یہ منظر ہے کیا

ہر طرف سے ہے جو اونچا یہ مقام
اس سے دیکھو شہر کا منظر تمام

وہ جو پھاٹک دور پر ہے خول دار
تیرگی جس سے ہے بے حد آشکار

آرہے ہیں اس سے رنگا رنگ لوگ
ہیں یہ جیوٹ دار، خوش آہنگ لوگ

شوق سا اسکے لئے ہے دل میں شوق
دھوپ کھانے آرہے ہیں جوق جوق

آج کے دن جی اٹھا ہے پھر مسیح
مظہر نور خدا ہے پھر مسیح

جشن سا ہے جشن برپا ہر طرف
غلغلہ ہے عید کا سا ہر طرف

ان میں بھی ہے آشکارا زندگی
مل گئی گویا دوبارا زندگی

نیچے نیچے گھر سے باھر آئے ہیں
قید بام و در سے باھر آئے ہیں

آج ہے تعطیل کارو بار کی
آج ہے چھٹی انہیں اتوار کی

آج حاصل ہے فراغت کام سے
بیٹھنا ہے آج انہیں آرام سے

وقت شب گرجے کی پوجا ختم ہے
سوز و ساز یاد مولا ختم ہے

روشنی میں پھر نکل آئے ہیں سب
اک نیا چولا بدل آئے ہیں سب

لے رہے ہیں کسقدر چستی سے کام
اب نہیں کوئی انہیں سستی سے کام

چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم
کتنی تیزی سے بڑھاتے ہیں قدم

کچھ ہیں کھیتوں اور باغوں میں رواں　کچھ سفینے پر ہیں دریا میں رواں
جا رہے ہیں ہر طرف مستانہ وار　گشت کرتے ہیں قطار اندر قطار
دیدنی ہے آخری کشتی کا بار　ہیں مسافر کسقدر اس میں سوار
ہیں پہاڑوں پر جو یہ پگڈنڈیاں　قابل نظارہ ہے ان کا سماں
ان میں کپڑے منتشر تا دور ہیں　مائل باران رنگ و نور ہیں
گاؤں والوں کی یہ ہوحق ہے عجیب　شور و غل سے ان کے رونق ہے عجیب
نعرہ ہائے عیش سے پر ہے فضا　دے رہی ہے ساز ہر موج ہوا
ہے یہی تو بے نواؤں کی بہشت　ہو رہی ہے مطمئن ان کی سرشت
اس فضا میں کسقدر ہے شادماں　کہہ رہا ہے بس یہ ہر خورد و کلاں

آئینہ دار حد امکاں ہوں میں
یہ جگہ وہ ہے جہاں ''انساں،، ہوں میں

(واگنر کہتا ہے)

اے مرے علامہ' عظمت مآب　گھومنا میرا یہ ہمراہ جناب
باعث صد ناز ہے میرے لئے　شغل اک ممتاز ہے میرے لئے
میں جو تنہا ہوں تو دور اس سے رہوں　یہ جو مجمع ہے نفور اس سے رہوں
دیکھئے مجمع ہے یہ کتنا گنوار　اس کی یہ صحبت ہے وجہ ننگ و عار
شور و غل اتنا ہے' اتنی ریل پیل　یہ چکارے کی صدا' باہم یہ کھیل
ہے مرے کانوں کو بے حد ناگوار　باعث تکلیف ہے ان کا شعار
شور و غل ہے کس بلا کا الاماں　قہر ہے گویا خدا کا' الاماں
جسم میں گویا ہے شیطاں کا نزول　کر گئی ہے روح میں وحشت حلول
جشن کیا ہے' واہ کیا جلسہ ہے یہ!　گیت کیا ہے' واہ کیا نغمہ ہے یہ!

کیوں نہ اس وعدے پہ ہو جاؤں نثار
خوب ہے رونق یہ ان کی' یہ بہار

(لیمو کے پیڑ تلے کسان ناچ گا رہے ہیں)

سجیلا بانکا تن تن کے
چلا چرواہا بن ٹھن کے

مزے کا دن ہے یہ اتوار
کیا ہے اس پر خوب سنگار

تھرک کر چھیلا ناچے گا
یہ مرد البیلا ناچے گا

ہوا میں ہنستا لہراتا
گلے میں اسکے پھلہالا

لگا ہے پیڑ جو لیمو کا
ہے اسکے گرد اک شور مچا

نچنیئے جھوم کے آتے ہیں
الاپیں خوب لگاتے ہیں

اہا ہا ہا ہا ہا ہا
چلا بن ٹھن کر چرواہا

چکارہ بولے جاتا ہے
گرہ یہ کھولے جاتا ہے

وہ اسکا کولے مٹکانا
نچنیوں میں گھس گھس جانا

نویلی ایک تھی چنچل نار
اسے دی اس نے کہنی مار

تھا گرم اس الھڑ کا پارا
پلٹ کر اس نے پھٹکارا

یہ کیا حرکت ہے اے بدکار
نکمے، مادر زاد، گنوار

یہ کیا اک یووتی (۱) پر اتپات (۲)
نہیں کیا مورکھ (۳) تو بدذات

اہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا
چلا بن ٹھن کر چرواہا

مچا تھا چار طرف اک شور
تھا ہلڑ بازی کا وہ شور

کبھی تھا بائیں جانب ناچ
کبھی تھا دائیں جانب ناچ
وہ ان کا جھک جھک کر مڑنا
وہ ان کے دامن کا اڑنا
وہ سرخی منہ پر چھا جانا
وہ ان میں گرمی آ جانا
وہ تھک کر ناچ سے آخر کار
سمانا سانس کا تھا دشوار
مگر سب ان میں دست بدست
تھے اپنی اپنی دھن میں مست
وہ رکھ کر کولے پر کہنی
ٹھٹھولی سے ماری بولی

---

(۱) نوجوان حسینہ (۲) ظلم، زبردستی (۳) مورکھ یعنی جاہل۔

اھا ھا ھا ھا ھا ھا

چلا بن ٹھن کر چرواھا

کسی سے بولی اک طرار

یہ اتنا کھل کر کھیل نہ یار

نہیں کچھ کھلتا دل کا راز

ھیں پریمی کتنے دھوکے باز

کبھی ھے الفت کا اقرار

کبھی ھے چاھت سے انکار

لے اٹھا کر اپنی مدھو بالا (۱)

چلا جب کوئی متوالا

تھے لیمو کے نیچے جو لوگ

خوشی سے جھوم اٹھے جو لوگ

وہ اپنی دھن کے مستانے

لگے بس گیت یہی گانے

اھا ھا ھا ھا ھا ھا چلا بن ٹھن کے چرواھا

ایک بوڑھا کسان ۔

واہ وا خوب آج آپ آئے یہاں آپ ھم پر کس قدر ھیں مہرباں

کتنے لائق کسقدر فاضل ھیں آپ ھم میں اس چھٹی کے دن شامل ھیں آپ

ڈاکٹر صاحب یہ لوٹا لیجیئے تازہ تازہ اس کی دارو پیجیئے

شکریہ دل سے ادا کرتا ھوں میں آپ کے حق میں دعا کرتا ھوں میں

---

(۱) مدھو سے مراد ھے دوشیزۂ شیریں ۔

پان(۱) کرکے اسکو عزت دیں مجھے　　پیاس ھی کیول(۲) نہیں اس سے بجھے
آپ کو دے ھر طرح آرام یہ　　جتنے قطروں سے بھرا ھے جام یہ
عمر اتنے سال ھی بڑھ جائے اور
کائنات زندگی بڑھ جائے اور

فاؤسٹ ۔

آپ نے اعزاز یہ مجھ کو دیا　　آپ کی اس گفتگو کا شکریہ
سامنے میرے بنے رنگیں یہ پھول　　آپ کا تحفہ میں کرتا ھوں قبول
کر رھا ھوں میں خوشی سے نوش جاں
آپ سب کا جام صحت، مہرباں!

بوڑھا ۔

در حقیقت آپ خوب آئے یہاں　　آج ھم محو مسرت ھیں جہاں
جن دنوں ھم پر مصیبت آئی تھی　　اک قیامت سی فلک نے ڈھائی تھی
دست گیری کی ھماری آپ نے　　کی ھمیشہ دوست داری آپ نے
ھر طرف جب سر پہ منڈلاتی تھی موت　　چپہ چپہ پر غضب ڈھاتی تھی موت
آج بھی باقی ھیں ایسی ھستیاں　　آپ کے والد تھے جن پر مہرباں
ان دنوں تھا آتش افشاں جب بخار　　بچہ بچہ جب ھوا اس کا شکار
موت کے منہ سے چھڑایا تھا انہیں　　عزم و ھمت سے بچایا تھا انہیں
جان لیوا تھی بلا طاعون کی　　حشر پیما تھی وبا طاعون کی
آپ کے والد نے کی وہ روک تھام　　بچ گئے اس سے ھزاروں خاص و عام
آپ گو اس وقت برخوردار تھے　　نیک دل تھے، پیکر ایثار تھے
کر لیا جس گھر میں بیماری نے گھر　　رحم کھا کر آپ اس کے حال پر

---

(۱) پان کرنا (ھندی) یعنی پینا　(۲) کیول (ھندی) یعنی صرف

جاھی پھونچے چارہ سازی کے لئے ‏ دلدھی کے، دلنوازی کے لئے
صبر کے خرمن پہ ھو کر برق پاش ‏ ھر مکاں سے لاش پر اٹھتی تھی لاش
کیا مصیبت موت نے ڈھائی نہیں ‏ آنچ لیکن آپ پر آئی نہیں
پیش آئے سخت سے سخت امتحاں ‏ آپ نے رکھی مگر ھمت جواں
فرق آیا کچھ نہ استقلال میں ‏ مست پایا آپ کو ھر حال میں
اھل حاجت کی جو کرتا تھا مدد ‏ جس سے ھوتی تھیں بلائیں سب کی رد

خود سے رکھتا تھا نہ وہ اسکو جدا
تھا مددگار اس کا اوپر سے خدا

فاؤسٹ۔

اس پہ تم ایمان لاؤ، دوستو ‏ اسکے آگے سر جھکاؤ، دوستو
راستہ ھم کو دکھاتا ھے وھی ‏ یہ چلن ھم کو سکھاتا ھے وھی
دوسروں کا دکھ بٹائیں کسطرح ‏ دوسروں کے کام آئیں کس طرح

ھم کو دیتا ھے تہ دامن پناہ
کھول دیتا ھے مدد کی ھم پہ راہ

(یہ کہکر فاؤسٹ واگنر کے ساتھ جاتا ھے اور واگنر کہتا ھے)

بے تکلف آپ کے ھیں ساتھ لوگ ‏ لے رھے ھیں کیسے ھاتھوں ھاتھ لوگ
آپ کے دل کا ھے کیا اسوقت حال؟ ‏ اپنے دل میں کر رھے ھیں کیا خیال؟
واقعی ھیں آپ بے حد خوش نصیب ‏ آپ سے ھر شخص ھے کتنا قریب
سب نے آنکھوں پر بٹھایا آپ کو ‏ اپنے سینے سے لگایا آپ کو
کس کو حاصل ھے یہ عزت، یہ شرف ‏ خیر مقدم آپ کا ھے ھر طرف
اسقدر کس کے محاسن پر ھین صاد ‏ مل رھی ھے جوھر قابل کی داد
آپ کو تکتی ھے دنیا ھر طرف ‏ آپ کا ھوتا ھے چرچا ھر طرف

ساتھ ان کے جب چلے جاتے ہیں آپ
ان کے فرزندوں کو دیکھ آتے ہیں آپ

جوہروں کی داد بھی دیتے ہیں یہ
ہر طرف سے گھیر بھی لیتے ہیں یہ

آپ کی صورت ہے کتنی دلنواز
خود ہی رک جاتا ہے سارنگی کا ساز

ناچنے والے کے تھم جاتے ہیں پاؤں
ایک ہی مرکز پہ جم جاتے ہیں پاؤں

آپ کا رخ راہ میں ہو جس طرف
دیکھنے والوں کی بندھ جاتی ہے صف

سست ہو جاتے ہیں سب خورد و کلاں
اور اچھلتی ہیں خوشی سے ٹوپیاں

کچھ جو یونہیں اور بڑھ جائے گا جوش
آپ کو دیکھیں گے جب یہ دلفروش

خم کریں گے اپنے زانوے ادب
سامنے رکھیں گے پہلوے ادب

والہانہ ہوگا ہر سجدہ ادا
آگیا ہو جیسے کوئی دیوتا

فاؤسٹ۔

چلتے چلتے ہو گئے ہیں چور ہم
بس چلیں گے اور تھوڑی دور ہم

پاس اس پتھر کے اب رک جائینگے
جو دکھائی دے رہا ہے سامنے

اک زمانہ تھا یہاں آتا تھا میں
دھیان میں مشغول ہو جاتا تھا میں

میں نے رکھے ہیں یہاں روزے بہت
تر کئے ہیں لب دعاؤں سے بہت

دل مرا بے حد عقیدت بیز تھا
بادۂ امید سے لبریز تھا

اشک رہتے تھے ان آنکھوں سے رواں
میں بھرا کرتا تھا پیہم سسکیاں

تھی مرے پہلو میں بے تابی بہت
ٹیس جن ہاتھوں میں ہوتی تھی بہت

ساتھ ان کے رنج سے چلتا تھا میں
خود ہی اپنی آگ میں جلتا تھا میں

مدعا یہ تھا کہ رک جائے اجل
حکم ربانی پہ جھک جائے اجل

خالق برتر کو یوں آجائے رحم
بیکسوں کے حال پر فرمائے رحم

وجہ ایذا خلق کی تعریف تھی
طعنہ و تشنیع یہ توصیف تھی

وہ مجھے بالکل پسند آئی نہیں
وہ مرے دل کو ذرا بھائی نہیں

میری بابت ہے تمھارا کیا خیال؟ کچھ بتاسکتے ہومیرے دل کا حال؟
میرے سینے میں ہے کون ایذا نہاں؟ کیا ہے میرے دردِ دل کی داستاں؟
تم جو میرے دل کی حالت جانتے تم اگر مجھ کو ذرا پہچانتے
وہم پھر ہرگز نہ برماتا تمہیں راز یہ معلوم ہو جاتا تمہیں
گن ہیں وہ ہم باپ بیٹوں میں کہاں کر رہے ہیں لوگ جو سب میں بیاں
باپ میرے اک بھلے انسان تھے قائلِ شہرت نہ تھے، انجان تھے
تھی تلاش اسرار فطرت کی انہیں علم و حکمت سے تھی دلچسپی انہیں
ان کی وسعت پرنگاہیں ان کی تھیں جادۂ پر شوق راہیں ان کی تھیں
لمحہ لمحہ، لمحۂ تحقیق تھا لحظہ لحظہ، لحظۂ تصدیق تھا
کام لیتے تھے بڑے اخلاص سے دیکھتے تھے اک نگاہ خاص سے
سامنے رہتے تھے فطرت کے غلام سر کھپاتے تھے اسی میں صبح و شام
اس کی وسعت پر مسلسل غور تھا کچھ عجیب ان کا طریق و طور تھا
ماہران فن کئی تھے اور ساتھ ان کے کاموں میں بٹالیتے تھے ہاتھ
دیدنی تھا ماہروں کا اژدہام ظلمتی مطبخ (۱) میں تھا جاری یہ کام
سینکڑوں نسخوں پہ ہوتا تھا عمل ایک نسخہ دوسرے کا تھا بدل
چربیاں کس کس کی تھیں، کس کس کا تیل کتنی بدبودار چیزوں کا تھا میل
کیا کہوں کتنی کثافت ان میں تھی کیا کہوں کتنی عفونت ان میں تھی
ہر طرح جب جانچ لیتے تھے انہیں ہانڈیوں میں جوش دیتے تھے انہیں
گوشت سرخا سرخ جو تھا شیر کا یہ جگر تھا، یہ کلیجا شیر کا
آبِ سوسن میں پکاتے تھے اسے آس عرق میں وہ ملاتے تھے اسے
اک طرف یہ گوشت ہوتا نرم نرم اک طرف ہوتا تھا پانی نیم گرم
جو مرکب اس سے بنتا لالہ رنگ بادۂ احمر کی صورت شوخ و شنگ

---

(1) Black Kitchen

شیشیوں میں اس کو بھر دیتے تھے وہ شیشیوں کو بند کر دیتے تھے وہ
اس عرق میں تھی عجب تابندگی جیسے یہ نوخیز بیگم تھی کوئی
شیر و سوسن سے حلاوت جس کی تھی آئینہ دونوں سے صورت جس کی تھی
آتشِ عریاں سے باہم سوختہ ہو کے نذرِ شعلۂ افروختہ
حجرہ در حجرہ تھے دونوں منضبط ہو گئے آپس میں ایسے مختلط
بیگم نوخیز کو بخشا ظہور بند تھا شیشوں میں یہ سیلاب نور
اس عمل سے کیمیا تیار تھی ہر مرض کی اک دوا تیار تھی
یہ دوا پیتے ہی مر جاتے تھے لوگ موت کے صدقے اتر جاتے تھے لوگ
کوئی بیماری سے اچھا بھی ہوا؟ کوئی اتنا پوچھنے والا نہ تھا؟
دے کے ان پرہول لٹکوں کو وجود جن سے ہوتی تھی خباثت کی نمود
جو کسی مہلک بلا سے کم نہ تھے اک قیامت، اک وبا سے کم نہ تھے
وادی و کہسار میں جاری کیا اک عجب، اک قہر سا طاری کیا
سینکڑوں کو ہم نے بانٹی یہ دوا ہو گئے وہ باغ دنیا سے ہوا
رہ گیا میں صرف سننے کے لئے لفظ وہ تعریف کے، تحسین کے
میری شہرت روز و شب بڑھنے لگی بیل اوپر اور یہ چڑھنے لگی
ہم جو قاتل تھے وہ قابل بن گئے دیدۂ دوراں میں فاضل بن گئے

صاحب اعجاز ٹھہرائے گئے
فائز و ممتاز ٹھہرائے گئے

واگنر۔

کس لئے بیکار افسردہ ہیں آپ؟ کیا سبب ہے؟ کیوں یہ پژمردہ ہیں آپ؟
آپ تو بے حد دیانت دار ہیں نیک ہیں، لائق ہیں، خوش اطوار ہیں
آپ کے حق میں نہیں کافی یہ کیا؟ آپ کو جو فن وراثت میں ملا؟
اور جس کی آپ نے تکمیل کی اک نئے انداز سے تشکیل کی

ھر جگہ اس کو عمل میں لائیں آپ
مشق اس کی دم بدم فرمائیں آپ
آپ کا فرزند فرخندہ سیر
باپ کی تعظیم کرتا ھے اگر
اس سے علم و فضل کرتا ھے حصول
اس کی اک اک دین کرتا ھے قبول
آپ اگر فرمائیں گے کوشش مزید
اور ثابت ھوگی یہ کوشش مفید
آپ کے بیٹے کا دل بڑھ جائے گا
اور کوڑی دور کی وہ لائے گا

حوصلے ھوجائیں گے اسکے دو چند
اس کی پرواز اور بھی ھوگی بلند

فاؤسٹ ۔

وہ خوش نصیب ھے انساں، نہیں شک اس میں کوئی
امید جس کو ھے سھو و خطا سے بچنے کی
ضرورت اس کو ھے اس چیز کی زمانے میں
نہیں جو آگہی و علم کے خزانے میں
شعور کچھ نہیں اس کا جسے پتہ ھی نہیں
کچھ اس کے بارے میں بیچارہ جانتا ھی نہیں
اگر شعور کسی بات کا اسے ھے بھی
کبھی بوقت ضرورت نہیں وہ کام آتی
جو عارضی برکت یہ میسر آئی ھے
گھڑی خوشی کی جو قسمت یہ لے کر آئی ھے
حجاب اس پہ نہ ڈالو ملال کا، غم کا
صدائے عیش یہ، نالہ بنے نہ ماتم کا
وہ ڈوبتے ھوئے سورج کی روشنی دیکھو
وہ سبزہ زار پہ انوار قرمزی دیکھو

هیں جھونپڑے نظر افروز جس کے دامن میں
چمک رہے ہیں وہ کیا کیا فضائے روشن میں

ہے اب چھلکنے کو پیمانہ روز روشن کا
قریب ختم ہے افسانہ روز روشن کا

سفر نشیب میں کرنے لگا ہے مہر منیر
بلندیوں سے اترنے لگا ہے مہر منیر

رواں دواں ہے نئی زندگی بنانے کو
لپک رہا ہے کہیں اور جگمگانے کو

اگر نصیب کہیں مجھ کو بال و پر ہوتے
نہ میرے پاؤں یہ ہرگز زمین پر ہوتے

میں اس کے ساتھ ہی پیمائش فلک کرتا
میں اس کے ساتھ ہی گردوں پہ سیدھیاں بھرتا

وہ روشنیٔ سر شام جو دوامی ہے
شفق کا بادۂ گلفام جو دوامی ہے

تمام دھر کو میں اس میں سرنگوں پاتا
ہر ایک چیز کو قدموں پہ واژگوں پاتا

مسلط اس پہ خموشیٔ جاوداں ہوتی
ادا سکون کی ایک ایک بے کراں ہوتی

پہاڑ آگ کے شعلوں سے ملتہب ہوتے
وفور سوز سے آمادۂ غضب ہوتے

عجب سکوت کے عالم میں وادیاں ملتیں
سپرد عافیت و امن جاوداں ملتیں

نظر فریب وہ چشموں کی نقرئی چادر
جو دے مزہ یم زریں سے متصل ہو کر
پہاڑ ایک بھی ہوتا نہ راہ میں حائل
یہ گھاٹیاں نہ بناتیں اڑان کو مشکل
اڑان کون؟ جو تھی دیوتاؤں کی سی اڑان
اڑان کون؟ تھا جس سے فلک بھی پست نشان
عجب نگاہ سے حیرت نما ان آنکھوں سے
ذرا سی دیر میں میں دیکھتا ان آنکھوں سے
کہ میرے سامنے مواج اک سمندر ہے
خلیج جس کی ہر اک عافیت سراسر ہے
بڑے سکون سے ہر وقت موج لیتی ہے
پیام عیش و مسرت نظر کو دیتی ہے
یہ آفتاب کے قالب میں دیوتا جو ہے
حرارت ابدی سے یہ رونما جو ہے
وہ جا کے گوشۂ مغرب میں ہو رہا ہے غروب
مگر اٹھی ہے مرے دل میں اب یہ لہر بھی خوب
کہ پیچھے پیچھے اسی کے اڑا کروں میں بھی
برنگ مہر مبیں سیدھیاں بھروں میں بھی
جھپٹ جھپٹ کے پیوں، ہاں لپک لپک کے پیوں
میں اسکا بادۂ انوار خوب چھک کے پیوں
نظر کے سامنے اک سمت روز روشن ہو
میرے عقب میں شب لالہ گوں کا دامن ہو
فلک ہو سر پہ، سمندر رواں دواں نیچے
اک آسماں ہو زمیں پر، اک آسماں نیچے

میں دیکھتا ہی نہ رہ جاؤں بس یہ خواب کہیں
جو دل کی موج ہے ثابت نہ ہو سراب کہیں
مری خلش، خلش رائگان نہ ہو جائے
وجود اس کا نظر سے نہاں نہ ہو جائے
ہزار حیف! میں اک مشت خاک انساں ہوں
نہیں مجال کہ روحوں کے ساتھ پراں ہوں
مگر ازل سے یہی مقتضاے فطرت ہے
یہ خاصیت ہے جو ہر شخص کو ودیعت ہے
کہ اسکے حوصلے آگے کی سمت بڑھتے ہیں
یہ دم بدم سر بام عروج چڑھتے ہیں
بلند جب ہو نوا سرمگیں فضاؤں میں
ہو نغمہ سنج بڑی دلنشیں صداؤں میں
اڑے عقاب صنوبر بھری چٹانوں پر
پروں کو اپنے ہو پھیلائے آسمانوں پر
تمام فاصلهٔ خشک و تر پہ حاوی ہو
تمام سلسلهٔ بحر و بر پہ حاوی ہو
جب ایک سمت ہو سارس کا رخ وطن کی طرف
برنگ شمع روانہ ہو انجمن کی طرف

واگنر۔

مرے دل میں بھی اٹھے ہیں عجب وہم و گماں اکثر
رہا ہے مجھ کو بھی اندیشهٔ سود و زیاں اکثر
مگر اٹھی نہیں ایسی کوئی خواہش کبھی دل میں
نہیں پیدا ہوئی اک فکر سے کاهیدگی دل میں
نظر اکتا چکی ہے جنگلوں، کھیتوں کے منظر سے
مجھے ہو کس لئے کاوش کسی طائر کے شہ پر سے

مجھے ذھنی فضا سے جست کرنا راس آتا ہے
کتابوں میں ورق اندر ورق دل ڈوب جاتا ہے
مسرت بخشتا ہے شغل یہ شب ھاے سرما میں
اسی سے گرمیاں محلول ھوجاتی ھیں اعضا میں
صحیفہ کھول کر کوئی جہاں بھی بیٹھ جاتے ھیں
ھم اپنے سامنے وہ جنت الفردوس پاتے ھیں

فاؤسٹ۔

خیر سے نابود یکسر دوسرا ارمان ہے
جوش زن دل کے سمندر میں بس اک طوفان ہے
میرے دل میں ہے مگر وہ خواھشوں کی چپقلش
چین لینے ھی نہیں دیتی مجھے ان کی خلش
ھیں یہ دو روحیں، طپیدہ جن سے ہے سینہ مرا
اک مصیبت ان کے پیچھے ھو گیا جینا مرا
لحظہ لحظہ دنیوی لذات سے چمٹی ھوئی
ایک کی تو ہے بساط انجمن سمٹی ھوئی
دوسری اس خاکدان دھر سے بیزار ہے
اور اُس دنیا میں جانے کے لئے تیار ہے
جو گزرگاھیں ھوائی ھیں مرے اسلاف کی
جن میں ھیں تابانیاں امواج قلب صاف کی
ھیں جو کچھ روحیں کہیں ارض وسما کے درمیاں
تیرتی ھیں حلقۂ موج ھوا کے درمیاں
اپنے زریں بادلوں سے رخ کریں سوئے زمیں
ان کے جلووں سے منور ھو سکے روئے زمیں

آ کے اس دنیائے آب و گل سے لے جائیں مجھے
آس جہان پاک میں آباد فرمائیں مجھے
جس میں رنگا رنگ بزم آرائیوں کا لطف ہے
زندگی کی نوبنو رعنائیوں کا لطف ہے
کاش میرے پاس ہوتا سحر و افسوں کا لباس
کاش میرے تن پہ ہوتا خلعت جادو اساس
بخش دیتا برق آسا بازو پر جو مجھے
دور سے بھی دور لے جاتا اڑا کر جو مجھے
خلعت کمیاب کیسا، کیا لباس خردی
بیچتا جامہ نہ میں اپنا کسی قیمت پہ بھی

واگنر۔
ہرگز خدا کے واسطے ایسا نہ کیجئے
ارواح آشنا کو بلاوا نہ دیجئے
معمور جن سے ہے یہ ہوائی کرہ تمام
جو ہیں بلند بام، جو ہیں آسماں مقام
ڈھاتی ہیں چار سمت سے اک قہر، اک بلا
ہوتا ہے اک عذاب میں انسان مبتلا
آ کر شمال سرد سے روحیں یہ فتنہ خیز
باصد غضب نکال کے دندان تیز تیز
گرتی ہیں آ کے تیر شرر بار کی طرح
کرتی ہیں چھید جسم میں سوفار کی طرح
مشرق سے آ کے کھیت سکھاتی ہیں یہ جناب
گردے کو، پھیپھڑے کو جلاتی ہیں یہ جناب

آتی ہیں مثل غول بیاباں پہ صف بہ صف
دشت جنوب سے یہ جھپٹتی ہیں اس طرف
ساتھ اپنے ریگزار کی وسعت لئے ہوئے
نصف النہار کی وہ تمازت لئے ہوئے
ہوتی ہیں شکل شعلۂ جوالہ ملتہب
مغز دماغ بھون کے رکھ دیں تو کیا عجب
چلتا ہے سمت غرب سے جب ان کا قافلہ
بڑھتا ہے لرزتوں سے بھرا جب یہ سلسلہ
پہلے تو جسم و روح کو دیتی ہیں تازگی
کرتی ہیں کھیتیوں کو تہہ آب پھر وہی
پانی الچ الچ کے بھگوتی ہیں آپ کو
سیلاب تیز رو میں ڈبوتی ہیں آپ کو
ہوتے ہیں گام گام پہ سب مینھ سے خراب
میدان زیر آب، چراگاہ زیر آب
سنتی ہیں بات بات بڑے کان ان کے ہیں
کیا پوچھئے عجیب ہی عنوان ان کے ہیں
ان کو تو بس شرارت پیہم سے کام ہے
ہاتھوں سے ان کے تنگ زمانہ مدام ہے
آتی ہیں وہ تو صرف ستانے کے واسطے
برق ستم دلوں پہ گرانے کے واسطے
تعمیل حکم کے لئے راضی خوشی خوشی

دیتی ہیں پہلے آکے تسلی خوشی خوشی

چلتی ھیں اپنی چال نہایت فریب سے
کرتی ھیں پائمال نہایت فریب سے
گویا اتر کے عالم بالا سے آئی ھیں
اس خاک داں میں خلد کی دنیا سے آئی ھیں
مثل ملائک اپنے جو لب کھولتی ھیں یہ
بکتی ھیں کذب، جھوٹ بہت بولتی ھیں یہ
اب آیئے یہاں سے چلیں وقت شام ھے
گردوں پہ چار سمت اندھیرا تمام ھے
شب دود (۱) کا ھے زور، ھوا سرد سرد ھے
ماحول یہ خنک ھے، فضا سرد سرد ھے
پڑتا ھے کام شام کو گھر کے الاو سے
سب لوگ بیٹھتے ھیں یہیں مل کے چاو سے
حیرت سے ایستادہ یہ کیا دیکھتے ھیں آپ؟
یہ کس نظر سے رنگ فضا دیکھتے ھیں آپ؟
کچھ تو بتائیں آپ کے دل میں خلش ھے کیا؟
اس تیرگیٔ شام میں آخر کشش ھے کیا؟

فاؤسٹ۔

کھیتوں کھیتوں چکر کھا کر بھوسی، ناج میں گھوم گھما کر
آتا ھے بھاگا بھاگا سا وہ دیکھو اک کالا کتا

واگنر۔

بہت دن ھوئے یہ نظر آچکا ھے، مگر اھمیت اسکو دی کچھ نہ میں نے
توجہ کے قابل ذرا بھی نہ سمجھا، اسی واسطے قدر کی کچھ نہ میں نے

(۱) یعنی کہرا

فاؤسٹ۔

دیکھنا غور سے تم اس کو ذرا　　اور سمجھو تو یہ بلا ہے کیا

واگنر۔

جھبڑے جھبڑے ہیں بال اس کے
کتا یہ کسی کا پالتو ہے
ہے اس کے سراغ کا طلب گار
اپنے مالک کی جستجو ہے

فاؤسٹ۔

غور سے دیکھو اسے اچھی طرح　　گھومتا ہے یہ تو گھونگھے کی طرح
دیدنی ہے اس کی قامت، اسکا قد　　اس کی لمبائی کی بھی ہے کوئی حد
آنکھ اٹھاؤ تو ذرا اس کی طرف　　بڑھ رہا ہے یہ ہماری ہی طرف
آنکھ اگر میری خطا کرتی نہیں　　عقل اگر مجھ سے ابا کرتی نہیں
آتشیں حلقوں کی اک لمبی قطار
ہو رہی ہے اسکے پیچھے شعلہ بار

واگنر۔

مری نگاہ میں کتا یہ کوئی جھبڑا ہے　　علاوہ اسکے ہے جو کچھ نظر کا دھوکا ہے

فاؤسٹ۔

میں سمجھتا ہوں، یہ ہے میرا خیال　　بن رہا ہے یہ کوئی جادو کا جال
راستے میں اس سے چکمہ کھائیں گے　　اسکے ان پھندوں میں ہم پھنس جائینگے

واگنر۔

آتا ہے جھپٹتا ہوا گو ہو کے غضبناک　　ہیبت زدگی سے ہے مگر بستہ' فتراک
تھامے ہوئے ہے ولولہ' تیز قدم کو　　کچھ خوف یہ کھاتا ہے یہاں دیکھ کے ہم کو

ہم دونوں کو بیگانہ سمجھتا ہے بہر طور مالک کا یہ جویا ہے، نہیں بات کوئی اور

فاؤسٹ ۔

دیکھنا تو یہ شعبدہ اس کا دائرہ ہو گیا ہے چھوٹا سا

کسقدر شکل ہو گئی ہے مہیب کسقدر اب یہ آ گیا ہے قریب

واگنر ۔

مجھ کو تو لاریب یقیں ہے کتا ہے یہ، بھوت نہیں ہے

ہم پر یہ غراتا بھی ہے ہم سے دہشت کھاتا بھی ہے

لیٹے سے راحت ملتی ہے لیٹ گیا ہے، دم ہلتی ہے

اس میں بات ہی کیا ہے ڈر کی

باتیں سب ہیں کتوں کی سی

فاؤسٹ ۔

اچھا میرے ساتھ چلو ہاتھ میں دیکر ہاتھ چلو

واگنر ۔

بے چارہ انجان سا ہے یہ کتا کچھ نادان سا ہے یہ

آپ جو کچھ منھ سے نہ کہیں گے استادہ چپ چاپ رہیں گے

وہ بھی ادھر خاموش رہے گا اور سراپا گوش رہے گا

اپنی جگہ پر جم جائے گا شور یہ اس کا تھم جائے گا

لب جو ذرا بھی آپ نے کھولے رہ نہ سکے چپ، منھ سے بولے

ضبط سے ہرگز کام نہ لے گا کتا بھی پھر آ دھمکے گا

چیز جو کوئی کھو جائے گی آپ سے غائب ہو جائے گی

اس کو ڈھونڈھ نکالے گا وہ اس کو اک دن پالے گا وہ

اور اگر تہہ میں دریا کی آپ کی لاٹھی گر جائے گی

جوش نہ اس کا ماند پڑے گا
بس دریا میں پھاند پڑے گا

فاؤسٹ۔
بجا ہے تمھارا ہی کہنا بجا مرا وہم باطل ہی ثابت ہوا
مجھے ہوگیا ہے یہ کامل یقیں نہیں بھوت کوئی یہ سایہ نہیں
علامت نہیں ایک بھی روح کی
یہ کتا تو ہے پالتو واقعی

واگنر۔
جو تعلیم دی جائے کتے کو ٹھیک اگر ہوشمندی ہو اس میں شریک
ہو محبوب، قدر اسکی بڑھنے لگے نگاہ خردور میں چڑھنے لگے
ضرور آپ دیں دھیان اسکی طرف کریں آپ اس کو عطا یہ شرف
طلب گار ہیں علم کے بے شمار کچھ ان سے زیادہ ہے اسکا وقار
اسے عالموں سے ہے رغبت سدا زیادہ ہے یہ اہل تعلیم کا

[دونوں شہر کے پھاٹک میں داخل ہوتے ہیں]

(فاؤسٹ کی مطالعہ گاہ۔ آگے آگے فاؤسٹ آتا ہے اور پیچھے پیچھے کتا۔ فاؤسٹ کہتا ہے)

ان چراگاہوں سے، کھیتوں سے چلا آتا ہوں میں
وقت شب جن کو اندھیروں سے گھرا پاتا ہوں میں
جن میں خاموشی ہے، سناٹا ہے، جو سنسان ہیں
جو ستاروں کی چمک میں بھی سیہ عنوان ہیں
پاک بیداری سی اک جن سے ہے پیدا روح میں
جس سے ہے خاموش طوفان تمنا روح میں

آشیاں یہ بے نیاز اضطراب برق ہے
جس میں تھا ہیجان پہلے، اب سکوں میں غرق ہے
اب عمل کی شورشوں سے خانۂ دل پاک ہے
گوشہ گوشہ حب انسانی سے تابش ناک ہے
ہے محبت آدمی کی اس شبستاں کا چراغ
دے رہا ہے اس میں لو، اب عشق یزداں کا چراغ
دوڑ کیا تو نے لگا رکھی ہے اے کتے، ٹھہر
سونگھتا ہے دم بہ دم کیا جا کے تو دہلیز پر
جا کے آتش دان کے پیچھے بس اب تو لیٹ جا
چھوڑ دے چکر لگانا، ہو کے یکسو لیٹ جا
میں دیئے دیتا ہوں تجھ کو اپنا گدا نرم نرم
بسترا تیرے لئے تیار ہے یہ گرم گرم
جسطرح محو تگ و دو تھا پہاڑی راہ میں
کھیل اپنے کھیلتا تھا اس تماشا گاہ میں
تجھ سے ہوتا تھا بہم تفریح کا ساماں ہمیں
جیسے تو کرتا تھا اپنی جست سے شاداں ہمیں
اپنے گھر میں اپنا مہماں میں بناؤں گا تجھے
اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں بساؤں گا تجھے
جب کبھی چھوٹے سے اس ایواں میں جلتا ہے چراغ
جس سے ہو جاتی ہے افسردہ طبیعت باغ باغ
تیز ہو جاتی ہے دھندلی تھی جو پہلے روشنی
جگمگا اٹھتی ہیں دنیائیں دماغ و قلب کی

ساتھ اس کے، شرط اک یہ بھی ہے وابستہ مگر
اپنی ماہیت سے جوہر کے ہے وہ خود بے خبر
پھر تو کھل جاتی ہے آگاہی کی، دانش کی زباں
غنچۂ امید بن جاتا ہے کھل کر گلستاں
آرزو سر چشمۂ ہستی کی ہوتی ہے ہمیں
یہ ہوس اس چاہ کے اندر ڈبوتی ہے ہمیں
بات غرانے کی ہے کیا، اب یہ غراتا ہے کیوں؟
اس طرح جامے سے باہر تو ہوا جاتا ہے کیوں؟
پاک نغمے اٹھ رہے ہیں یہ جو میری روح سے
آرہی ہے دم بدم جھنکار جن کی، روح سے
میل کھاتا ہی نہیں ان سے یہ غرانا ترا
چونک اٹھنا، چیخ اٹھنا اور چلانا ترا
بات جب کچھ آدمی کے فہم میں آتی نہیں
اسکے دل میں گھر نہیں کرتی، جگہ پاتی نہیں
اس پہ اٹھتی ہی نہیں اس کی نگاہ اشتیاق
دل لگی اس کو سمجھتا ہے اڑاتا ہے مذاق
بات جو اچھی ہے اسکی داد دے سکتا نہیں
حسن کی رنگینیوں کا لطف لے سکتا نہیں
گنگ ہوجاتا ہے منہ سے، کچھ بھی کہہ سکتا نہیں
روشنی دونوں کی یہ بد بخت سہ سکتا نہیں
کام لیتے ہیں اسی تہذیب سے کتے بھی کیا؟
آدمی کی طرح ہیں ایسے گئے گذرے بھی کیا؟
ملتجی ہوں کسقدر امن و سکوں کے واسطے
منتیں کرتا ہوں تسکین دروں کے واسطے

میرے دل میں اسکا سرچشمہ رواں ہی اب نہیں
دور تک اس کا کہیں نام و نشاں ہی اب نہیں
بن رہی ہے جان پر تسکین خاطر کے بغیر
موت آتی ہے نظر تسکین خاطر کے بغیر
کس زمیں سے آگئی؟ کس آسماں سے آگئی؟
کشت زار دل میں یہ خشکی کہاں سے آگئی؟
پیش آئی ہے مجھے پہلے بھی ایسی واردات
ہو چکا ہے تنگ اکثر مجھ پہ میدان حیات
اس کا چارہ، اس کا درماں بھی مگر معلوم ہے؟
دور ہو یہ عیب جس سے، وہ ہنر معلوم ہے؟
قدرت خالق کی جانب خود کھنچا جاتا ہے دل
سرحد الہام سے ہوتا ہے جاکر متصل
مضطرب ہوتی ہے سینے میں طلب اس بام کی
غیب سے امید ہوتی ہے کسی پیغام کی
منعطف ہوتا ہے دل ایزد پناہی کی طرف
کان اٹھ جاتے ہیں ارشاد الٰہی کی طرف
جس کی نورانی جھلک ہے شامل توثیق نو(۱)
اس صحیفے کے ذریعے جس کی ہے تصدیق نو
اصل نسخہ پڑھ کے لینا چاہتا ہوں روشنی
دل کو تڑپاتا ہے ارمان جمال معنوی
مجھ کو جان و دل سے پیاری ہے مری جرمن زباں
کاش کردوں منتقل اس میں یہ درس بے کراں

---

(۱) New Testament: مراد انجیل مقدس کی توثیق جدید۔

ہو مسلم جس کی صحت، ترجمہ ایسا ہو یہ
جس کی عکاسی ہو روشن، آئینہ ایسا ہو یہ

(فاؤسٹ ایک کتاب کھول کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کا ترجمہ کرنے لگتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کہتا جاتا ہے)

درج نکتہ یہ اس کتاب میں ہے — ذکر یہ درس لاجواب میں ہے
کلمہ ابتدائے دھر میں تھا — حرف ساکن سرائے دھر میں تھا
میں نے سمجھا ہے مدعا ہی غلط — ہو گئی شاید ابتدا ہی غلط
مطلب اسکا سمجھ میں آ نہ سکا — بار میں اس کی تہہ میں پا نہ سکا
اف رے معنی سے رد وکد میری — ہے کوئی جو کرے مدد میری
"کلمہ" اہم اسقدر ہے یہ — مجھ کو تو وجہ درد سر ہے یہ
اس کی عظمت پہ لاؤں میں ایمان — نہیں، اس کا ذرا نہیں امکان
اور ہی کچھ ہو ترجمہ اسکا — میں یہ سمجھا ہوں مدعا اسکا
مجھ پہ ہوتی ہے رمز یہ مشہود — ابتدا میں خیال تھا موجود
اتنی عجلت یہ کس لئے آخر؟ — اتنی وحشت یہ کس لئے آخر؟
ان کے عقدوں کو کھول تو لوں میں — اس ترازو کو تول تو لوں میں
"خالق کل" خیال ہی کیا ہے — سب کا مختار، بس یہی کیا ہے؟
کیا یہی ہے مسبب الاسباب — ذات مطلق ہے کیا اسی کا خطاب
ہے بجا، ہے درست یہ کہنا — ابتدا میں وجود "قوت" تھا
پھر بھی اس میں کسر ہی رہتی ہے — کوئی طاقت یہ آکے کہتی ہے
ان معانی میں بھی خطا کچھ ہے — ترجمہ یہ بھی ناروا کچھ ہے
راہ اس نے مجھے دکھائی پھر — کی بصد لطف رہنمائی پھر
ہوگئے رد شکوک سب جس سے — مل گیا حاصل ادب جس سے
ہو گیا میرے دل کا اطمینان — کھول دی یوں مرے قلم نے زبان

یہی جلوہ ازل کا جلوہ تھا — ابتدا میں عمل کا جلوہ تھا
تجھ سے کہتا ہوں میں یہ اے کتے — مجھکو بھاتے نہیں چلن تیرے
جو مرے ساتھ تجھکو رہنا ہے — مجھے تجھ سے یہ بات کہنا ہے
بند کر دے یہ اپنا غرانا — بھونکنا، چیخنا، یہ چلانا
ساتھ ایسا ہے ناگوار مجھے — یہ خلش دے نہ شکل خار مجھے
شور پیدا نہ فرش و بام میں ہو — نہ مخل تو مرے کلام میں ہو
نہیں اچھا یہ خون آسائش — نہیں دونوں کی اس میں گنجائش
یا تو کمرے سے میں چلا جاؤں — یا نہ اب میں تجھے یہاں پاؤں
سن بھی لی میری گفتگو کہ نہیں؟ — متوجہ ادھر ہے تو کہ نہیں؟
اب اذیت نہ یہ زیادہ سہوں — کیوں نہ میں تجھکر خیرباد کہوں
نہ بکھیر اب سکوں کا شیرازہ — جا یہاں سے، کھلا ہے دروازہ
یک بہ یک کیا یہ دیکھتا ہوں میں آہ؟ — نظر آتا ہے کیا مجھے ناگاہ؟
کہیں ایسا کبھی ہوا بھی ہے؟ — دنگ سی دنگ عقل میری ہے
یہ نگاہوں کا ہے کوئی دھوکا — پھولتا جا رہا ہے یہ کتا!
دیو ہے یہ کوئی، لحیم شحیم — یہ جسامت یہ اس کا قد عظیم
یہ ہے کچھ اور ہی، نہیں کتا — ایسا ہوتا بھی ہے کہیں کتا
کس بلا کو یہاں میں لے آیا — میں نے خود پر یہ کیا ستم ڈھایا
کچھ عجب اسکی شکل و صورت ہے — نیل گھوڑا یہ درحقیقت ہے
کسقدر خوفناک جبڑے ہیں — دیکھ کر جن کو ہوش اڑتے ہیں
ہیں یہ آنکھیں کہ سرخ انگارے — روح لرزاں ہے خوف کے مارے
ٹھہر، ہاں ٹھہر تو ذرا کتے — میں سمجھتا ہوں رنگ ڈھنگ ترے
مجھے معلوم ہے علاج ترا — آئینہ مجھ پہ ہے مزاج ترا
جسقدر نابکار ہیں تجھ سے — ہیں جہنم کے دوغلے بچے

ہے جو مفتاح وہ سلیمانی سحر وہ ، وہ طلسم پنہانی
زخم دل میں جو ہے وہ بھر دے گی
اس مرض کا علاج کر دے گی

(برآمدے میں دونوں کا آنا اور چلانا)

ہم میں سے ہے ایک اسیر اس کے پاؤں میں ہے زنجیر
رهنا دور ، نہ آنا پاس باہر رہنا بے وسواس
کتنا اس کا قد ہے بلند لومڑی پنجرے میں ہے بند
سہما سا پیر فرتوت گر بہ صحرائی مبہوت
اس سے ہو بے حد ہشیار ہے یہ قید سے کچھ بیزار
اس کے اندر تم کیوں جاو باہر باہر بس منڈلاو
ہو جائے گا خود آزاد کٹ جائے گی یہ افتاد
یہ بدعت نہ رہے جاری ورنہ ہو گی غداری
لازم ہے اس کی امداد قید یہ ہے ، اس پر بے داد
جب بھی موقع آیا ہے اس نے کرم فرمایا ہے
پوچھتے کیا ہو اس کی بات
ہم پہ ہیں بے حد احسانات

فاؤسٹ ۔

اس عجب مخلوق کو قابو میں لانے کے لئے
اس پہ اپنا رعب ، دھاک اپنی بٹھانے کے لئے
منتر یہ چاروں لب گویا پہ لانا چاہئے
ان وظیفوں کے اثر کو آزمانا چاہئے

بھڑک اگنی چڑیا (۱) بھڑک اگنی چڑیا
دکھا جل پری (۲) چھپ کے تو روپ اپنا
پون، (۳) مار کنڈلی، ارے خوب لہرا
کر اے پرتھوی (۴) اٹھ کے تو سب کی سیوا

(کچھ رک کر)

روحوں کی طاقتوں کو پہچانتا نہیں جو
کیا ان کی خاصیت ہے، یہ جانتا نہیں جو
اسکے لئے ہے مشکل قابو میں ان کو لانا
کرنا انہیں مسخر، ان پر عبور پانا

(پھر کہتا ہے)

اے اگنی چڑیا (۵) تو دے کے شعلہ یعنی بھڑک کر ہو جا اڑنچھو
اے جل پری (۶) کر تاروں میں جلوہ جگمگ جگامگ ان میں چمک تو
اٹھ اے پون (۷) تو جھوم اور لہرا جھوم اور لہرا سیال ہو کر
اے پرتھوی (۸) تو ہاتھ اپنا پھیلا گھر میں مدد کر پامال ہو کر

(سلسلۂ کلام جاری رکھتا ہے)

ہیں چار روحیں مری نظر میں عنقا ہیں یہ سب اس جانور میں
لیٹا ہوا ہے بد کیش، گندہ میرے ہی منھہ پر یہ زہر خندہ
بیکار ٹھہرا منتروں کا پڑھنا اس پر اثر ہے کیا خاک میرا

---

(۱) اگنی چڑیا یعنی سمندر، مراد ہے عنصر آتش (۲) جل پری سے مراد ہے عنصر آبی۔

(۳) پون یعنی ہوا، مراد ہے عنصر باد (۴) پرتھوی یعنی عنصر خاک۔

(۵) سے (۸) تک، آگ، پانی، ہوا اور مٹی یعنی اربعہ عناصر۔

دیکھی ہے تاب اعجاز میری
سننا پڑے گی آواز میری

(پھر کہتا ہے)

کیا ہے تو دوزخی بتا مجھ کو کچھ تو دے اے دنی، پتا مجھ کو
دیکھ تو اس نشان کی جانب کر نظر آسمان کی جانب
فوج در فوج ظلمتیں جس سے موج در موج ظلمتیں جس سے
کانپ اٹھتی ہیں، تھرتھراتی ہیں بحر دہشت میں ڈوب جاتی ہیں
واقعی کوئی معجزہ ہے یہ اور بھی پھولنے لگا ہے یہ
ہو گئے ہیں تمام بال کھڑے
سخت کانٹے ہوں جیسے ساہی کے

(سلسلہ کلام جاری ہے)

دیکھ نکمے دیکھ نشاں اس کو دیکھ کے ہو لرزاں
ہے یہ اب تک نا پیدا کوئی نام نہیں اس کا
اس کی مذبوحی کو دیکھ اس کی بے روحی کو دیکھ
سارے عرش پہ ساری ہے
کاٹ نہایت کاری ہے

(پھر کہتا ہے)

اف رے آتش دان کے پیچھے یہ اسکا پھولنا
پینگ لینا اف رے یہ اسکا، یہ اسکا جھولنا
ڈیل ہاتھی کی طرح اس کا گراں ہے کسقدر
آسماں کی طرح یہ رفعت نشاں ہے کسقدر

دست و پا اسطرح پھیلائے گا ظالم پھول کر
سارے کمرے میں سما جائے گا ظالم پھول کر
دیکھ چھت سے جا نہ لگنا ، اسقدر اونچا نہ ہو
اتنی وحشت ، اس قدر دیوانگی پیدا نہ ہو
پاؤں رکھ سالک کے قدموں پر، ہو خم گردن تری
ختم ہو جائے گی بس اک آن میں اینٹھن تری
میری دھمکی ، یہ مری تاکید ، بے معنی نہیں
ڈانٹ بے مصرف نہیں، تہدید لایعنی نہیں
ڈال دونگا کھینچ کر تجھکو جھلستی آگ میں
پھینک دوں گا چار جانب سے برستی آگ میں
کسلئے تاخیر اتنی ؟ دیر سے کیا فائدہ ؟
اس شرارت اور اس اندھیر سے کیا فائدہ ؟
دم زدن میں آگ بھڑکا دوں، کہیں ایسا نہ ہو
کام کرجائے مرا افسوں، کہیں ایسا نہ ہو
(کہرا صاف ہونے پر آتشدان کے پیچھے سے ، ایک جہاں گرد عالم کے لباس میں ، شیطان نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے)

یہ شور و شغب کیا ہے ؟
سرکار ، طلب کیا ہے ؟
کیا حکم بجا لاؤں ؟
کس غم کی دوا لاؤں ؟

فاؤسٹ ۔

کیا آپ ہی کا تھا یہ عمل اس طلسم میں
کیا آپ ہی کی روح تھی کتے کے جسم میں

دنیائے علم و فضل کے اک فرد آپ ہیں
آوارۂ دوام ، جہاں گرد آپ ہیں
مجھ سے مذاق خوب کیا ہے یہ آپ نے
مجھ کو فریب خوب دیا ہے یہ آپ نے

شیطان ۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہے یہ فدوی عجز کیش
حضرت علامہ کو آداب میں کرتا ہوں پیش
آپ نے تو رکھ دیا نار سقر سے بھون کر
ہو رہا ہوں میں پسینے سے سراسر تر بتر

فاؤسٹ ۔

ذرا آپ میرے قریب آیئے ذرا نام ارشاد فرمایئے

شیطان ۔

آپ کی ذات ہے عظیم و کبیر ہے نگاہوں میں لفظ لفظ حقیر
یہ سوال آپ کو نہیں زیبا یہ سوال اور اسقدر چھوٹا
دور ہیں آپ کی نگاہوں سے ظاہری برگ و بار کے پردے
کہ نہیں چہرۂ خرد کی نقاب یہ علامات ظاہری کا حجاب
ہے حقیقت نگر جناب کی ذات ہے بہت دیدہ ور جناب کی ذات

فاؤسٹ ۔

میں سمجھتا ہوں خوب آپ کی بات نام ہی سے عیاں ہے آپ کی ذات
ہے بڑا نام آپ کا، سرکار ! مکھیوں کے ہیں دیوتا، سرکار!
آگہ راز مکر و فن ہیں آپ رہ ایماں کے راہزن ہیں آپ
خسرو جم پناہ جھوٹوں کے آپ ہیں بادشاہ جھوٹوں کے
آئنہ آپ کی حقیقت ہے کچھ عجب آپ کی طبیعت ہے

ڈیڑھ ہیں خواہ، خواہ پون ہیں آپ
خیر یہ تو بتائیں کون ہیں آپ؟

شیطان ۔

اُس کی قوت کا ایک جزو ہوں میں
اس کی طاقت کا ایک جزو ہوں میں
جس کا شیوہ کبھی بدی بھی ہے
کبھی نیکی سرشت جس کی ہے

فاؤسٹ ۔

ماجرا کیا ہے؟ کیا یہ قصہ ہے؟
یہ معمہ عجب معمہ ہے!

شیطان ۔

میں تو ہوں ایک روح پر اسرار
جس کو ہے ہر وجود سے انکار
حق بجانب مرا شعار ہے یہ
طور اک طور کام گار ہے یہ
کیونکہ جو شے وجود پاتی ہے
حلقۂ آب و گل میں آتی ہے
اس کو اک روز ختم ہونا ہے
اپنی ہستی سے ہاتھ دھونا ہے
یہی اس سے ہزار بہتر ہے
بات کون اور اس سے بڑھ کر ہے
نہ کوئی شے وجود میں آئے
جلوہ گاہ شہود میں آئے
آپ جس کو گناہ کہتے ہیں
تیرہ و تار راہ کہتے ہیں
نام جس چیز کا ہلاکت ہے
حشر ہے، حشر ہے، قیامت ہے
اور اک لفظ میں ''بدی،، ہے جو
سفلہ کاری ہے، تیرگی ہے جو
ہو بہو وہ سرشت ہے میری
ہر طرح شکل زشت ہے میری

فاؤسٹ ۔

خود کو اک جزو آپ کہتے ہیں
مست اپنی ہی دھن میں رہتے ہیں
زینت حلقۂ نظر ہیں یہاں
آپ تو ''کل،، ہی جلوہ گر ہیں یہاں

شیطان۔

نہیں ہے نہیں ہاں غلو اس میں کچھ بھی

جو سچ بات تھی میں نے وہ عرض کر دی

یہ خبط الحواسوں کی دنیائے امکاں!

یہ انساں، یہ انساں، یہ انساں، یہ انساں!

ہے دور از حقیقت یہ اس کا قرینہ

سمجھتا ہے مغرور پھیلا کے سینہ

کہ جو کچھ بھی ہے اس جہاں میں یہی ہے

جو "کل" ہے وہ کون و مکاں میں یہی ہے

اسی ایک صورت سے ہے نقش میرا

جو "کل" ابتدا میں تھا، ہوں جزو اُس کا

اک ایسا ہوں ٹکڑا میں اس تیرگی کا

ہوا جس کے آثار سے نور پیدا

مگر نور کیسا، وہ سرکش نیابت

یہی ہے، یہی ہے بس اک اسکی غایت

کہ ہر سمت اپنا ہی قبضہ جمائے

کرے سب کو تسخیر، زور آزمائے

جو ہوتا ہے بن بن کے گستاخ نازل

جو آتا ہے اپنی ہی ماں کے مقابل

وہ ماں، رات کہتا ہے جسکو زمانہ

نمایاں ہے جس کا وجود یگانہ

ہے اپنی ہی توصیت کا صرف جویا

جسے حکمرانی کا "ہوکا" ہے گویا

کوئی اسکے پندار کی حد نہیں ہے
مگر کامیاب اسکا مقصد نہیں ہے
بہت ہاتھ مارے، بہت پاؤں مارے
رہا پھر بھی چسپیدہ جسموں سے اپنے
ان اجسام ھی سے یہ چشمہ ہے جاری
یہ کرتا ہے ان میں بڑی لالہ کاری
مگر کوئی ھوتا ہے ایسا بھی قالب
جو رہتا ہے اس نور پارے پہ غالب
جو ھوتا ہے اس کی ترقی میں حائل
جو بنتا ہے اس کے گلے میں حمائل
رہے گا مگر آکے اک روز ایسا
کہ ھو جائے گا نقش معدوم اسکا
فنا اور اجسام ھوتے ھیں جیسے
تہی صورت جام ھوتے ھیں جیسے
اسی طرح ھو جائے گا ختم یہ بھی
نشانی ھر اک اس کی مٹ کر رہے گی

فاؤسٹ ۔

مجھ پہ سرکار عیاں آپ کا مفہوم ھوا
آپ کا فرض مبارک مجھے معلوم ھوا
آپ بربادی عالم سے رہے ھیں قاصر
آپ اس حشر کے ڈھانے سے رہے ھیں خاسر
تنگ پیمانہ اسباب فنا کتنا ہے
دائرہ شوق تباھی کا بہت چھوٹا ہے

شیطان ۔

حق تو یہ ہے کہ مرا بس نہیں چلتا کچھ بھی

نہیں اس حشر طرازی کا نتیجا کچھ بھی

نیستی کی جو ہے یہ مد مقابل ہستی

ذرے ذرے سے نمایاں ہے کثافت جس کی

میں نے پامال اسے لاکھ کیا ہے اب تک

مدتوں رنگ فنا اس کو دیا ہے اب تک

زلزلے آئے، بڑے زور کے طوفاں آئے

سینکڑوں لشکر افواج پریشاں آئے

جوش تخریب میں دریاؤں کے بازو پھڑکے

بارہا آتش جوالہ کے شعلے بھڑکے

فرق آیا نہ ذرا، کچھ بھی نہ بگڑا اسکا

اور قائم ہے بدستور یہ ڈھانچا اس کا

بحر و بر کی ہے وہی شان ابھی تک باقی

زیست کا ہے وہی عنوان ابھی تک باقی

کسی صورت سے بھی انساں نہیں غارت ہوتے

کسی صورت سے بھی حیوان نہیں غارت ہوتے

کتنے کمبخت ہیں مخلوق یہ، گھٹتے ہی نہیں

اپنی تصویر کسی رخ سے پلٹتے ہی نہیں

میرے ہر وار کو بیکار بنا ڈالا ہے

رسن و دار کو بیکار بنا ڈالا ہے

ہو گئے زیر زمیں دفن نجانے کتنے

لگ گئے ہیں مرے ہاتھوں سے ٹھکانے کتنے

آئے دن پھر بھی وہی زور ہے افزائش کا
ختم ہوتا ہی نہیں سلسلہ پیدائش کا
اک نئی پود، نئی نسل ابھر آتی ہے
یہ ندی جتنی اترتی نہیں چڑھ جاتی ہے
ہر رگ تن میں نیا خون رواں ہوتا ہے
نخل یہ برگ فشاں، بار فشاں ہوتا ہے
غول ان کے مجھے دیوانہ بنا دیتے ہیں
خرد و ہوش سے بیگانہ بنا دیتے ہیں
جی میں آتا ہے کہیں پھوڑ کے سر بیٹھ رہوں
بیٹھنا گو نہیں اچھا یہ، مگر بیٹھ رہوں
ظالموں نے نہ تو پانی نہ ہوا کو بخشا
اور مٹی سے بھی مخلوق کئے ہیں پیدا
سرد موسم ہو کہ ہو گرم، کوئی فرق نہیں
سخت حالت ہو کہ ہو نرم، کوئی فرق نہیں
خشک سالی میں بھی تخلیق ہوا کرتی ہے
فصل زرخیز بھی سامان بقا کرتی ہے
ہاں فقط آگ کے عنصر پہ ہے قبضا میرا
صرف شعلوں پہ ہے موقوف تماشا میرا
اور کوئی نہیں شے جسکو میں اپنا سمجھوں
جو مرے بس کی نہیں بات اسے کیا سمجھوں

فاؤسٹ -

جلوہ گاہ زندگی میں آئنہ ساماں جو ہے
مائل تخلیق عالم قوت پنہاں جو ہے

درد کا درماں جو ہے، جو چارۂ آزار ہے

ہر مرض میں جو مسیحائے دل بیمار ہے

اسقدر غصے میں کیوں ہیں آپ اس سے بد گماں؟

تانتے ہیں کس لئے مکر و دغا کی مٹھیاں ؟

شور و ہنگامہ کے اک فرزند ناکارہ ہیں آپ

کام ہر دم ہے جہاں گردی سے، آوارہ ہیں آپ

سوچئے پھر سے ذرا ، اس شغل سے باز آیئے

منتخب کچھ اور کام اپنے لئے فرمایئے

شیطان ۔

آپ کا حکم بجا ، آپ کا ارشاد بجا مسئلہ پھر یہ سزاوار تفحص ہوگا

خیر! سوچوں گا کبھی، غور کرونگا اسپر بارش فکر بھرطور کروں گا اس پر

ہو اجازت تو میں آرام ذرا سا کر لوں

کچھ تو درمان دل زار مہیا کر لوں

فاؤسٹ ۔

شکل یہ کیا ہے، یہ صورت کیا ہے اس اجازت کی ضرورت کیا ہے

آپ سے خوب ملاقات ہوئی آپ کیا آئے ، عجب بات ہوئی

پھر بھی تشریف جو لانا ہو ادھر پھر کبھی اور جو آنا ہو ادھر

یہ تو کھڑکی ہے ، یہ دروازہ ہے دود کش بھی رہ خمیازہ ہے

راستے سب یہی آنے کے ہیں رخ دیدار دکھانے کے ہیں

آپ جس راہ سے چاہیں آئیں

مگر اس سمت کرم فرمائیں

شیطان ۔

آپ سے کہدوں میں امر واقعی سد رہ ہے اس میں بس بات ایک ہی

خوف رهتا هے بهت اک نقش سے اس سے هو جاتی هے گهبراهٹ مجهے
جو بنا هے آپ کی دهلیز پر رعب کافی اسکا هے هر چیز پر
ایک جادوگر کا هے کهنیچا هوا
خوف طاری دل په هے اس نقش کا

فاؤسٹ ۔
آپ خائف کیوں هیں اب اس پنج پهلو نقش سے ؟
اس کے هوتے کس طرح کمرے میں پهلے آئے تهے ؟
آپ هیں دوزخ کے بچے ، اس میں کوئی شک نهیں
اسقدر هیں دل کے کچے ، اس میں کوئی شک نهیں
آپ سا دم باز کیونکر اس سے چکمه کها گیا
هو گیا ناحق اسیر دام ، دهوکا کها گیا

شیطان ۔
غور سے دیکهئے تو آپ اسے نا مکمل هیں نقش کچه اسکے
ڈالئے تو ذرا نظر گهری شکل هے کچه عجیب هی اسکی
اک طرف منه کهلا زیاده هے
باهری زاویه کشاده هے

فاؤسٹ ۔
خوب موقع ملا هے یه والله آپ خوب آ گئے یهاں ناگاه
آپ تو اب هیں میرے پنجے میں پهنس گئے هیں عجب شکنجے میں
مفت هاته آ گیا هے مجهکو شکار
آپ هیں اپنی جان سے بیزار

شیطان ۔
دیکهے بهالے بغیر کتا اس نقش کو یوں تو پهاند آیا

لیکن اب ہے معاملہ اور   اس کی تہہ میں ہے سلسلہ اور

شیطان مگر ہے اس سے پابند   ہے اس کے لئے تو راستا بند

یہ نقش ہے ایک نقش حائل

باہر جانا ہے سخت مشکل

فاؤسٹ ۔

اتنے فضول نقش سے گھبرایئے نہ آپ

جالی کے راستے سے چلے جایئے نہ آپ ؟

شیطان ۔

جنوں اور بھوتوں کا دستور ہے یہ

انہیں کے لئے خاص منشور ہے یہ

ہو جس راستے سے کہیں ان کا جانا

اسی راستے سے مناسب ہے آنا

جدھر سے وہ آئیں ادھر ہی سے جائیں

قدم سمت دیگر نہ ہرگز اٹھائیں

فاؤسٹ ۔

کیا جہنم کے بھی آئین ہیں کچھ؟   ضابطے کچھ ہیں؟ قوانین ہیں کچھ؟

خیر یہ بات بھی اچھی ہے بہت   امر یہ وجہ تسلی ہے بہت

کچھ نہ کچھ صورت آسائش ہے   شاید اس بات کی گنجائش ہے

دور دل سے یہ کدورت ہو جائے

اک نہ اک صلح کی صورت ہو جائے

شیطان ۔

ہم جو وعدہ کرتے ہیں   اس کو پورا کرتے ہیں

فرق نہیں کچھ آتا ہے   وہ پورا ہو جاتا ہے

آپ اس سے ہوں گے بشاش — عہد نہ ہو گا یہ دل پاش
خالص ہو گا یہ اقرار — اس سے پھرنا ہے دشوار
بات یہ ہے اک لمبی بات — پھر تفصیل سے ہوگی بات
یہ باتیں تو وقتی ہیں — نا پختہ ہیں، کچی ہیں
پھر ہوگا جب میل ملاپ — جو کچھ فرمائیں گے آپ
بیٹھیں گے جب مل کر ہم — غور کریں گے اس پر ہم
طے ہو جائے گی ہر بات — ہے فہمیدہ آپ کی ذات
میں ہوں الجھن میں اسوقت — آپ معافی دیں اسوقت

اب تو اجازت دیں مجھہ کو
اذن رخصت دیں مجھہ کو

فاؤسٹ ۔

کس لئے دل میں یہ الجھن ہے، یہ وحشت کیوں ہے؟
ٹھہریئے اور ذرا دیر، یہ عجلت کیوں ہے؟
ہے یہ ارمان، یہ خواہش، یہ تمنا دل کی
مجھہ کو تصویر دکھائیں کوئی مستقبل کی
شدنی کیا ہے؟ ذرا آپ دکھائیں مجھکو
کیا مقدر میں ہے؟ آیندہ بتائیں مجھکو

شیطان ۔

چاہئے کچھ وقت، کچھ مہلت مجھے — کیجئے فی الحال تو رخصت مجھے
آپ کی خدمت میں پھر آؤں گا میں — آپ کو سب کچھ بتا جاؤں گا میں

آپ پھر جو چاہے مجھہ سے پھیر لیں
عرض یہ ہے اب مجھے جانے ہی دیں

فاؤسٹ ۔

میں نے تو نہیں آپکو دوزخ سے بلایا — میرے نے تو نہیں دام ریا کوئی بچھایا

اس جال میں خود آپ گرفتار ہوئے ہیں   اس مال کے خود آپ خریدار ہوئے ہیں

اکبار بھی آجائے شکنجے میں جو شیطاں   پھر اسکی رہائی نہیں ممکن کسی عنواں

مستقبل مبہم کا نہیں کوئی ٹھکانا

آسان کچھ اسکا نہیں قابو میں پھر آنا

شیطان ۔

ہے آپ کا یہ حکم تو پھر کچھ نہ کہوں گا

اب میں بخوشی آپ کے ہمراہ رہوں گا

ساتھ اسکے ہے اک شرط بھی اے مخزن حکمت

یعنی کہ حضور آپ مجھے دیں یہ اجازت

کچھ وقت گذاری کے لئے شغل ہو میرا

دنیا کو بصد شان دکھاؤں ہنر اپنا

فاؤسٹ ۔

بخوشی آپ کو دیتا ہوں اجازت اس کی

تھی مجھے خود بھی بہت سخت ضرورت اس کی

سامنے ساحر اعجاز نما آجائے

ہو تماشا کوئی ایسا کہ مزا آجائے

شیطان ۔

لیجئے اب میں دکھاتا ہوں کرامات ایسی

لیجئے پیش میں کرتا ہوں اب اک بات ایسی

لذتیں ایسی ذرا دیر میں حاصل ہوں گی

دم زدن میں سبب سیری کامل ہوں گی

سال بھر میں بھی میسر جو نہیں آسکتیں

جن سے تسکین نگاہیں یہ نہیں پاسکتیں

رس بھرے گیت جو روحیں یہ سنا دیتی ہیں

نو بنو سین جو خوشرنگ دکھا دیتی ہیں

فن یہ جادو کا نہیں، کوئی طلسمات نہیں

اس میں حیرت کی، تعجب کی، کوئی بات نہیں

عنبر و عود سے مہکے گی طبیعت بے حد

گوشۂ دل میں سما جائے گی نگہت بے حد

وہ غذا آئے گی کھانے میں کہ خوش دل ہوگا

اک عجب لطف لب و کام کو حاصل ہوگا

رخ احساس پہ مستی سی جھلکتی ہوگی

مے سی اس جام کے پردے میں چھلکتی ہوگی

آؤ اے عالم ارواح کی روحو! آؤ

ہو بس اب کام کا آغاز، ترانے گاؤ

اب ضرورت کوئی، ہم کو نہیں تیاری کی

نہیں محتاج روش یہ کسی گلکاری کی

[روحیں]

(سب مل کر کہتی ہیں)

دور ہو سر سے کہیں اے گنبد تاریک، ہٹ

ہاں نقاب اپنی الٹ تو، ہاں نقاب اپنی الٹ

تیز سے بھی تیز' خیرہ کن چمک اپنی دکھا

چرخ نیلی کی لطافت میں جھلک اپنی دکھا

منتشر ہو جاؤ تاریکی بھرے اے بادلو!

راہ لو' ہاں راہ اپنی، کالے کالے بادلو!

روشنی تاروں کی رقصاں ہو نظر کے سامنے
یہ نظارہ کیف ساماں ہو نظر کے سامنے
رخ کریں روے زمیں سورج کی کرنیں گرم گرم
گرم گرم اک سمت ہو اور ایک جانب نرم نرم
صبح سے اسکی ہم آغوشی ہو یا ہو شام سے
روشنی نیچے اترتی ہو عروج بام سے
کرۂ بادی کی اے ناظورگان خوش جمال!
آسماں کی خوبصورت بیٹیو، زہرہ مثال!
دلبری سی دلبری ٹپکے خرام ناز سے
شوخیاں لپٹی ہوئی ہوں چال کے انداز سے
آرزو مندی میں شامل رشک کا جذبہ بھی ہو
دیدۂ مشتاق بھی ہو، قلب آشفتہ بھی ہو
زیب تن پوشاک بھڑکیلی سی بھڑکیلی رہے
کچھ ہو چستی بھی قبا میں اور کچھ ڈھیلی رہے
لوگ دل پھینکیں تمہاری دلربا پوشاک پر
کنج تنہائی جو لاکھوں ہیں بساط خاک پر
عکس ڈالو ان پہ لہراتے ہوئے پٹکوں سے تم
لطف اٹھاؤ اپنے بل کھاتے ہوئے پٹکوں سے تم
سطح قلزم پر بہ رنگ ابر لہرایا کرو
مستیاں سی مستیاں ہر سمت برسایا کرو
جن میں دو شیدائیوں کی جلوہ گاہ شوق ہے
شاہراہ شوق جن سے شاہراہ شوق ہے

مشغلہ جن کا ہے اک سیر گلستان وفا
باندھتے رہتے ہیں جو آپس میں پیمان وفا
موت جب تک آکے پیغام قضا دیتی نہیں
ان کو تقصیر محبت کی سزا دیتی نہیں
جن میں آتی ہے نظر خودرو درختوں کی بہار
پھولتے پھلتے جو رہتے ہیں قطار اندر قطار
جن میں ''دن'' کا پھول کھلتا ہے بصد رنگ بہار
جن سے ہوتی ہے دوامی لہلاہٹ آشکار
دیدنی پانی میں ہیں انگور کی بیلوں کے خم
یہ ہیں بیلیں یا بڑی خوشرنگ صہبا کی قلم
کام دے دیتے ہیں بھبکے کا سا یہ پانی کے حوض
حوض ہوتے ہیں یہ گویا کیف سامانی کے حوض
جوش کھاتی ہے شراب ناب ان میں دم بدم
حلقہ زن رہتا ہے اک گرداب ان میں دم بدم
ایک سیل مے ان انگوروں سے ہوتی ہے رواں
دیدنی ہوتا ہے یہ پر لطف، یہ شیریں سماں
اس کے پانی میں بھری ہوتی ہے اک ہلکی سی آگ
اور اس پانی میں اٹھتے ہیں مسرت خیز جھاگ
چھوٹی چھوٹی ندیاں پربت سے گرتی ہیں یہاں
چھوٹی چھوٹی جھیل بن کر پھر یہ ہوتی ہیں رواں
پیش کرتی ہیں زمین خشک کو گردن کا ہار
جس سے لپٹی ہے زمرد کے پہاڑوں کی قطار

مائل پرواز رہتا ہے جہاں بال و پر
جس طرف سورج کا رخ ہوتا ہے آتا ہے اُدھر
پھڑپھڑا کر پر، جب آتے ہیں پرندے صف بہ صف
رخ رہا کرتا ہے ان کا ان جزیروں کی طرف
رقص میں رہتے ہیں جو امواج لرزاں کی طرح
بارش ضو جن سے ہے ماہ درخشاں کی طرح
سنگتی گانوں سے بندھ جاتا ہے اک دلکش سماں
جن کی تانوں میں نہاں رہتا ہے کیف بے کراں
جن کی تانیں ہیں ہمارے واسطے فردوس گوش
جن کی تانیں ہیں سماعت کے لئے صوت سروش
مرغزاروں میں ہیں محو رقص کتنی ٹولیاں
میٹھی میٹھی، پیاری پیاری ہیں یہ ان کی بولیاں
یہ خرام آرائیاں بے حد طرب انگیز ہیں
رنگ رلیاں ان کی یہ کتنی حلاوت بیز ہیں
منتشر ہوکر نظر اٹھتی ہے جب ان کی طرف
کھینچ لیتی ہیں یہ چشم شوق کو اپنی طرف
لے رہے ہیں کچھ پہاڑوں کی بلندی کا مزہ
جانتی ہیں ان کی نظریں ارجمندی کا مزہ
سیر دریا سے طبیعت اپنی بہلاتے ہیں کچھ
ہم بغل موجوں سے ہوکر دل کو گرماتے ہیں کچھ
دل میں سب کے مضطرب ہے آرزوئے زندگی
کر رہے ہیں دوڑ کر سب جستجوئے زندگی

مدعا سب کا ہے بس اک منزل دور و دراز
خلوتیں دیتی ہیں جس میں دعوت راز و نیاز
جس میں تارے سوز و ساز عاشقی میں محو ہیں
دلرباؤں کی ادائے دلبری میں محو ہیں
لے رہے ہیں ہر نفس لطف حیات کامگار
جس کے گلشن سے کبھی رخصت نہیں ہوتی بہار
جس کی شیرینی نہیں واقف فنا کے نام سے
دور ہے جس کی لطافت نیستی کے دام سے

شیطان۔

(روحوں سے)

بس بس نازک تن لڑکو بس بس اے پرفن لڑکو
گایا تم نے بڑھیا گیت ہے کیا خوب تمہاری جیت
لو وہ اسکو آ گئی نیند اس کے اوپر چھا گئی نیند
ایسا اچھا گان کیا
تم نے بڑا احسان کیا

(پھر فاؤسٹ سے مخاطب ہوکر)

نہیں ہے ابھی آپ میں بات وہ بہت دور ابھی ہے کرامات وہ
کہ شیطاں کو مٹھی میں لے لیں جناب مقید کہیں اسکو کر دیں جناب
سقر کا ہو مالک اسیر آپ کا؟
ہے اس سے تو درجہ حقیر آپ کا؟

(روحوں سے)

ڈبو دو، ڈبو دو اسے خواب میں
یہ ہو غرق نیندوں کے گرداب میں

جہاں زور ہوتا ہے اوہام کا
جہاں رنگ غالب ہے اصنام کا
کرو اس کو خوش سحر و نیرنگ سے
کرو اس پہ قابو نئے ڈھنگ سے
مسخر ہے جادو سے گو اسکا جسم
مگر توڑنا ہے مجھے یہ طلسم
دماغ اب مرا برسر کار ہے
مجھے دانت چوہے کا درکار ہے

بہت منتر پڑھنے کی حاجت نہیں
زیادہ عمل کی ضرورت نہیں

(دوسری طرف مخاطب ہو کر)

ارے یہ کس کے پیروں کی ہے آہٹ　　کسی چوہے کی ہے یہ سرسراہٹ
یہ میرے ہر اشارے پر چلے گا　　ہر اک جادو کے سانچے میں ڈھلے گا

(چوہے سے)

چوہوں، چھچوں کا ہے جو آقا　　مالک ہے جو کھٹملوں، جوؤں کا
مینڈک، مکھی پہ ہے جو قادر　　کرتا ہے یہ حکم تجھ کو صادر
بڑھ آ دھلیز کی طرف تو　　کر دے بیکار اس کا جادو
رکھ دے اس نوک کو کتر کر　　روغن چھڑکا ہے اس نے جس پر
آجا بس جست کر کے آجا　　اپنی چابکدستی دکھا جا
سب سے آگے ہے وہ جو کونا　　دشوار ہے جس سے پار ہونا
اس کی جانب اچھل پھر اک بار　　منہ اس کو کترنے کے لئے مار
شاباش عزیز، بن گیا کام　　کر دی تو نے مہم سر انجام

(پھر فاؤسٹ سے)

اچھا رہیں اب جناب یونہیں دیکھیں پر لطف خواب یونہیں
اس خواب میں ہے عجیب لذت فاوسٹ! اب آپ سے میں رخصت

جو کچھ ہونا تھی ہوگئی بات
ہوگی پھر آپ سے ملاقات

فاؤسٹ ۔

وائے قسمت، پھر میں دھوکا کھا گیا آہ، اس چکر میں پھر میں آ گیا
جتنی بھی روحیں تھیں غائب ہوگئیں میری حق گوئی میں بس پھر ہوگئیں
واقعی ''ذی روح،، وہ کتا تھا کیا جو مری نظروں سے اوجھل ہوگیا

واھمہ کیسا یہ ناھنجار تھا
خواب اک شیطان کا دیدار تھا

[فاؤسٹ کے مطالعہ کا کمرہ]

(فاؤسٹ اور شیطان پھر ملتے ھیں)

فاؤسٹ ۔

کھٹکھٹاتا ہے کون یہ در پر جو کوئی بھی ہو آئے وہ اندر
کس سے مجھکو پڑے گا اب پالا عبث آرام میں خلل ڈالا

شیطان ۔

کیوں یہ قہروعتاب؟ میں ہوں، میں میں ہوں، میں ہوں، جناب میں ہوں، میں

فاؤسٹ ۔

شوق سے تکلیف ادھر فرمایئے آیئے کمرے کے اندر آیئے

شیطان ۔

حوصلہ کر کے قدم اپنا بڑھاؤں اندر
تیسری بار جو کہیئے تو میں آؤں اندر

فاؤسٹ ۔

شوق فرمایئے جناب، ضرور
آیئے آیئے جناب، ضرور

شیطان ۔

آپ کا اخلاق ہے کتنا بلند   آپ کی باتیں ہیں کتنی دل پسند
اب تو میری آپ کی نبھ جائے گی   رسم و راہ دوستی نبھ جائے گی
تھا مزاج دشمناں ناساز کچھ؟   غم تھا محنت میں خلل انداز کچھ؟
میرے آنے سے بہل جائے گا دل   کچھ تو اس ڈھب سے بدل جائے گا دل
میں بنوں گا کنج خلوت کا انیس   بن کے آیا ہوں رئیس ابن رئیس
اب نہ ہرگز آپ کا دل ہو اُچاٹ   دیکھئے تو آج میرا ٹھاٹ باٹ
دیکھئے میری قبائے سرخ سرخ   دیکھئے یہ رنگ ہائے سرخ سرخ
ہے یہ ضامن عزت و اکرام کی   گوٹ ہے اس میں سنہرے کام کی
اور اوپر سے عبا ہے ریشمی   کیا مجال اس میں شکن ہو ایک بھی
سر پہ جو ٹوپی ہے، کلغی دار ہے   اس سے میری شان کا اظہار ہے
ہے کمر میں ایک تیغ آبدار   ماہ نو کا نور بھی جس پر نثار
لطف اس پوشاک کا لیتا ہوں میں   آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں میں
آپ کا جامہ بھی ہو شوکت اساس   زیب تن فرمائیں ایسا ہی لباس
آپ بھی لوٹیں مزے، دلشاد ہوں   دیوتاؤں کی طرح آزاد ہوں

آپ کو بھی علم ہو اس کا ذرا
در حقیقت زندگی ہے چیز کیا؟

فاؤسٹ ۔

پوشاک کوئی بھی ہو، کوئی بھی پیرہن ہو
چاہے کسی طرح کا ملبوس زیب تن ہو

فکریں وہی رہیں گی اس دھر عارضی کی
دل میں خلش رہے گی ایذائے زندگی کی
اک نقش مختصر سا غم کو، خوشی کو پایا
محدود ہر طرف سے اس زندگی کو پایا
ہے اسقدر زیادہ اک سمت عمر میری
پھبتی نہیں ہے مجھ پر جذبات دل کی سیری
کم اتنے ایک جانب ہیں سن و سال میرے
مشکل ہے مجھ کو رہنا بے لوث خواہشوں سے
کیا مجھ کو ہوگا حاصل دنیائے آب و گل سے
بس ایک گیت میں یہ سنتا ہوں گوش دل سے
ہر شخص کو یہی بس پیغام مل رہا ہے
بے مول مل رہا ہے، بے دام مل رہا ہے
ہے آپ کو مناسب لیں کام اب حذر سے
ایثار جسم و جاں سے، ایثار مال و زر سے
ہر اک مفاد اپنا کر دیں جہاں پہ قرباں
جو دور ہے خودی سے انسان ہے وہ انساں
کانوں میں ہر بشر کے یہ گیت گونجتا ہے
یہ دلگداز نغمہ اک سرمدی صدا ہے
کھلتی ہے آنکھ میری ہر روز جب سویرے
اڑتے ہیں ڈر کے مارے ہوش و حواس میرے
حرمان و یاس سے میں ہر طرح زار و خستہ
کرتا ہوں زار نالی، مایوس، دل شکستہ

آئے گا دیکھنے میں ایسا نہ ایک دن بھی
ارماں کوئی برآئے، پوری ہو آس دل کی
سورج کے اس سفر میں مایوس ہی رہوں گا
زندان یاس و غم میں محبوس ہی رہوں گا
یہ دن نہیں، کترنے والا ہے ایک گھوڑا
یہ ظلم کوئی کم ہے یہ جور کوئی تھوڑا
اس دل سے پھیلتی ہے خوشیوں کی بیل جب بھی
ہوتا ہے دل یہ مائل نشو و نما پہ اس کی
قبل از شگفتگی ہی محروم لالہ کاری
پھلنے سے، پھولنے سے، رہتی ہے بیل عاری
رہتا ہے بے نمائش دل کا شعار احسن
ہوتا نہیں نمایاں کوئی بھی کار احسن
ہوتی ہے آسماں سے جس وقت رات نازل
ہوتا ہوں زار و خستہ خوابیدگی پہ مائل
غرقاب فکر بے حد، بستر پہ لیٹتا ہوں
آغوش خواب میں جب، خود کو سمیٹتا ہوں
ہوتی نہیں میسر راحت سی پھر بھی راحت
دیتا نہیں تسلی یہ فرش استراحت
آتا نہیں نظر جب دور و قریب کوئی
آتا ہے دیکھنے میں خواب مہیب کوئی
انوار جس خدا کے سینے میں تہ نشیں ہیں
سینے میں تہ نشیں ہیں، پہلو میں جاگزیں ہیں

ہے ہر دلیل اسی سے، ہے ہر سبب اسی سے
جتنی بھی طاقتیں ہیں پیدا ہیں سب اسی سے

حاصل ہے اتنی قدرت اس ذات سرمدی کو
رکھدے ہلا کے میری دنیائے باطنی کو

چلتی نہیں کچھ اس کی دنیائے خارجی میں
بے اختیار ہے وہ پہنائے زندگی میں

اس حال میں تو جینا دشوار ہو رہا ہے
دل میرا زندگی سے بیزار ہو رہا ہے

زندان آب و گل سے میں کاش چھوٹ جاتا
ہستی کا سلسلہ یہ اک روز ٹوٹ جاتا

شیطان ۔

مانگنے کو مانگتے ہیں موت سب
موت لیکن سر پہ آجاتی ہے جب
وار اس کا شوق سے سہتا نہیں
کوئی بھی لبیک اسے کہتا نہیں

فاؤسٹ ۔

ہے مبارک کسقدر انسان وہ — آدمی ہوتا ہے والا شان وہ
ہو جبیں جس کی لہو سے تربتر — جیت کا سہرا ہو جس کے زیب سر
صورت دیوانہ جو کرتا ہو رقص — سرو ساں مستانہ جو کرتا ہو رقص
پھر کسی مہ رو سے ہوکر ہم کنار — لوٹتا ہو باغ ہستی کی بہار
روح برتر کے عمل سے خستہ جاں — سحر گشتہ، وقف کرب بے کراں
اس جہاں میں اب رسائی ہو مری — قید ہستی سے رہائی ہو مری

عیش لافانی کا مخزن جس میں ہے
لطف روحانی کا مسکن جس میں ہے

شیطان ۔

پھر بھی اس شب کو کوئی ایسا نہ تھا اس کے پینے سے جو باقی رہ گیا

فاؤسٹ ۔

آپ کو آتا ہے مایوسی میں شاید کچھ مزا
دل بہلتا ہے اسی اک مشغلے سے آپ کا

شیطان ۔

گو علم میرا کامل نہیں ہے ادراک پورا حاصل نہیں ہے
پھر بھی بہت کچھ میں جانتا ہوں دنیا کی رگ رگ پہچانتا ہوں

فاؤسٹ ۔

مری روح میں ایک ہلچل بپا ہے
یہ اک وحشت خاص میں مبتلا ہے
صدا اس سے اک دلنشیں اٹھ رہی ہے
نوا کوئی سحر آفریں اٹھ رہی ہے
کبھی اس سے میں آشنا رہ چکا ہوں
کبھی اسکے سیلاب میں بہہ چکا ہوں
مرے دل کو چھینے لئے جا رہی ہے
مجھے اپنے بس میں کئے جا رہی ہے
نہایت کشادہ، بڑی میٹھی میٹھی
میں گم ہو گیا ہوں لطافت میں اس کی

عقیدت جو بچپن سے ہاتھ آ گئی تھی
فضائے پس و پیش پر چھا گئی ہے

یہ آواز دھوکا اسے دے رہی ہے
بری طرح اس کی خبر لے رہی ہے

دلاتی ہے گزرے زمانے کی یادیں
وہ بیتی سی، بچھڑی سی دل کی مرادیں

میں اب ایسے نغمات کو کوستا ہوں
ترنم سے جن کے اسیر بلا ہوں

بڑے معجزے، شعبدے فتنہ گر ہیں
جو ہیں دشمن دل، عدوئے نظر ہیں

بڑے سبز باغ ان کی تہہ میں نہاں ہیں
بڑے دلربا ہیں، بڑے جاں ستاں ہیں

مری روح اس دام میں پھنس گئی ہے
مری روح اس پیچ سے کس گئی ہے

پڑی ہے مصیبت کے غار سیہ میں
یہ مطعون ہے اب خود اپنی نگہ میں

خیالات اونچے جہنم میں جائیں
نہ آ کر ہمارے دماغوں پہ چھائیں

انہیں سے یہ نیرنگ آرائیاں ہیں
انہیں سے تو یہ ناشکیبائیاں ہیں

یہ جھوٹے مظاہر، یہ اشکال باطل
ہیں لعنت کے قابل، ملامت کے قابل

جہان حواس ان سے رهتا هے پسپا
ٹھکانا نہیں کوئی ان کے ستم کا
یہ نام اور شہرت کے خوابوں کی دنیا
هے بس دم زدن کے حبابوں کی دنیا
نگاہ خرد میں هے مطعون یہ بھی
هے ناپاک یہ بھی هے ملعون یہ بھی
بقائے دوام اک فریب حسیں هے
ذرا بھی تو اس میں حقیقت نہیں هے
زبان میری کہتی هے اس پر بھی لعنت
ملامت، بہر حال اس پر ملامت
برا هو برا ملکیت کے چلن کا
عجب سلسلہ هے یہ کچھ طفل و زن کا
یہ کھیت اور کھلیان دوزخ میں جائیں
یہ هل اور انسان دوزخ میں جائین
یہ اپنی اداؤں سے دل لے رهے هیں
خوشامد کی لوری همیں دے رهے هیں
ملامت، ملامت، بہ شیطان ملامت
ملامت بہ دولت، ملامت بہ عشرت
تن آسانیوں پر جو کرتی هے مائل
جو بنتی هے سب کے گلے کی حمائل
بناتی هے کاهل، جو لاتی هے سستی
ٹھہرتی نہیں سامنے جس کے چستی

همیں نرم گدوں کا خوگر بنا کر
ہمارے لئے ایسے بستر بنا کر
دکھاتی ہے سیر گلستاں راحت
لٹاتی ہے نقد فراوان راحت
ملامت بہ ہر خوشۂ ناب رنگین
ملامت بہ ہر موجۂ آب رنگیں
ملامت بہ راز و نیاز محبت
ملامت بہ سوز و گداز محبت
ملامت بہ عشق جفا جو ملامت
بہ ہر رنگ لعنت، بہ ہر بو ملامت
ملامت بہ امید فردا ملامت
ملامت بہ شوق تماشا ملامت
ملامت بہ گمراہی ہر عقیدت
ملامت، طریق وفا پر ملامت
ملامت بہ صبر و توکل ملامت
ملامت بہ ضبط و تحمل ملامت
شعار اس سے بڑھ کر نہیں کوئی اسفل
طریق اس سے بڑھ کر نہیں کوئی ارذل
ہے سب سے زیادہ تو لعنت اسی پر
ہے باران زجرو ملامت اسی پر

(پوشیدہ طور پر روحوں کا کورس یعنی اجتماعی گیت)

ہے کتنے افسوس کی بات اف رے یہ تخریب حیات

حسن بھری اس دنیا کو
افسوں گاہ تمنا کو

تو نے پورا کر ڈالا
ریزہ ریزہ کر ڈالا

اس کی خوبی غارت ہے
اک مسمار عمارت ہے

ایک بلا ہے، ایک بلا
گھونسا فولادی تیرا

کتنی حالت خستہ ہے
یہ تعمیر شکستہ ہے

اف رے اسکا ڈھے جانا
اس کی یوں شامت آنا

دیوتا کوئی ہے ایسا
جس نے اس کو لے ڈالا

اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے
اف کیسی بربادی ہے

تھی کتنی تعمیر نفیس
تھی یہ اک تصویر نفیس

ڈھیر جو خشت و گل کے ہیں
اس تعمیر کے ٹکڑے ہیں

ان کو وہاں لے جاتے ہیں
اُس جانب پہونچاتے ہیں

کچھ بھی نہیں رکھا جس میں
ہستی ہے عنقا جس میں

نقش یہ بگڑا ہے ایسا
مشکل ہے بننا اس کا

ہو نہیں سکتا پھر گلزار
وقف خزاں ہے اس کی بہار

اس کی تباہی کا ہے غم
محو نوحہ گری ہیں ہم

گریۂ پیہم کرتے ہیں
اسکا ماتم کرتے ہیں

مادر گیتی کے فرزند
نور عین سعادت مند

اے انسانوں کے سردار
اے جیوٹ والے جرار

پھر سے ہو اس کی تعمیر
پھر سے کھینچیں یہ تصویر

اب اس کی جو بحالی ہو
بالکل شان نرالی ہو

سینہ ہو اس سے آباد
دل میں پڑے اس کی بنیاد

پھر سے ہو اس کا آغاز
ہو یہ مکاں روشن پرداز

واضح اسکی صورت ہو — سوہنی اسکی مورت ہو
ستھرا ہو دامان حواس — فہم و دانش کا ہو پاس
گیت سہانے گاتے جائیں — پاک ترانے گاتے جائیں
تہنیت کا عالم ہو — بارش عشرت پیہم ہو

اس کے سوز میں شدت ہو
اس کی لے میں جدت ہو

شیطان۔

روحیں ماتحت ہیں جو میری — اور ان میں جو ہیں حقیر، چھوٹی
ان کا یہ گیت خوب سن لیں — اس باغ کے پھول آپ چن لیں
بوڑھوں کی طرح متین ہیں یہ — زیرک ہیں یہ، ذہین ہیں یہ
ہوتی ہے عمل کی ان سے رغبت — کرتی ہیں یہ آشنائے لذت
جذبوں کو یہی ابھارتی ہیں — شیشے میں یہی اتارتی ہیں
ہے ترغیب جدل انہیں سے — ہے تحریک عمل انہیں سے
سنسان ہے زندگی کی بستی — ویران ہے یہ دیار ہستی
جامد ہیں سب حواس جس میں — ہے عالم احتباس جس میں
بیکار بقا کی قوتیں ہیں — پیدا ایسی ہی صورتیں ہیں
اس سے باہر نکالتی ہیں — حرکت کی روش پہ ڈالتی ہیں

کرتی ہیں سپرد صد کشاکش
دیتی ہیں طبیعت بلاکش

کر لیجئے غم سے اب کنارا — کچھ اس سے غرض نہ ہو خدارا
کرگس یہ سرشت میں ہے یکسر — حاوی ہے نقوش زندگی پر
ہیہات اس پر، ہزار ہیہات — نوچے کھاتا ہے اسکو دن رات

کتنی ہی بڑی ہو کوئی صحبت
دیتی ہے مدام درس عبرت

ہے آپ کے جسم میں بھی تو جاں
ہیں آپ اک فرد نوع انساں

ہیں ان کے بھی ہاتھ آپ کے ہاتھ
انساں رہتے ہیں آپ کے ساتھ

منشا ہرگز نہیں یہ میرا
مٹی میں ملے یہ قدر اعلیٰ

اجلاف میں آپ کو دھکیلوں
اس بیدردی سے کام لے لوں

پایہ میرا نہیں گراں کچھ
رفعت میں نہیں میں آسماں کچھ

پھر بھی مرے ساتھ آپ اگر ہوں
راہ ہستی کے ہم سفر ہوں

تابع رہوں آپ کا میں بالکل
کام آپ کے آؤں میں بے تامل

خدمت جو ہو لاؤں وہ بجا میں
ہوں رہرو جادۂ وفا میں

ہوں مجھ سے جو مطمئن ذرا بھی
خدمات قبول ہوں جو میری

مجھ سے یہی فائدہ اٹھا لیں
اپنا ساتھی مجھے بنا لیں

دائم دم آپ کا بھروں گا
خدمت دل و جاں سے میں کروں گا

خادم ہوں اک جناب کا میں
جو حکم ہو لاؤں گا بجا میں

فاؤسٹ ۔

یہ بھی تو اے رفیق مکرم بتائیے
ہاں ہاں، بتائیے، مرے ہمدم بتائیے

کرنا پڑے گا پیش مجھے کیا جناب کو
کس ڈھب سے ہے قبول یہ سودا جناب کو

شیطان ۔

معاوضے کا، عوض کا ہے لب پہ ذکر یہ کیوں؟
ابھی تو وقت بہت ہے، ابھی سے فکر یہ کیوں؟

فاؤسٹ ۔

نہیں، ہر گز نہیں، ایسا نہیں ہے
نہیں، مجھ کو یقیں اصلا نہیں ہے
نہایت خود غرض ہوتا ہے شیطاں
بہت کم ظرف ہے یہ فتنہ ساماں
رضا کی شکل میں ڈھلتا نہیں یہ
خدا کی راہ میں چلتا نہیں یہ
کسی کی دستگیری کیا کرے گا
ہمیشہ اپنی ہی پوجا کرے گا
شرائط صاف صاف اپنی بتائیں
نہ مجھکو سبز باغ اپنا دکھائیں
مجھے لگتا ہے ڈر اس فتنہ جو سے
بہت خائف ہوں میں اس زشت خو سے
بٹھا دیتا ہے دنیا بھر پہ یہ دھاک
سمجھتا ہوں اسے بے حد خطرناک

شیطان ۔

آپ کے ہر وقت کام آؤں گا میں
آپ کی خدمت بجا لاؤں گا میں
صدق دل سے، بے تامل، بے ریا
سر پر، آنکھوں پر ہے ارشاد آپ کا
نام بھی تھکنے کا میں لوں گا نہیں
جسم کو آرام تک دونگا نہیں
جب بھی ہم دونوں کا ہو ملنا کبھی
پیش موقع آئے جب ایسا کبھی
آپ میرا ہر عمل میں ساتھ دیں
میرے ہاتوں میں یہ اپنا ہاتھ دیں
یوں اگر ملنے کی صورت ہو کوئی
کام آئیں جب ضرورت ہو کوئی

فاؤسٹ ۔

کس لئے مجھ سے یہ مستقبل کی بات
میں سمجھتا ہوں اسے چھوٹی سی بات
کس لئے مجھ سے ہے اس دنیا کا ذکر
میں نہیں کرتا ذرا بھی اس کی فکر

یہ جو دنیا ہے نظر کے سامنے
آپ اگر مسمار کر دیں گے اسے
ایسی دنیا اور پھر بن جائے گی
پھر یہ رونق دیکھنے میں آئے گی
جس سے ہے مسرور میری زندگی
ہاں وہ دنیا، ہاں وہ دنیا ہے یہی
ہے یہی وہ آفتاب ضو فشاں
جو ہے میری ہر صعوبت کا نشاں
کلفت و آلام کا شاہد ہے یہ
تلخی ایام کا شاہد ہے یہ
بھلے مل جائے مجھے اس سے نجات
آئے گی پھر ذہن میں کچھ اور بات
پیش آئے کچھ بھی پھر، پروا نہیں
اسکا اندیشہ مجھے اصلا نہیں
لوگ پھر کرتے ہیں نفرت یا نہیں
ان میں ہوتی ہے محبت یا نہیں
عہد مستقبل میں ہوگا کیا چلن
پیش کیسے آئیں گے سب مرد و زن
دیکھتے ہیں یہ جو ہم آگے کا خواب
دل میں رہتا ہے جو ہردم اضطراب
اس پہ غور و فکر سے حاصل ہی کیا
ایسی لغویات کا کیا سوچنا
اس میں کیا پستی کی ہوگی حیثیت
اوج کی کیا ہوگی اس میں منزلت

کوئی پھر ادنیٰ رہے گا یا نہیں
کوئی پھر اعلیٰ رہے گا یا نہیں
پست کہتے ہیں جسے، جو ہے فراز
کیا رہے گا اس میں باقی امتیاز
رنج و راحت ہیں جو اجزائے حیات
پہلے ان دونوں سے پا جاؤں نجات
چھوٹ جاؤں اس بلا، اس دام سے
چاہے پھر کچھ پیش آجائے مجھے

شیطان۔

منظور، یہ شرط مجھ کو منظور حاصل جو ہے آپ کو یہ مقدور
ہے دل میں اگر سفر کی ہمت ہوں شوق سے مائل عزیمت
پیمان وفا پہ صاد کر دیں قائم رہ اعتماد کر دیں
پھر آپ کو اپنے فن دکھاؤں سحر و نیرنگ آزماؤں
کر دوں گا پھر آئینہ میں بے آز اپنی کاریگری کا اعجاز
دیکھا جو نہ ہو بشر نے اب تک
پرکھا جو نہ ہو نظر نے اب تک

فاؤسٹ۔

نظر آتے ہیں آپ کچھ ناداں دے ہی سکتا ہے کیا مجھے شیطاں
کون مخلوق ہے وہ آپ کا سا اس بلندی پہ جو ہوا ہو رسا
سعی انساں کو جو ہوئی حاصل جس کی اتنی رفیع ہے منزل
آپ رکھتے ہیں کیا غذا ایسی جس سے ممکن نہیں کبھی سیری
آپ کی سلکیت وہ سونا ہے آپ سے دور جس کو ہونا ہے
ہاتھ آکر گریز پا ہو جائے مثل سیماب جو ہوا ہو جائے

کچھ کھلاتے ہیں آپ ایسا جوا　　جس میں کوئی کبھی نہ جیت سکا
ایسی نوخیز کوئی لڑکی ہو　　جس سے تسکین دل مری بھی ہو
اور جو غیر کو بھی تکتی ہو　　وادی شوق میں بھٹکتی ہو
آپ کے پاس وہ شرف بھی ہے　　دین سی دین جو خدا کی ہے
عارضی ہے چمک دمک جسکی　　ایک شعلہ سا ہے بھڑک جسکی
جس میں رنگ شہاب ثاقب ہے　　دو گھڑی رہ کے پھر جو غائب ہے
پھل وہ اپنے ذرا دکھائیں مجھے　　کچھ تو ان کا مزہ چکھائیں مجھے
جن کے ملتے ہی سب بگڑ جائیں　　وقت سے پیشتر جو سڑ جائیں
اور میں وہ درخت بھی دیکھوں　　عالم نرم و سخت بھی دیکھوں
روز جو پائمال ہوتے ہیں　　پھر دوبارہ نہال ہوتے ہیں

آئے دن بس یہ کام ہے ان کا
خشک ہوکر ہرا بھرا ہونا

شیطان -

ایسی فرمائش سے میں ڈرتا نہیں　　حیل وحجت، پیش و پس کرتا نہیں
معجزے اپنے دکھا سکھتا ہوں میں　　نعمتیں ساری دلا سکتا ہوں میں
اے رفیق کار، اے میرے حبیب　　آ رہا ہے وہ زمانہ بھی قریب
بیٹھ کر ہم اور آپ آرام سے　　بے نیاز آغاز سے، انجام سے

خوان شاہی پر کرم فرمائیں گے
سیر ہوکر خوب دعوت کھائیں گے

فاؤسٹ -

بستر پہ کاہلی کے اگر ہوں کبھی دراز
ہو جائے ختم میری تگ و تاز کا جواز
اس زندگی کی دوڑ میں کھا جاؤں مات میں
یک لمحہ بھی رہوں نہ بہ قید حیات میں

باتیں بنا بنا کے نہ بہکائیے مجھے
ترغیب ناروا سے نہ پھسلائیے مجھے
آسودۂ حیات جو میں ہو گیا کبھی
ہنگامۂ طرب میں اگر کھو گیا کبھی
میں نام کا رہوں گا نہ قائل نمود گا
روز اخیر ہوگا وہ میرے وجود کا
اب بحث کیوں ہے، آپ مری بات مانئیے
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے ٹھیک جانئیے

شیطان۔

بھاگنا قول سے اپنے نہیں میرا دستور
لائیے ہاتھ ادھر، حکم خوشی سے منظور

فاؤسٹ۔

کہوں جو وقت رواں سے کہ ٹھہر جا دم بھر
بہت حسیں ہے، دلارام ہے ترا منظر
جکڑ کے طوق و سلاسل میں ڈال دے مجھ کو
بڑی خوشی سے پیام زوال دے مجھ کو
ذلیل ہو کے تباہ دوام ہو جاؤں
میں اپنی صبح درخشاں کی شام ہو جاؤں
سپرد خاک ہو یہ قصر آب و گل میرا
بجھے چراغ فسردہ کی طرح دل میرا
بجا دے موت کا گھنٹہ، ذرا بھی دیر نہو
مری نوشت مقدر میں ہیر پھیر نہو

اب اپنے بند غلامی کو توڑ دیجے آپ
یہی ہے وقت کہ ساتھ اسکا چھوڑ دیجے آپ
گھڑی چلے نہ بس اب ، اسکو روک ہی دیں آپ
ڈپٹ کے گردش دوراں کو ٹوک ہی دیں آپ
خیال و خواب یہ تمئیز و فرق ہو جائے
سفینہ وقت کا ماضی میں غرق ہو جائے

شیطان ۔

رکھ کر ہر ایک بات کو پیش نظر، کہیں
جو کچھ کہیں وہ خوب سمجھ سوچ کر کہیں
کوئی مضائقہ نہیں ، بد ہو کہ نیک بات
دل پر رہے گی نقش ہمیشہ ہر ایک بات

فاؤسٹ ۔

کوئی کیا آپ کے حق سے ہو منکر
تہیہ ہے مرا بھی حرف آخر
مجھے افسوس کچھ اس پر نہ ہوگا
قلق زنہار ، رتی بھر نہ ہو گا
مرا حصہ بہر صورت ہے خامی
مری گردن میں ہے طوق غلامی
خلاصی غیر کی یا آپ کی ہو
ہے یکساں یہ دنوں کا پھیر مجھ کو

شیطان ۔

آج ہی آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا
آج ہی آپ کی خدمت کا شرف پاؤں گا

آج ھی مجھ کو میسر یہ سعادت ھوگی
آج ھی دعوت علامہ میں شرکت ھوگی
عرض اک اور ھے، اس پر بھی توجہ، سرکار!
ایک تحریر بھی کاغذ پہ ھے مجھ کو درکار
زندگی، موت تو آتی ھی رھے گی یونہیں
اپنے نیرنگ دکھاتی ھی رھے گی یونہیں

فاؤسٹ ۔

کتنی شیخی بگھارتے ھیں آپ
باتیں بڑھ بڑھ کے مارتے ھیں آپ
نہ توقع یہ مجھ کو آپ سے تھی
آپ تحریر چاھتے ھیں مری
مردمی کیا ھے، کچھ پتا ھی نہیں
مرد سے سابقہ پڑا ھی نہیں
مرد کے قول سے ھیں بیگانہ
کیا یہی ھے شعار مردانہ
فکر ھستی سے بھی غنی ھوں میں
مرد ھوں، قول کا دھنی ھوں میں
آپ پر کیوں نہ میں پڑھوں لاحول
نہیں کافی مرا زبانی قول ؟
ورنہ وعدہ جو کر چکا ھوں میں
دل سے حامی جو بھر چکا ھوں میں
تا قیامت اسے نباھوں گا
اس کی تکمیل دل سے چاھوں گا
ولولے، حوصلے ھمم کے ساتھ
قول میرا ھے میرے دم کے ساتھ
یہ جو بحر جہاں فانی ھے
ھر نفس مائل روانی ھے
جسطرف آنکھ میں اٹھاتا ھوں
موج در موج اسکو پاتا ھوں
متلاطم مدام رھتا ھے
کسقدر شد و مد سے بہتا ھے
کون اس رو کو روک سکتا ھے
کون اس رو کو ٹوک سکتا ھے
میں نے اقرار کیا کیا ھے یہ
آپ نے تو سمجھ لیا ھے یہ
میرا وعدہ جہان فانی میں
قلزم وقت کی روانی میں
کبھی تکمیل پا نہیں سکتا
حد ایفا میں آ نہیں سکتا

بدگمانی یہ اک قیامت ہے
اف یہ کتنی بڑی حماقت ہے

اور اسی دام میں اسیر ہیں سب
اس کی زد میں جوان و پیر ہیں سب

رفع ہوگا قصور یہ کیسے؟
غلطی ہوگی دور یہ کیسے؟

کون اس سے نجات بخشے گا؟
کون تسکین ذات بخشے گا؟

وہ بشر خوش نصیب کتنا ہے
برکت سے قریب کتنا ہے

جسکا ایمان سے بھرا سینہ
ہے عقیدت کا ایک گنجینہ

بندگی جس کا دین خالص ہے
جس میں نور یقین خالص ہے

جرأت بے پناہ کرتا ہے
قول کا وہ نباہ کرتا ہے

اتنی پستی میں گر نہیں سکتا
بات سے اپنی پھر نہیں سکتا

ترک میں پیش و پس نہیں کرتا
جان دینے سے بھی نہیں ڈرتا

اسکو مشکل میں بھی ہے آسانی
اس کے آگے ہے گرد قربانی

پاؤں زنجیر میں جب آتا ہے
حرف تحریر میں جب آتا ہے

رعب ہوتا ہے اک عجیب اس پر
مہر ہوتی ہے ثبت جب اس پر

کانپ اٹھتے ہیں لوگ، ڈرتے ہیں
بھوت اسکو خیال کرتے ہیں

قبل تحریر ہی فنا ہے لفظ
اپنی منزل سے آشنا ہے لفظ

آگئی موت واقعی اس کی
ہو گئی ختم زندگی اس کی

تربت لفظ ہے کنار قلم
اللہ اللہ رے اختیار قلم!

اب تو حاوی ہے اس پہ بھیڑ کی کھال
اور اک موم کا بچھا ہے جال

بولئے آپ کیا ارادہ ہے؟
کتنا میرا مزاج سادہ ہے!

کیا ہے درکار مس (۱) پہ یہ تحریر؟
سنگ مرمر پہ یا کروں تحریر؟

چاہئے کاغذ اس میں جھلی دار؟
لوح یا اور ہے کوئی درکار؟

---

(۱) مس یعنی تانبا۔

کام اس میں قلم سے لیں گے ہم؟ اسکو چھینی سے یا کریں گے رقم؟
دل صافی سے کام لیتا ہوں آپ کو اختیار دیتا ہوں
آپ کو جو پسند ہو کر لیں
حسب دل دامن طلب بھر لیں!

شیطان ۔

اس قدر گرمیٔ بیاں کیوں ہے؟ یہ حرارت عبث عیاں کیوں ہے؟
یہ فصاحت ہے کیوں، بلاغت کیوں؟ اتنی تاکید کی ضرورت کیوں؟
ہو مہیا کسی بھی شے کا ورق اس پہ لکھنا ہے اک نہ ایک سبق
حرف بیکار سب غلط ہوں گے
خون سے اس پہ دستخط ہوں گے

فاؤسٹ ۔

ہے اگر آپ کی یہی مرضی میں نہ رکھوں گا بات خود اپنی
آپ کو مسخرا سمجھتا ہوں دل ہی دل میں بہت الجھتا ہوں
بات رکھوں گا آپ کی پھر بھی دوستداری کی وضع تو ہے یہی
سر تسلیم میں جھکاؤں گا
جو کہیں گے، عمل میں لاؤں گا

شیطان ۔

خوبیاں خون کی رکھتیں نہیں اپنا ثانی
خوبیاں خون کی ہیں اپنی جگہ لاثانی

فاؤسٹ ۔

لایئے دل میں وسوسہ نہ کوئی اس میں پیدا ہو دغدغہ نہ کوئی
وضع اپنی نہیں میں چھوڑوں گا عہد اپنا نہیں میں توڑوں گا
ہاتھ پر ہاتھ میں نے مارا ہے آپ سے قول میں نے ہارا ہے

جان تک اپنی میں لڑا دوں گا
نام تھکنے کا میں نہیں لوں گا

زعم سا زعم مجھ میں پیدا ہے
آپ کی ہمسری کا دعویٰ ہے

روح اعظم سے ہوگیا ہوں گرد
پڑ گیا ہے مرا کلیجا سرد

گرد دامان دل نہیں دھلتی
مجھ سے فطرت بھی کچھ نہیں کھلتی

منتشر سلسلہ خیال کا ہے
حال یہ عقل کے زوال کا ہے

میں گرفتار بے فراغی ہوں
کشور آگہی کا باغی ہوں

دور پایابیوں کے عالم سے
سرگراں تشنگی پیہم سے

غرق لذات نفس کے اندر
اس محیط عمیق میں جا کر

آگ جذبات کی بجھا دیں ہم
سوز و ساز دروں مٹا دیں ہم

کوئی بار ان میں پا نہیں سکتا
تھاہ ان کی لگا نہیں سکتا

اسکے پردے مگر ہٹائیں گے ہم
اسکا جادو مگر جگائیں گے ہم

ڈال کر خود کو وقت کی رو میں
محو ہو جائیں گے تگ و دو میں

ان حوادث میں مبتلا ہوں گے
اس تلاطم میں ہم فنا ہوں گے

کتنی ارفع ہے گردش حالات
کوئی سمجھے گا خاک اسکے نکات

دور دورہ ہو رنج و راحت کا
عیش و عشرت کا، درد و کلفت کا

کامرانی کا ذکر لب پہ رہے
شادمانی کا ذکر لب پہ رہے

منسلک ہوں بہم دگر دونوں
شیر کے ساتھ ہوں شکر دونوں

اک تڑپ کی ضرورت اس میں ہے
جوہر آدمیت اس میں ہے

شیطان ۔

وقت کی قید سے آزاد ہیں آپ
دور از رشتۂ میعاد ہیں آپ

کسی مقصد سے بھی پابند نہ ہوں
دل ہو بے لوث، غرض مند نہ ہوں

مال و زر آپ کے چومیں گے قدم
دغدغہ کوئی، نہ ہوگا کوئی غم

بال جنباں سے ہوں محو پرواز　　خلد عشرت کا ہو در آپ پہ باز
غنچے غنچے کی اڑان اس پہ نثار　　تیز تتلی کی طرح ہو رفتار
اس میں پھولوں کے شرابور تمام　　مثل زنبور رہیں محو خرام
ہر مسرت کے سزاوار ہوں آپ　　درخور قسمت بیدار ہوں آپ
چیز ہو جائے جو مرغوب نظر　　آپ کے حق میں وہی ہے بہتر
اس کے ارمان میں ہوجایئے غرق　　اس پہ دل ٹوٹ پڑے صورت برق

بے جھجک اس کی طرف ہاتھ بڑھائیں
بخدا اب نہ ذرا بھی شرمائیں

فاؤسٹ -

آپ کو اسکا کچھ پتہ ہی نہیں　　خواب راحت میں دیکھتا ہی نہیں
محو گرداب حلقہ زن ہوں میں　　غرق بحر غم و محن ہوں میں
میں ہوں پر درد لذتوں پہ نثار　　رنج آمیز راحتوں پہ نثار
اور تکمیل آرزو کے لئے　　سیری شوق جستجو کے لئے
جو بھی انسان کو میسر ہے　　کسی ہمجنس کا مقدر ہے
لطف اسکا اٹھاؤں گا مین بھی　　اس کو مصرف میں لاؤں گا میں بھی
راہ غور و مشاہدہ لوں گا　　ہر بلندی کا جائزہ لوں گا
جو بھی ہر بات میں ہے گہرائی　　جو بھی ہر چیز میں ہے رعنائی
میں کروں گا اب اس کی پیمائش　　دیکھ لوں گا ہر اک کی گنجائش
آدمی کے غم و مسرت میں　　ہر اک آرام میں، مصیبت میں
میں بھی شامل بہ‌شوق اب ہوں گا　　آگہ راحت و تعب ہوں گا
شیشۂ قلب کو جلا دوں گا　　خود کو میں خلق میں ملا دوں گا
وسعت نفس کو بڑھاؤں گا　　اسکے حلقے میں سب کو لاؤں گا
اور اک روز آئے گا ایسا　　مست مجھ کو بنائے گا ایسا

محو بود و نبود کر دوں گا
گم میں اپنا وجود کر دوں گا

شیطان ۔

به خدا بات مانئے میری — گفتگو ٹھیک جانئے میری
هیں هزارون برس سے رزق مری — زندگی کی یه روٹیاں سوکھی
مهد سے تا لحد یه ددھ لپسی(۱) — کر سکا هے نه هضم کوئی بھی
قابل اعتنا هے قول مرا — بہم اس کی سند بھی کردوں گا
یه جو سارا طلسم خانه هے — ایک ندرت گه یگانه هے
جو بنا هے تو بس خدا کے لئے — هے یه مخصوص کبریا کے لئے
سطوت و جاه جاودانی میں — محو آرام غیر فانی میں
جو هے توقیر بخش تخت دوام — جس نے چمکا دیا هے بخت دوام
هو کے خود غرق زیب و زنیت میں — ڈال رکھا هے هم کو ظلمت میں
مبتلاے عذاب گونا گوں — هم هیں پامال قسمت واژوں
آپ محتاج روز و شب هیں مگر — آپ کے واسطے هے یه چکر
آپ کو هے کہاں نصیب دوام — بے تسلسل هے رشتۂ ایام
ایک هی حال میں هیں هم دونوں — قید اس جال میں هیں هم دونوں
رات دن ایک سے هیں دونوں کے — هم عناں سلسلے هیں دونوں کے

فاؤسٹ ۔

یه مری مرضی مقدم هے — دل میں جو عزم هے مصمم هے

شیطان ۔

آپ نے یوں تو بجا فرمایا — نه مگر غور ذرا فرمایا
سر په آجائیں گے الزام بہت — عمر تھوڑی سی هے اور کام بہت

---

(۱) دودھ اور روے کے میل سے تیار کی هوئی ایک گاڑھی گاڑھی غذا ۔

میں سمجھتا ہوں، معلے القاب! مان جائیں گے مری بات، جناب!
چاہئے درس ستانی اب کچھ دور ہو دل کی گرانی اب کچھ
سلسلہ ہاں یہ شروع آپ کریں کسی شاعر سے رجوع آپ کریں
اپنی تخئیل کو وسعت دے کر کام عرفاں نظری سے لے کر
خوبیاں آپ میں بے حد بھر دے آپ کے دل کو مجلے کر دے
بے کراں جرأت و ہمت بخشے شیر غراں کی شجاعت بخشے
جوہر صاعقہ رفتاری دے بارہ سنگھے کی سی طراری دے
آگ کچھ ایسی یہ دل میں بھر دے خون اٹلی (۱) کا رگوں میں بھر دے
مخزن جاہ و جلال آپ بنیں عزم میں اہل شمال آپ بنیں
سختیاں ایک زمانے کی سہیں مستقل عہد کے پابند رہیں
دولت علم مہیا کر دے یہ بھی راز آپ پہ افشا کردے
کیسے ہوتی ہے شرافت حاصل کیسے ہوتی ہے نجابت حاصل
کسطرح پاک کوئی بنتا ہے کیسے چالاک کوئی بنتا ہے
جوش زن دل میں جوانی جب ہو یم الفت میں روانی جب ہو
ضبط کسطرح کیا جاتا ہے کیسے دل دل کو دیا جاتا ہے
کوئی ایسا جو ملے گا کامل نکتہ آموز، خردور، عاقل

صاف دل، صاف نظر، صاف ضمیر
کائنات اسکو کہوں گا میں حقیر

فاؤسٹ۔

انسانیت کے تاج کا خواہاں ازل سے ہوں
سودا یہ ہے وہ جس سے پریشاں ازل سے ہوں

(۱) مراد ہے ملک اطالیہ سے۔

حاصل نہیں ہے شومیٔ قسمت سے تاج یہ
ہے دور میرے فرق فضیلت سے تاج یہ
پھر یہ کوئی بتائے مری اہمیت ہے کیا ؟
میرا وقار کیا ہے، مری حیثیت ہے کیا ؟

شیطان -

کشادہ رہے دیدۂ آگہی جو ہیں آپ، اکثر رہیں گے وہی
ہو کتنے ہی سالوں کی سر پر کلاہ میسر ہو کیسا ہی اعزاز و جاہ
ہو پیروں میں کتنا ہی جوتا بلند ہو کیسا ہی ڈھب آپکو دلپسند
کہوں اسکے بارے میں کیا اور میں
بہر حال جو آپ ہیں، آپ ہیں

فاؤسٹ -

ہو رہا ہے یہ اب مجھے احساس مال و دولت یہ ہے جو میرے پاس
ذہن انساں کے جو خزانے ہیں یہ امارت کے جو ٹھکانے ہیں
رائگاں صورت غبار ہیں سب بے فضیلت ہیں، بے وقار ہیں سب
بیٹھ کر جب یہ سوچتا ہوں میں آخر کار، مال کیا ہوں میں
تازہ دم کوئی بھی توانائی زور ہو یا کہاں دانائی
نظر آتی نہیں ذرا مجھ میں اسکا بالکل نہیں پتا مجھ میں
نہ کوئی خاص مرتبہ ہے نصیب
ذات لا انتہا سے ہوں نہ قریب

شیطان -

واہ کیا خوب ہے جناب کی ذات بھونڈے پن سے میں کہہ رہا ہوں یہ بات
آپ چیزوں پہ ڈالتے ہیں نظر جسطرح دیکھتا ہے ان کو بشر
ظاہری شکل جو بھی ہے ان کی پیش ہے آپ کی نظر میں وہی

دیکھنے کا نہیں درست یہ طور ۔ اسکا انداز اب تو ہو کچھ اور
اور ہی رخ سے اب نظر ڈالیں تجزیہ اسکا یوں بھی کر ڈالیں
قبل اسکے کہ موت کر دے وار ختم ہو جائے زندگی کی بہار
عیش و عشرت یہ خواب ہو جائے آب دریا سراب ہو جائے
ابتری ہے، یہ انتشار ہے کیا یہ شرارت، یہ خلفشار ہے کیا
ہاتھ یہ، پاؤں یہ، یہ پیٹ، یہ سر سب ہماری ہی ملکیت ہیں اگر
ہم کو اتنا بھی حق نہیں حاصل کہ ہوں محظوظ لذت کامل
راحت زندگی نہیں اپنی عشرت زندگی نہیں اپنی
میں چھہ گھوڑوں کے دام اگر دیدوں نقد سکوں سے مول اگر لے لوں
یہ بھی ہے کچھ عجیب ہی بدعت ان کی قوت نہیں مری قوت
ہاتھ چونڑ پہ مارتا ہوں میں انہیں کیا کیا ابھارتا ہوں میں
ایک طرار شہ سوار ہوں میں اپنے اس فن میں ہوشیار ہوں میں
اور چلتا ہوں کچھ عجب ڈھب سے جیسے چوبیس پاؤں ہوں میرے
کیجئے غور و خوض سے یہ کام اور کس لیجئے عمل کی لگام
گھر سے باھر ذرا نکلئے آپ میرے ساتھ اس جہاں میں چلئے آپ
نہیں اچھی اُدھیڑ بن اتنی الجھنیں ہیں دماغ میں کتنی
جانے کن چکروں میں رہتا ہے جانور اک ہے، آدمی کیا ہے
خشک بیہڑ میں روح بد کوئی جس کو دیتی رہی ہو چک پھیری

پاس ہی گرچہ ہوں چراگاہیں
یوں کشادہ ہوں رزق کی راہیں

فاؤسٹ ۔

کیسے نکلے قرار کی صورت؟
کیا ہو آغاز کار کی صورت؟

شیطان ۔

یہ جگہ چھوڑ کے چلئے پہلے — اس مصیبت سے نکلئے پہلے
یہ تو اک خانۂ جلادی ہے — اس میں اک صورت بربادی ہے
زندگانی کی یہ صورت کیا ہے؟ — اس جہنم کی ضرورت کیا ہے؟
اپنے سر کو یہ کھپانا کیا ہے — جان لونڈوں کی یہ کھانا کیا ہے
پانچیہ(۱) جو آپ کا ہمسایہ ہے — ایک استاد گراں پایہ ہے
چھوڑ دیں اسکے لئے کام یہ آپ — اب نہ دیں فرض سرانجام یہ آپ
کوٹنا پیٹنا بھوسے کا یہ کیا — اس سے کچھ کام نہیں بننے کا
اختیار آپ کو مطلق یہ نہیں — واقعی کلیتاً حق یہ نہیں
بہترین اپنی یہ سب معلومات — علم و حکمت کی ہر اک اچھی بات
اپنے لونڈوں پہ ہویدا کر دین — جو ہو پنہاں اسے پیدا کر دیں
ہائیں! آئی یہ کدھر سے آواز — کسی لونڈے کا ہے اس میں انداز

پئے یک لمحہ خمش می باید
کوئی برآمدے میں ہے شاید

فاؤسٹ ۔

اس حال میں بے فائدہ، بیکار ہے ملنا
اس وقت تو اس شخص سے دشوار ہے ملنا

شیطان ۔

بڑی دیر سے راہ یہ تک رہا ہے — نہ ملنا اب اس سے کہاں تک روا ہے؟
مناسب نہیں اسکو آزردہ کرنا — یہ کیا صورت شمع افسردہ کرنا
یہ ٹوپی عطا کیجئے، یہ لبادہ — یہ پوشاک پھبتی ہے مجھ پر زیادہ

Paunch. (۱)

(کپڑے بدل کر)

یہ سب کام اب چھوڑ دیں آپ مجھ پر
کروں گا میں تکمیل بہتر سے بہتر
مری عقل مطلب کی حامل رہے گی
مری تیزیٔ طبع شامل رہے گی
عطا ہو مجھے پاؤ گھنٹے کی مہلت
اسی میں دکھاؤں گا کشف و کرامت
مرے سب عزائم مکمل ادھر ہوں
آدھر آپ تیار بہر سفر ہوں

(فاؤسٹ جاتا ہے)

شیطان ۔

(فاؤسٹ کا لبادہ پہنے ہوئے)

علم و حکمت کا ہے بڑا پایہ — ہے گراں مرتبت یہ سرمایہ
طاقت انسان کی عظیم ہے یہ — حامل حرمت قدیم ہے یہ
تو مگر پست ہی اسے گردان — تو اسے واقعی حقیر ہی جان
جھوٹ تھا جھوٹ تجھ کو بہکائے — سچ کے مسلک سے دور لے جائے
سحر و نیرنگ کا کرے قائل — سحر و نیرنگ پر کرے مائل
اس عقیدے میں پختگی آئے — اور بھی انہاک بڑھ جائے
تجھ پہ قابو ضرور پا لوں گا — اپنا قیدی تجھے بنا لوں گا
منحرف اس سے قسمت ایسی ہے — کچھ ازل سے طبیعت ایسی ہے
جتنے بندھن ہیں توڑ کر رکھ دے — سر تعین کا پھوڑ کر رکھ دے
ارتقا پر بہ جبر مائل ہے — کچھ نہیں اس کی رہ میں حائل ہے
جلد بازی کچھ اس میں اتنی ہے — دل پہ وہ اضطراب حاوی ہے

بن گئی گرد راحت دنیا　　هو گئی پست عشرت دنیا
هے جو بے بود زندگی کا سراب　　ایک مہمل سا، اک فضول سا خواب
سیر اس کی کراؤں گا اسکو　　کھیل اس کا دکھاؤں گا اسکو
سطحی سا یه سلسله هو گا　　نہیں اس میں عمق ذرا هو گا
کبھی وه وقف کرب تڑپے گا　　مثل سیماب کروٹیں لے گا
کبھی ره جائے گا وه منه تکتا　　اس په چھا جائے گا کبھی سکتا
پھر بھی مجھ سے رهے گا پیوسته　　نہیں اسکے سوا کوئی رسته
اک خلش آب و گل میں اٹھے گی　　اور بھی هوک دل میں اٹھے گی
دانه پانی کروں گا اسکو پیش　　اسکے هونٹوں کے پاس بیش از بیش
پھر اسے یک بیک هٹا لوں گا　　اور پھر اپنا راستا لوں گا
اور پھر رفع اشتہا کے لئے　　ناک رگڑے گا وه غذا کے لئے
ایک دانه مگر نه پائے گا　　هاتھ کچھ بھی نه اسکے آئے گا
نه بھی هوتا جو بس میں شیطاں کے　　نه جو پھنستا قفس میں شیطاں کے

پھر بھی برباد اسکو هونا تھا
وقف افتاد اسکو هونا تھا

(ایک طالب علم آتا هے اور کہتا هے)

ایک نووارد اس دیار میں هوں　　شاهد شوق کے کنار میں هوں
آ رها هوں براه راست یہاں　　هوں حصول علوم کا خواهاں
هے یه میری نئی نئی آمد　　اشتیاق کہاں هے بے حد
پیش خدمت سلام کرتا هوں　　آپ کا احترام کرتا هوں
آج جو سرفراز دوراں هے　　اس سے ملنے کا دل میں ارماں هے
جس کو ممتاز جانتے هیں سب　　محترم جس کو مانتے هیں سب

آپ اگر بھر لطف چاھیں گے　　رسم و راہ کرم نباھیں گے
اس کی خدمت میں حاضری دوں گا　　اس سے میں درس آگہی لوں گا

شیطان ۔

میں تمھارے شعار سے خوش ھوں　　عجز سے، انکسار سے خوش ھوں
واقعی تم ھو طفل نیک خصال　　دل میں رکھتے ھو آرزوئے کمال
میں تو اک آدمی ھوں معمولی　　میری مانند ھوں گے اور کئی
کسقدر نیک ھیں تمھارے طور
پہلے جھانکا ھے در کوئی کیا اور؟

طالب علم ۔

مجھ کو اس خاکدان ھستی میں　　لیجئے اپنی سرپرستی میں
نگرانی ھے آپ کی درکار　　مہربانی ھے آپ کی درکار
لے کے ھمت سے کام آیا ھوں　　آپ کا سن کے نام آیا ھوں
مال و زر میرے پاس کافی ھے　　خون میری رگوں میں صافی ھے
یہ مری ماں کو تھا نہیں منظور　　کہ رھوں ان کی چشم لطف سے دور
مدرسے بھیجنے سے تھا انکار　　یہ نہیں چاھتا تھا ان کا پیار
کہ میں ان کی نظر سے دور رھوں　　ایک لمحہ بھی گھر سے دور رھوں
اب یہ امید ھے مجھے کامل
علم کرلوں گا کچھ نہ کچھ حاصل

شیطان ۔

یہاں تم آگئے ھو خوب، پیارے!　　رھو آرام سے گھر میں ھمارے
جگہ اس سے سوا تھی کون اچھی　　فضا راس آئے گی تم کو یہاں کی

طالب علم ۔

یہاں کا تو ھے نظارہ ھی کچھ اور　　نرالا طرز ھے، کچھ ھے عجب طور
مجھے وحشت سی ھے کچھ اس مکاں سے　　چلا جاؤں گا میں واپس یہاں سے

نہیں انداز دیواروں کا کچھ ٹھیک — مکاں ہے کوئی یا ہے قصر تاریک
یہاں مجھ پر ہے گھبراہٹ سی طاری — مرے دل میں ہے بے حد بے قراری
بہم اس میں کچھ آسائش تو ہوتی — کہیں رہنے کی گنجائش تو ہوتی
کشش ہی کچھ نہیں دیوار و در میں — یہاں تنگی ہی تنگی ہے نظر میں
نہ سبزہ ہی کہیں پیش نظر ہے — یہاں کا چپہ چپہ بے شجر ہے
جماعت کا یہ کمرہ کچھ عجب ہے — تحیرخیز بنچوں کا یہ ڈھب ہے
دماغ اس میں مرا چکرا رہا ہے — سر ادراک گھوما جا رہا ہے

یہاں ہے عقل میری دنگ سی دنگ
یہ کیا جادو ہے؟ اس میں کیا ہے نیرنگ؟

شیطان ۔

ابھی کچھ تم کو تجربا ہی نہیں — راحت و رنج کا پتا ہی نہیں
طفل نوخیز، عقل کا کچا — دودھ پیتا ہوا کوئی بچا
پہلے پہلے تو لاکھ ہو بھوکا — ماں کے سینے سے لگ نہیں سکتا
پھر چمٹتا ہے جب وہ سینے سے — دودھ پیتا ہے کس قرینے سے
کیسے کیسے ہمک کے پیتا ہے — اور پھر خوب چھک کے پیتا ہے
مادر عقل تم کو ویسے ہی — اپنے سینے سے جب لگائے گی
دودھ اپنا دہن میں بھر دے گی — تم کو آسودہ کام کر دے گی
روز آئے گا حظ نیا تم کو — غم کی مل جائے گی دوا تم کو

طالب علم ۔

میں نے مانا آگہی ہوجائے گی کچھ ذوق سے
ڈال دوں گا ماں کے سینے پر میں گردن شوق سے
التجا ہے آپ میرے رہ نما بن جایئے
ماں کہاں پاؤں گا میں ایسی، یہ اب فرمایئے

شیطان -

وقت ضائع نہ کرو، بحث یہ کردو تم بند
یہ بتاؤ کہ ہے کس علم کی تعلیم پسند؟

طالب علم -

مرے دل میں سودائے تحقیق ہے ازل سے تمنائے تحقیق ہے
قوانین قدرت کا جویا ہوں میں یہ وہ جنس ہے جسکا شیدا ہوں میں
زمیں پرعیاں معجزے ہیں یہ کیا؟ سر آسماں شعبدے ہیں یہ کیا؟
جو سر چشمۂ حکمت و علم ہے جو آئینۂ حکمت و علم ہے
کروں گا تلاش اس کی ہر ڈھنگ سے
ہو آسودگی جس سے کامل مجھے

شیطان -

درست مدعا ہے یہ خیال تو بجا ہے یہ
ہے پھر بھی احتیاط شرط ہے دل کا انضباط شرط
نظر کہیں بہک نہ جائے
ادھر اُدھر بھٹک نہ جائے

طالب علم -

کروں گا کام اپنا جان و دل سے قدم اٹھے گا عزم مستقل سے
یہ کہدوں میں براہ صاف گوئی مرے دل میں نہیں وسواس کوئی
مشقت جب بھی دل پر بار ہوگی فراغت کچھ نہ کچھ درکار ہوگی
حسیں جب چھٹیاں گرمی کی ہوں گی بہاریں گلفشاں گرمی کی ہوں گی
میں آزادی سے محو گشت ہوں گا نشاط اندوز باغ و دشت ہوں گا
مزہ تفریح کا حاصل رہے گا
غنی فکر جہاں سے دل رہے گا

شیطان ۔

وقت جلدی میں گذرتا ھی چلا جاتا ھے

چڑھ کے دریا یہ اترتا ھی چلا جاتا ھے

کیوں توقف ھے؟ یہ واجب تمھیں تاخیر نہیں

کام بننے کی کرو گے کوئی تدبیر نہیں؟

نوجواں دوست مرے، بات مری تم مانو

میں تمھارا ھوں، مجھے مشفق صادق جانو

پہلے منطق کے سبق کے لئے تیاری ھو

خواب خرگوش سے حاصل تمھیں بیداری ھو

اشھب نفس کی تعلیم عناں گیر رھے

جیسے ھسپانوی جوتوں میں کسے ھوں تسمے

جادۂ فکر میں ھو تیز روی پر مائل

کوئی بھی بات نہ ھو راہ عمل میں حائل

خرد و ھوش سے ھر راستہ ھموار بنے

جنبش پائے عمل برق کی رفتار بنے

کام محتاط روی سے رھیں جاری ھر وقت

برسر کار رھیں طاقتیں ساری ھر وقت

نہ کسی بھول بھلیاں میں کہیں پڑ جانا

نہ کسی وادی پیچاں میں کہیں پڑ جانا

صفت باد رواں دل میں نہ جنبش ھو کبھی

لو میں اس شمع فروزاں کے نہ لرزش ھو کبھی

تم کو تعلیم یہ دی جائے گی کچھ روز وھاں

کام آئے گی نگاہ ادب آموز وھاں

سلسلہ ہے جو خورو نوش کا بے فکری سے
ہو جو چھٹے ہوئے تم کارگہہ ہستی سے

اس میں کچھ غور و تفحص کی ضرورت بھی ہے
فکر سے کام لیا جائے، وہ صورت بھی ہے

ایک، دو، تین کا درکار حساب اس میں ہے
خیر کا اس میں کچھ امکاں ہے، ثواب اس میں ہے

ایک کرگھا ہے جلا ہے کا عمل گاہ دفاع
پیچ و خم سے نہیں خالی ہے یہ شہراہ دفاع

مشغلہ اسکا شب و روز ہے چکر کھانا
حیرت انگیز ہے اس کل کا یہ تانا بانا

سلسلہ اس میں خیالوں کا الجھتا بھی ہے
سلسلہ اس سے خیالوں کا سلجھتا بھی ہے

نال اس سمت سے اس سمت چلی جاتی ہے
سانس کی طرح یہ آتی ہے کبھی جاتی ہے

سلسلہ کوئی بھی یہ دیکھ نہیں پاتا ہے
کبھی جب سوت لپٹتا ہے تو کھل جاتا ہے

ایک جھٹکے سے کئی تار سمٹ جاتے ہیں
جذبہ انس سے آپس میں لپٹ جاتے ہیں

فلسفی بھی اسی انداز سے آ جاتا ہے
آئینہ روئے حقیقت کو دکھا جاتا ہے

پہلے وہ شکل تھی پھر دوسری صورت یہ تھی
اس میں وہ راز تھا اور اس میں بھی حکمت یہ تھی

تیسرے چوتھے قضیے کا بھی عالم تھا یہی
تہہ میں ان سب کی نہاں راز مقدم تھا یہی

نہ اگر اول و ثانی کا ہیولا ہوتا
تیسرے چوتھے کا بھی راز نہ افشا ہوتا

طلبا جب لب تقریر کو وا کرتے ہیں
اس کی دل کھول کے توصیف و ثنا کرتے ہیں

درس و تدریس میں آتا ہے بہت ان کو مزا
کبھی بھولے سے بھی آیا نہیں کپڑا بننا

لازمی ہے جو سمجھنا کسی زندہ شے کا
دیکھنا ہے جو تماشا کسی زندہ شے کا

کیا بتائیں تمہیں اس پھیر میں کیا کرنا ہے
روح کو قالب خاکی سے جدا کرنا ہے

ہاتھ میں لے کے پھر اجزا پہ نظر کرتا ہے
جا کے تحقیق ادھر اور آدھر کرتا ہے

سب کچھ آتا ہے نظر روح فروزاں کے سوا
سیر ہر ذرہ ہے اک آئینۂ جاں کے سوا

کیمیا داں اسے فطرت کا عمل کہتے ہیں
ابدی ایک تقاضائے ازل کہتے ہیں

یوں اڑاتے ہیں وہ بےکار خود اپنا ہی مذاق
نہیں معلوم ذرا ان کو رضائے خلاق

پاؤں سے اپنے نہ آگہ نہ سر سے واقف
کوئی جانب ہی نہیں، ہوں وہ جدھر سے

طالب علم -

آپ نے کیا جناب فرمایا؟
کچھ مری فہم میں نہیں آیا

شیطان -

اس کے بارے میں غم ذرا نہ کرو
کوشش ترک مدعا نہ کرو
دھیان میری طرف ہے لازم اور
مری باتوں پہ ہو زیادہ غور
دل سے یہ خلفشار جائے گا
نکتہ نکتہ سمجھ میں آئے گا
سیکھ لو گے طریقۂ تقسیم
اس کی مل جائے گی تمہیں تعلیم
راز تحویل حب سمجھ لو گے
جتنے نکتے ہیں سب سمجھ لو گے
علم ترتیب ہاتھ آئے گا
تم کو راہ دروں دکھائے گا

عارضی ہے یہ دور حیرانی
پھر نہ ہوگی کوئی پریشانی

طالب علم -

یہ کیا کہہ گئے آپ حیراں ہوں میں
مرے ہوش گم ہیں، پریشاں ہوں میں
مرے عقل اسوقت چکر میں ہے
قیامت کی گردش مرے سر میں ہے

شیطان -

اب اس کے بعد تمہیں یہ مری ہدایت ہے
مرے کلام کی، گفتار کی یہ غایت ہے
الٰہیات کی جانب بڑی توجہ ہو
خدا کی ذات کی جانب بڑی توجہ ہو
جو بات ذہن میں انساں کے آ نہیں سکتی
دماغ و دل میں ذرا بھی سما نہیں سکتی
تم اس پہ غور کرو، غور، خوب غور کرو
یہ مدعا ہے بہر طور، خوب غور کرو

نہیں مضائقہ آئے سمجھ میں خواہ نہ آئے
اک اصطلاح مگر شاندار سی گھڑ جائے
تم اس سشن میں بڑے قاعدے سے کام کرو
کچھ اس روش سے پڑھائی کا انتظام کرو
یہاں تو وقت مقرر ہے پانچ گھنٹوں کا
مطالعہ کے لئے وقت پر پہونچ جانا
شروع کار سے پہلے ہو خوب تیاری
پھر اسکے بعد عمل کا ہو سلسلہ جاری
لحاظ اُن کا ہو، جو قاعدے مقرر ہوں
یہ جسقدر بھی ہیں پارے وہ یاد ازبر ہوں
دم مطالعہ اس بات کا خیال رہے
نظر کڑی ہو، بہت اسکی دیکھ بھال رہے
وہ اعتراض یہ تم پر کہیں نہ کر بیٹھے
پڑھا ہے خاک سبق تم نے اپنا گھر بیٹھے
بتا رہے ہو جو باتیں کہاں کتاب میں ہیں
یہ نقص کسلئے حکمت کے اکتساب میں ہیں
نگارشات ہوں جان عزیز کی خاطر
سپرد کلک کرو تم کلام وہ نادر
گماں ہو کہ یہ روح القدس کا دفتر ہے
جو لفظ بھی ہے وہ راز نہاں کا مظہر ہے

طالب علم۔

مجھ کو ہے اس میں حیل و حجت کیا اتنی تاکید کی ضرورت کیا
فائدے اسکے ہیں مجھے معلوم بات کاغذ پہ جو بھی ہو مرقوم
اسکو آساں ہے گھر پہ لے جانا
یہی کہتے ہیں عاقل و دانا

شیطان ۔

کس پہ رجحان شوق وافر ہے
کون شعبہ پسند خاطر ہے

طالب علم ۔

فقہ سے مجھے کوئی رغبت نہیں
یہ موضوع حسب طبیعت نہیں

شیطان ۔

اس میں کچھ مجھ کو قباحت ہی نہیں — نکتہ چینی کی ضرورت ہی نہیں
چھوت کا سا اک مرض یہ علم ہے — نا مبارک، الغرض یہ علم ہے
ضابطے، قانون، یہ سب بے شمار — ہیں بزرگان سلف کی یادگار
کیا یہ اس میں ذکر کل کا، کیا یہ آج — نسل در نسل ان کا رہتا ہے رواج
پاؤں اپنے اتنے پھیلاتے ہیں یہ — قریہ قریہ میں پہونچ جاتے ہیں یہ
ان کو مل جاتی ہے جو مقبولیت — ان میں ہوتی بھی ہے جو معقولیت
لغویت کا ان پہ چڑھ جاتا ہے خول — ان میں ہو جاتے ہیں پیدا لاکھ جھول
پیشتر جو بات ہوتی ہے مفید — بعد میں دیتی ہے آزار شدید
خیر کے کلمات ہو جاتے ہیں رد — ہر دعائے نیک بن جاتی ہے بد
یہ جو ہیں انسان میں جود و سخا — وہ بھی بن جاتی ہے آخر اک بلا
وارثان وقت پر افسوس ہے — بے تامل، بیشتر افسوس ہے
جن پہ گرتا ہے یہ نزلہ، ان پہ حیف — پائیں جو دادا کا ورثہ، ان پہ حیف
ایسے پوتوں کا عمل ہو کیا بیاں — ان کو دیتے ہیں ہزاروں گالیاں
حق وہ سب ہوتے ہیں جو پیدائشی — فطرتاً ملتی ہے جن سے آگہی

جن کی رفعت حرف بے معنی نہیں
ان کی پروا کوئی کرتا ہی نہیں

طالب علم ۔

آپ کا ارشاد یہ سن کر حضور — دل مرا ہے اور بھی اس سے نفور
آپ کی عظمت کا دم بھرتا ہے جو — استفادہ آپ سے کرتا ہے جو
اس کا کیا کہنا، وہ خوب انسان ہے — آپ کی تعلیم پر قربان ہے

جن سے حاصل ہو مجھے تسکین ذات
اب تو ہیں مرغوب مجھ کو دینیات

شیطان ۔

نہ کہیں راستے میں کھو جانا — کہیں گمراہ تم نہ ہو جانا
اس سے ہوگا بہت ملال مجھے — نظم و آئیں کا ہے خیال مجھے
ذہن میں خلفشار بے حد ہے — راستہ پیچدار بے حد ہے
ہے رسائی محال منزل تک — خاک پہونچے خیال منزل تک
زہر سا زہر ہے نہاں اس میں — نحس آثار ہیں عیاں اس میں
اسکا مشکل سے علم ہوتا ہے — ”درد کیا چیز ہے، دوا کیا ہے“
ہے تمہارے لئے یہی بر حق — اک معلم سے لو تمام سبق
وہی سب کچھ بتائے گا تم کو — راہ معنی دکھائے گا تم کو

جو بتائے اسی پہ لاؤ یقیں
بس اسی سے نصیب ہو تسکیں

مان لو درس وہ جو تم کو دے — اس پہ لاؤ یقیں تہہ دل سے
ہے تمہارے لئے یہی بہتر — لاؤ ایماں اسی کی تلقیں پر
پاؤ گے دولت شعور اس سے — کام بن جائے گا ضرور اس سے
کسب منزل سے شادماں ہو گے — فیض مرشد سے کامراں ہو گے
حسن و ایماں کا جو شوالا ہے — معبدوں میں جو سب سے اعلا ہے
اک یقینی سلامتی کے ساتھ — بے پنہ خوش عقیدتی کے ساتھ

اس میں داخل ضرور تم ہو گے
سیر کام سرور تم ہو گے

طالب علم۔

کچھ تو الفاظ کا مطلب ہو گا
ان میں اہمال روا کب ہوگا؟

شیطان۔

ہو گا مطلب ضرور ہو گا
ہے شمع اگر تو نور ہو گا
اس پھیر میں تم بہت نہ پڑنا
جو کام کی راہ ہو، پکڑنا
آتے نہیں ہاتھ جب معانی
القط ہوتی ہے نکتہ دانی
خالی ہوتی ہے جائے مطلب
ممکن نہ ہو جب ادائے مطلب
اس وقت آتا ہے لفظ کوئی
ہوتا ہے وہ محو چارہ جوئی
لفظوں کا بہت ہے بوجھ بھاری
سطوت ہوتی ہے ان سے طاری
ہوتے ہیں مباحثے انہیں سے
چلتے ہیں مناظرے انہیں سے
تنظیم اچھی ہے ان سے ممکن
تعلیم اچھی ہے ان سے ممکن
الفاظ کی اہمیت کو مانو
الفاظ کے مرتبے کو جانو
معنی کا عجیب کچھ محل ہے
ان میں گنجائش خلل ہے
الفاظ اس عیب سے بری ہیں
بیگانۂ ذکر ابتری ہیں
مسلک کا یہ کام ہم کو دیں گے
لاکھوں پیغام ہم کو دیں گے

صحت ان کی رہے گی ملحوظ
نکتہ نکتہ رہے گا محفوظ

طالب علم۔

آپ تو ہیں تمام عفو و عطا
ہوں خطا وار، ہو معاف خطا

میں نے ٹوکا ہے آپ کو بے حد — میں نے روکا ہے آپ کو بے حد
صرف تکلیف اور تھوڑی سی — کہ فراواں ہے تشنگی میری
طب کے اسرار اب ہوں مجھ پہ عیاں — کچھ تو اس سلسلے میں بھی ہو بیاں
اک طرف تین سال کی مدت — اور اک سمت علم کی وسعت
لق و دق کسقدر ہے یہ میداں — نہیں، اسکا کہیں نہیں پایاں
اک ذرا سا اگر اشارا ہو — نکتہ نکتہ خود آشکارا ہو

پا کے ادنیٰ سا دوسروں سے نشاں
راہ خود اپنی ڈھونڈھ لے انساں

شیطان ۔

(خود بہ خود آہستہ سے، بغل میں)

کہاں تک عالمانہ گفتگو یہ — کہاں تک خود نمائی مو بہ مو یہ
کروں گا، اب تو من مانی کروں گا — ہویدا خبث شیطانی کروں گا

(پھر زور سے)

سمجھنا طب کے نکتوں کا ہے آساں — نہ ہو اس سے کوئی ہرگز ہراساں
یہ بے پایاں جو ہے دنیائے امکاں — یہ جو ہے مختصر سا جسم انساں
یہ جو ہے سامنے دنیائے کبریٰ — یہ جو ہے سامنے دنیائے صغریٰ
پڑھو آہستہ آہستہ یہ نسخے — یوں ہی ہوتے رہو آگاہ ان سے
سبق حاصل کرو ان سے برابر — رہو قانع رضائے ایزدی پر
حصول علم میں ہر سو یہ کاوش — حصول علم کی ہر ڈھب سے کوشش
نہیں ہوتی ثمرور کچھ زیادہ — ہے کچھ بیکار سا اسکا ارادہ
سبق ملتا ہے حسب استطاعت — جہاں تک ساتھ دیتی ہے بضاعت
وہی عاقل، وہی ہے فہم والا — چلا لے کام جو موقع پہ اپنا

تمھیں حاصل ہے نقد تندرستی　　قیامت خیز ہے اعضا کی چستی

وجاحت سی وجاحت ہے میسر　　بڑے خوش وضع ہو تم ماہ پیکر

بڑا محبوب اندام حسیں ہے　　کمی جرأت کی کچھ تم میں نہیں ہے

کمی اسی حسن میں آنے نہ پائے　　یہ شان حوصلہ جانے نہ پائے

اگر خود پر بھروسا تم کرو گے　　جو یہ جوہر ہویدا تم کرو گے

بھروسہ لوگ بھی تم پر کرینگے　　تمہارا دم بہ ہر صورت بھرینگے

کرو بے حد مہارت اس میں پیدا　　جو گر ہو عورتوں کو پھانسنے کا

کریں چاہے وہ جتنی آہ و زاری　　ہو کتنی خواہ ان میں بے قراری

علاج انکا یہی ہے، بس یہی ایک　　نظر آؤ بظاہر پارسا، نیک

جگہ پہلو میں اپنے ان کو دو تم　　بڑی شائستگی سے کام لو تم

رکھو گے ان کو تم مٹھی میں اپنی　　بسو گے اک تمہیں آنکھوں میں انکی

رہیں گی آکے یوں فوراً وہ بس میں　　سند ہو کچھ تمہاری دسترس میں

سمجھ میں ان کی آجائے یہ اک بات　　کہ حاصل ہیں تمہیں بے حد کمالات

تم اپنے فن میں ہو فرد ویگانہ　　تمہیں یکتا سمجھ لے اک زمانہ

انھیں تم اپنی صحبت میں بٹھاؤ　　انھیں تم اپنی انگلی پر نچاؤ

کچھ اس صورت سے بنجائے یہ سنجوگ　　ترستے ہیں بہت جس کے لئے لوگ

کیا کرتے ہیں برسوں جسکا ارماں　　رہا کرتے ہیں جسکے دل سے خواہاں

تم انکی نبض پر جب ہاتھ رکھو　　بڑی چابکتری کے ساتھ رکھو

پھر آنکھیں ڈالدو آنکھوں میں انکی　　قیامت ناپ لو آنکھوں میں ان کی

پلک بھولے سے بھی ہرگز نہ جھپکے　　نگاہ مضطرب سے جوش ٹپکے

تم ان کو سانپ کی مانند ڈس لو　　کمر پھر حلقۂ بازو سے کس لو

یہ دیکھو کسقدر ہے تنگ سینہ　　یہ دیکھو کیا ہے محرم کا قرینہ

الجھتی ہے نظر اس میں تو کتنی؟
کساوٹ ہے اگر اس میں تو کتنی؟

طالب علم۔

ادائے گفتگو مقبول ہی معلوم ہوتی ہے
مجھے تو بات یہ معقول ہی معلوم ہوتی ہے
نظر آتا ہے اپنا راستہ اب ہو بہ ہو مجھ کو
دکھائی دے رہی ہے زلف معنی مو بہ مو مجھ کو

شیطان۔

ہے اصولی علم، اے مشفق مرے، خشک اسقدر
زندگی کا نخل زریں ہے تر و تازہ مگر

طالب علم۔

آپ کی باتوں میں تابش ہے در نایاب کی
کر رہا ہوں سیر گویا اک جہان خواب کی
آپ فرمائیں اگر پھر حاضر خدمت ہوں میں
حسب خاطر سیر کام چشمۂ صحبت ہوں میں
گاہے ماہے پھر کبھی یہ منزلت حاصل کروں
اپنے پائے شوق کو شائستۂ منزل کروں

شیطان۔

میری نیت تو آشکارا ہے جو مرا علم ہے تمھارا ہے
راہ معنی تمھیں دکھا دوں گا جو بھی سیکھو گے، میں سکھا دوں گا

طالب علم۔

یوں تو لے لی ہے اجازت آپ سے
پھر بھی ہوں کسطرح رخصت آپ سے

کیا کروں میں، دل تو راضی ھی نہیں
کچھ طبیعت میری اٹھتی ھی نہیں

اسقدر مجھ پر عنایت کیجئے
کچھ تو اپنے ھاتھ سے لکھ دیجئے

آپ کو اس میں نہ ھو کچھ اعتراض
لیجئے، حاضر ھے یہ میری بیاض

شیطان ۔

نہیں کچھ، نہیں کچھ مجھے اعتراض   مرے سامنے لاؤ اپنی بیاض

(شیطان کچھ لکھتا ھے اور پھر بیاض طالب علم کو واپس کر دیتا ھے۔ طالب علم شیطان کی تحریر پڑھتا ھے)

پیروی ھے دیوتاؤں کی بجا
سیکھ لو نیکی بدی ھے چیز کیا

(ادب سے بیاض بند کر لیتا ھے اور پھر رخصت ھو جاتا ھے)

شیطان ۔ (خود سے)

چچیری بہن ھے جو ناگن مری   مناسب ھے اس کی تجھے پیروی
تری شکل ھے عکس رب قدیر   کبیر اسکی ھے ذات، تو ھے صغیر
بھرم اسکا اک روز کھل جائے گا   نہیں، ھاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا

(فاؤسٹ داخل ھوتا ھے اور پوچھتا ھے)

اب قدم کس طرف اٹھانا ھے
ھمیں کس راستے سے جانا ھے؟

شیطان ۔

جائیے آپ ہو جہاں مرضی کس لئے لے رہے ہیں رائے مری
پہلے سیر جہان اصغر ہو علم اس کا ہمیں میسر ہو
پھر جہان کبیر پر ہو نظر ہٹ کے اس سمت سے آدھر ہو نظر
آپ پورا کریں اگر یہ نصاب کشت دل آپ کی رہے سیراب

منفعت بے شمار حاصل ہو
دل میں جوش نشاط کامل ہو

فاؤسٹ ۔

مرے بال بھورے ہیں لمبی ہے ڈاڑھی نہیں مجھ میں زندہ دلی نام کو بھی
نہیں جان باقی ذرا بھی بدن میں نہیں رنگ و بو نام کو اس چمن میں
مہم کوئی بھی مجھ سے اب سر نہ ہوگی کبھی فتح مندی میسر نہ ہوگی
نہ ہوں گا کبھی اہل دنیا میں شامل بہ ہر شکل میرے لئے ہے یہ مشکل
جہاں جمع ہوتے ہیں افراد اعلیٰ خود اپنی ہی نظروں میں ہوتا ہوں رسوا

وہاں شکل کیونکر دکھاوں گا آخر؟
جہاں جاوں گا جھینپ جاوں گا آخر

شیطان ۔

کام آخر اتنی گھبراہٹ سے کیوں لیتے ہیں آپ
ایسی باتوں کی طرف کیوں دھیان ہی دیتے ہیں آپ
اعتماد ذات کے جوہر تو پیدا کیجئے
وسوسے جتنے بھی ہوں رخصت انہیں کر دیجئے
اعتماد ذات سے ہوگی اگر دل پر جلا
زندگی کا گر یقیناً آپ کو آجائے گا

برینڈر ۔

یہ ارشاد ہے آپ ہی کا حضور ہے اس میں تو خود آپ ہی کا قصور

حماقت سے کام آپ لیتے نہیں سور پن کا نام آپ لیتے نہیں

(فروش اسکے سر پر شراب کا گلاس انڈیل کر کہتا ہے)

اک یہی قالب ہے جس میں ہم کو ڈھلنا چاہئے

کام دونوں کا اسی ڈھب سے نکلنا چاہئے

برینڈر ۔

بک رہے ہیں یہ کیا اناپ شناپ؟

اور بھی' اور بھی سور ہیں آپ!

حرکت کیا جناب کی ہے یہ؟

عقل کی بات بھی کوئی ہے یہ؟

فروش ۔

کیا تامل حضور ہے اس میں آپ ہی کا قصور ہے اس میں

آپ ہی کا تو یہ تقاضا تھا اس میں بندے کو عذر ہی کیا تھا

زیبل ۔

ہنسی دل لگی میں یہ کیا شور و شر

چلے جاو کرنا ہے جھگڑا اگر

ابھی دے کے دھکے نکالوں گا میں

بلا اپنے سر سے یہ ٹالوں گا میں

پیو خوب، ہو جاو انٹا غفیل

نہ ڈالو ذرا مے کے پینے میں ڈھیل

کرو زمزمہ سنجیاں، گیت گاو

کہو "لاو، لاؤ"، کہو "لاو، لاو"

فاؤسٹ ۔

گھر سے لیکن چلیں گے ہم کیسے؟ جلد اٹھیں گے یہ قدم کیسے؟
نہ ہے گاڑی کہیں نہ گھوڑا ہے اور سائیس بھی تو عنقا ہے

شیطان ۔

ایک لبادہ لمبا چوڑا ہوگا صرف ہمیں درکار
لیں گے ہم تو راستہ اپنا دوش ہوا پر ہو کے سوار
اس جرأت آمیز سفر میں ہے لازم عقل و تمیز
اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے کوئی بھاری بھر کم چیز
آگ سے گیس بناؤں گا میں، ہے یہ کام بڑا آسان
بات کی بات میں سطح زمین سے ہو جائے گی پہلی اڑان
بزم آب و گل میں ہوگی اس سے ایک نئی ایجاد
کرتا ہوں میں اس موقع پر آپ کو پیش مبارکباد

. . . .

(شہر لیپزگ میں آیر باخ کا تہہ خانہ اور ایک شراب خانے میں یاران طریقت کا اجتماع)

فروش ۔

بات کیا ہے آج کوئی پینے والا ہی نہیں ہے
سب ہیں چپ، ٹھٹھا لگا کر کوئی ہنستا ہی نہیں ہے
میں بتاؤں گا کہ ہوگی دور کیونکر بد حواسی
ہو سکے گی کسطرح کافور چہرے کی اداسی
آج تو تم گھاس ہو مٹی کے تودے کی سراسر
جن کی بزلہ سنجیاں رہتی ہیں اکثر شعلہ گستر

برینڈر ۔

یہ ارشاد ہے آپ ہی کا حضور ہے اس میں تو خود آپ ہی کا قصور

حماقت سے کام آپ لیتے نہیں سور پن کا نام آپ لیتے نہیں

(فروش اسکے سر پر شراب کا گلاس انڈیل کر کہتا ہے)

اک یہی قالب ہے جس میں ہم کو ڈھلنا چاہئے

کام دونوں کا اسی ڈھب سے نکلنا چاہئے

برینڈر ۔

بک رہے ہیں یہ کیا اناپ شناپ؟

اور بھی' اور بھی سور ہیں آپ!

حرکت کیا جناب کی ہے یہ؟

عقل کی بات بھی کوئی ہے یہ؟

فروش ۔

کیا تامل حضور ہے اس میں آپ ہی کا قصور ہے اس میں

آپ ہی کا تو یہ تقاضا تھا اس میں بندے کو عذر ہی کیا تھا

زیبل ۔

ہنسی دل لگی میں یہ کیا شور و شر

چلے جاو کرنا ہے جھگڑا اگر

ابھی دے کے دھکے نکالوں گا میں

بلا اپنے سر سے یہ ٹالوں گا میں

پیو خوب، ہو جاو اتنا غفیل

نہ ڈالو ذرا مے کے پینے میں ڈھیل

کرو زمزمہ سنجیاں ، گیت گاو

کہو "لاو، لاؤ"، کہو "لاو، لاو"

آلٹ میئر ۔

مر گیا میں، غضب یہ کیسا ہے
آہ شور و شغب یہ کیسا ہے؟
لا کے روٹی کرے کوئی احسان
پھوڑ دیں گے یہ لوگ میرے کان

زیبل ۔

آے نہ جب تک یہ نوبت جب تک گونج نہ اٹھے چھت
سر کا زور سے بندھنا کیا؟ لطف ہی یوں گانے کا کیا؟

فروش ۔

ہاں ہاں ہاں، میرے نزدیک ہے یہ کہنا بالکل ٹھیک
ماننے دو لوگوں کو برا کام یہاں کیا ایسوں کا
کر دو ان کو دال فے عین مل جاے پھر ہمکو چین

اور بجائیں ہم بنسی
ری ٹورل، ہاں، لورل لی!

آلٹ میئر ۔

ہاں ہاں خوب بجے بنسی
ری ٹورل، ہاں، لورل لی!

فروش ۔

فن ہمارا، گر ہمارا ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اب سر ہمارا ٹھیک ہے

(پھر گاتا ہے)

پاک پرانا رومن راج تخت یہ اس کا، اس کا تاج
اسکا پلہ بھاری ہے کیسے اب تک جاری ہے

برینڈر ۔

پڑھئے لاحول اس پہ، یہ کیا گیت ہے؟

اک سیاست سے بھرا یہ گیت ہے

کسقدر مہمل ہے، گندہ کسقدر!

ہے کراہت زا یہ دھندہ کسقدر!

دوسرے دن صبح کا عالم ہو جب

شکر خلاق جہاں ہو ورد لب

کیا غرض ہمکو ہے تخت و تاج سے؟

واسطہ ناحق ہے رومن راج سے

کسقدر قسمت ہے مجھ پر مہرباں

ہے میسر دولت امن و اماں

ہوں نہ شاہنشہ، نہ میں کوئی وزیر

کچھ نہ ہے اندیشۂ تاج و سریر

ہے ضرورت پھر بھی اک سردار کی

ہے کمی بس اک ہدایت کار کی

پوپ اپنا کوئی کر لیں منتخب

پیش آئیں اس سے ہم باصد ادب

پوچھتا ہوں بات میں یہ آپ سے

خوبیاں کیا اس میں ہونا چاہئے؟

شخصیت ہو اسکی کیسی ارجمند؟

انتخاب آے یہ ہمکو بھی پسند

(فروش گاتا ہے)

اے بلبل شیوہ بیاں بن اڑکے تو رفعت نشاں

وہ شاہد ارماں مرا وہ درد میں درماں مرا
محبوب محبوباں جو ہے غیرت دہ خوباں جو ہے
دل سے سلام اسکو مرا پہونچے پیام اس کو مرا
اظہار بے تابی کرے لاکھوں وہ سرد آہیں بھرے
دل عشق سے فی النار ہو
رہ رہ کے اخگر بار ہو

زیبل -

یہ ذکر کیا سلام کا؟ یہ ذکر کیا پیام کا؟
بلا سے دل ہو شعلہ زن کسی سے ہو لگی لگن
جو عشق کا ہے راستہ
کسی کو اس سے واسطہ؟

فروش -

میرے لب پر ضرور آئیں گی عشق خانہ خراب کی باتیں
مجھ کو بے حد پسند آتی ہیں درد کی، اضطراب کی باتیں
لطف بوس و کنار کا چرچا اور حسن و شباب کی باتیں

(گانا)

کھول دو اپنے گھر کی کھڑکی رات ہے کیسی چپ سادے
رات ابھی تو باقی ہے کچھ گزرے ہیں لمحے آدھے

کھول دے اپنے گھر کی کھڑکی یہ بھی دیکھ رہا ہے راہ
غرق ہے دریائے الفت میں تڑپاتی ہے تیری چاہ

رات گلے ملتی ہے دن سے سرد شفق کا منظر ہے
کر لے بند اپنی کھڑکی کو نور کا تڑکا سر پر ہے

زیبل -

گائے جا، خوب گائے جا، پیارے!
یونہیں تانیں اُڑائے جا، پیارے!

جان جاناں کے گیت گائے جا
فخر خوباں کے گیت گائے جا

گائے جا گیت اتنے، دل بھر کے
درد ہونے لگے گلے میں ترے

آئے گی جب کبھی مری باری
مجھ پہ بھی ہوں گی مستیاں طاری

میں بھی ٹھٹھے بڑے لگاؤں گا
دل لگی میں ہنسوں ہنساؤں گا

اس نے چکمہ دیا ہے خوب مجھے
اس نے بے بس کیا ہے خوب مجھے

بھوت کوئی اگر کہیں ہوتا
شکل سے ہیبت آفریں ہوتا

خوب اس سے مقابلہ کرتا
خوب اس سے مجادلہ کرتا

دھیان اس کی طرف اگر دیتا
اس کو دم بھر میں ٹھیک کر دیتا

جب وہ ملتا سڑک پہ گلیوں میں
محو ہوتی یہ رنگ رلیوں میں

دفتاً بلاکس برگ (۱) سے چل کر
قالب عاشقی میں ڈھل ڈھل کر

کوئی بکرا بزرگ آجاتا
اس کی تعظیم وہ بجا لاتا

شب بخیر اسکے واسطے کہتا
سامنے اسکے سرنگوں رہتا

نہیں نوعمر چھوکرا کوئی
لوتھڑا گوشت و خون کا کوئی

نہیں اس بدشعار کے قابل
نہیں اس نابکار کے قابل

یہ تو اک فاحشہ ہے، قحبہ ہے
مکر و تزویر اس کا شیوہ ہے

اس سے یہ نامہ و پیام ہی کیا
اس کی دلجوئیوں سے کام ہی کیا

کیوں اُڑا دوں نہ دھجیاں اس کی
توڑ ڈالو یہ کھڑکیاں اس کی

---

(۱) Blocksberg

(برینڈر میز پر هاتھ پٹکتا ہے اور کہتا ہے)

دھیان دو، دھیان دو ذرا اس سمت کیا میں کہتا ہوں؟ دیکھنا اس سمت
یہ حقیقت تو جاننا ہوگی بات میری یہ ماننا ہوگی
آدمی میں بڑا سیانا ہوں عقل مجھ پر ہے ختم، دانا ہوں
جمع ہیں یہ جو عشق کے مارے ہر طرح محترم ہیں بے چارے
دن کو میں گیت وہ سناؤں گا ان سے گانے کی داد پاؤں گا
گیت ہے ان کی شان کے لائق شان کے، آن بان کے لائق

لو میں اب چھیڑتا ہوں گیت نیا
کچھ عجب طرز و طور ہے اسکا
تم بھی اس میں لگاؤ ٹیک ذرا
دو مرا ساتھ ہو کے ایک ذرا

(پھر گاتا ہے)

رسوئی میں جہاں پکتا تھا کھانا
کہیں کونے میں اک چوہے کا بل تھا
ہمیشہ اس کی چوری پر نظر تھی
اڑا جاتا تھا مکھن اور چربی
نکل آیا تھا بے حد توند اس کا
وہ کھا کر مال یہ موٹا ہوا تھا
موٹاپے کی تھا گویا ایک مورت
تھا فربہ ڈاکٹر لوتھر کی صورت
خدا کا ایک شب نازل ہوا قہر
کہ باورچن نے اسکو دے دیا زہر

ہوا اس طرح کچھ وہ سوکھ کر زرد
کسی کے دل میں اٹھے عشق کا درد

(سب مل کر کہتے ہیں)

کسی کے دل میں اٹھے عشق کا درد

برینڈر ۔

کچھ بھی نہ دیکھا پیچھا آگا اچھلا کودا سرپٹ بھاگا
سارا جسم بھرا کیچڑ سے پانی خوب پیا جوہڑ سے
گھر کی ہر شے کاٹی کتری پیش نہ آئی ایک بھی اس کی
پھر وہ ہوا بے حال کچھ ایسا اوپر اچھلا، نیچے کودا
درد محبت اٹھے جیسے

(سب مل کر)

درد محبت اٹھے جیسے

پھر جب پہروں دن چڑھ آیا گھر میں رسوئیں کے بڑھ آیا
بھن سا گیا گر کر چولھے میں تڑپا ہر پھر کر چولھے میں
پنجوں کے بل چلتا چلتا بھن بھن، بھن بھن، بھن بھن بولا
دیکھ کر اسکو پلٹے کھاتے باورچن نے مارے ٹھٹھے
آخری سانسیں لیں پھر ایسے
درد محبت اٹھے جیسے

(سب مل کر)

درد محبت اٹھے جیسے

زیبل ۔

اف رے یہ بد مذاقیاں ان کی عقل ماری گئی کہاں ان کی

زہر چوہوں کو شیطنت سے دیا سوچتے ہیں، بڑا کمال کیا

برینڈر ۔

آپ چوہوں کے بڑے ہمدرد ہیں
آدمی اپنی جگہ پر فرد ہیں

آلٹ میئر ۔

پیٹ پھولا ہوا ہے، موٹا ہے بال سر میں نہیں ہیں، گنجا ہے
ہے وہ مارا ہوا مصیبت کا کسقدر بوجھ ہے اذیت کا
اک مرقع وہ عاجزی کا ہے اک نمونہ وہ بے کسی کا ہے
یہ جو چوہا پڑا ہے پھولا سا پیٹ جس کا ہے اک بگولا سا

اس میں گویا شبیہ اسکی ہے
شکل اپنی دکھائی دیتی ہے

(فاؤسٹ اور شیطان دونوں داخل ہوتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے)

مجھ کو ہے ملحوظ خاطر آپ کی
سب سے پہلے یہ تمنا ہے مری
آپ کو اس انجمن میں لے چلوں
مثل گل صحن چمن میں لے چلوں
جس میں ہوں بیٹھے ہوئے رندان مست
ہو جو مجمع محفل عشرت پرست
دعوتیں اڑتی ہوں جس میں روز و شب
لمحہ لمحہ جس میں ہو وقف طرب
دن ہو روز عید، شب ہو شب برات
ہو میسر جس کو ہر لطف حیات

عقل کم ہے اور نادانی بہت
ہے میسر عیش سامانی بہت
زندہ دل ہیں، خوش‌مزاج انسان ہیں یہ
بیشتر سر حلقۂ رنداں ہیں یہ
اپنی ہی دنیا میں یہ سب مست ہیں
کچھ انوکھے ان کے بندو بست ہیں
اس طرح کرتے ہیں یہ سر مستیاں
جیسے اپنی دم سے کھیلیں بلیاں
درد سر سے ہوں نہ جب تک مضمحل
ہو نہ جائے غم یہ جب تک جاں گسل
مال جب ٹھک قرض پر ملتا رہے
دل کا غنچہ اس طرح کھلتا رہے
فکر ہوتی ہے نہ کچھ شرمندگی
کاٹتے ہیں کس مزے سے زندگی

برینڈر ۔

آشکارا ہے شکل سے ان کی کہیں باہر سے آئے ہیں یہ ابھی
بھی کہتا ہے پیرہن ان کا آئنہ ان کا ہے چلن ان کا
ان کو آئے ہوئے یہاں، بھائی!
نہیں گزرا ہے ایک گھنٹہ بھی

فروش ۔

بات یہ ٹھیک ہی کہی تم نے شکل یہ خوب بھانپ لی تم نے
لیپزگ شہر کی بھی شان ہے کیا! اس کا یہ نت نیا اٹھان ہے کیا!
یہ بھی پیرس ہے ایک چھوٹا سا کوئی قصبہ نہیں ہے اس کا سا

ہر طرح سے یہ شہر ہے زندہ ہے مہذب ہر ایک باشندہ
اک مرقع گناہ کا ہوں میں
اب تو پابند ہو گیا ہوں میں

زیبل ۔

ان کے اطوار پر نظر بھی ہے؟
لوگ یہ کون ہیں، خبر بھی ہے؟

فروش ۔

کیوں نہیں، مجھ کو ہے خبر سب کچھ
جانتا ہوں میں بیشتر سب کچھ
مثل آئینہ ہو نہ ششدر تم
چھوڑ دو کام یہ مجھی پر تم
جان لوں گا میں ان کے بھید تمام
اک چھلکتا ہوا پلا کر جام
نام کو بھی نہ جیسے تڑپائیں
دودھ کے دانت خود اکھڑ آئیں
ان کے چہروں سے یہ ٹپکتا ہے
خانداں نیک نفس ان کا ہے
فرد و یکتا ہیں یہ نجابت میں
غرق ہیں قلزم شرافت میں
کسقدر ناک بھوں چڑھائے ہیں
کسقدر تمکنت سے آئے ہیں!

بریںڈر ۔

میں اڑاتا نہیں ہوں بے پر کی شرط ہے ایک ایک ڈالر کی

ہر عمل سے عیاں ہے طراری　　　ہیں یہ بے شک حکیم بازاری

آلٹ میئر

ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے
اور یقینی ہو سکتا ہے

فروش -

ابھی ان کا پتہ لگاتا ہوں
ابھی آلو انہیں بناتا ہوں

(شیطان ، فاؤسٹ سے مخاطب ہو کر)

گرچہ شیطان سوار ہے سر پر
لیکن ان کو نہیں ذرا بھی خبر
اسکو پہچاننا بھی مشکل ہے
اسکا تو جاننا بھی مشکل ہے

فاؤسٹ

آپ آئے یہاں سلام ، جناب
آپ کا دل سے احترام ، جناب

زیبل

سلام آپ کو بندہ پرور ، سلام
سلام آپ کو اے برادر، سلام

(یہ کہہ کر تعجب کے ساتھ شیطان کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے)

نقشہ اس کا ایسا کیوں ہے؟
چلنے میں لنگڑاتا کیوں ہے؟

شیطان ۔

نہ ہو ناگوار اگر کچھ، تو ہمیں بھی ہو اجازت
ہوں شریک اس میں ہم بھی، یہ جو آپ کی ہے صحبت
نہ ملے شراب اچھی تو یہ ساتھ کیا برا ہے
ہے بڑی نفاست اس میں یہ مسرت انتما ہے

آلٹ میئر ۔

آپ دماغ عجب رکھتے ہیں ایک نرالا ڈھب رکھتے ہیں
اینٹھن فطرت میں داخل ہے آپ کو خوش کرنا مشکل ہے

فروش ۔

رپاخ(۱) سے بدیر چلے تھے ضرور آپ
اس وقت آپ آئے ہیں کیونکر حضور آپ؟
تقدیر میں لکھی تھی ضیافت جو شام کی
ہمراہ ہنس(۲) کھائی تھی دعوت طعام کی

شیطان ۔

آج ہم صرف ادھر سے گذرے تھے
اور ان کی نظر سے گذرے تھے
کام یہ ناگوار کر نہ سکے
دیر تک انتظار کر نہ سکے
اس سے پہلے ہوا تھا جب ملنا
سلسلہ ان سے گفتگو کا چھڑا
دیر تک آپ ہی کا ذکر رہا
اور وقت روانگی یہ کہا

---

(۱) Rippach (۲) Hans

بھائی رشتے میں جو چچیرے ہیں
لوگ ہم خانداں وہ میرے ہیں
کرم اتنا تو مجھ پہ کیجئے گا
ان کو میرا سلام دیجئے گا

(فروش کے سامنے ادب سے سر جھکاتا ہے)

آلٹ میئر (آہستہ سے)

بجو، وہ عجیب ہی میاں ہے
کتا یہ بڑا ہی کائیاں ہے

زیبل -

انوکھے ڈھنگ کا اک آدمی ہے
وہاں تو، دیکھنا، سب کچھ وہی ہے

فروش -

بڑا پاجی ہے وہ، ٹھہرو ذرا تم حواس اسکے ابھی کردوں گا میں گم

شیطان -

غلطی میں اگر نہیں کرتا ابھی برپا تھا شور گانے کا
سر میں سر خوب یہ ملاتے تھے سب ہم آواز ہو کے گاتے تھے
یونہیں سنگیت جب یہ تھا جاری گونج اٹھتی تھی اس سے چھت ساری

خوب گانا، میاں! تمھارا تھا
کیف خوب اس سے آشکارا تھا

فروش -

مجھ سے یہ سرکار فرمائیں ذرا
آپ کو بھی دخل ہے کچھ اس میں کیا؟

شیطان -

شوق تو ہے ضرور گانے کا
دخل اس میں مگر ہے تھوڑا سا

آلٹ میئر -

ایک گیت تو آپ بھی گائیں
مجھ پہ کرم اتنا فرمائیں

شیطان -

ایک کیا، بیس گیت گاؤں گا آپ سے داد شوق پاؤں گا

زیبل -

گیت میرے لئے جو گانا ہے چیز بالکل نئی سنانا ہے

شیطان -

کثرت موسیقی و مے کی نرالی سر زمیں سے
آرہے ہیں ہم ابھی اسپین(۱) کے ملک حسیں سے

(پھر گاتا ہے)

ایک قوم کا اک سلطاں تھا اک سلطاں اک باج ستاں تھا
شوق تو دیکھو اسکا نرالا ایک بڑے پسو کو پالا

فروش -

خوش نصیب ایسا زمانے میں مری جاں کون ہوگا؟
واہ! اس پسو سے بڑھ کر اور مہماں کون ہوگا؟

شیطان -

ایک قوم کا اک سلطاں تھا اک سلطان اک باج ستاں تھا

---

(۱) Spain

شوق تو دیکھو اسکا نرالا ایک بڑے پسو کو پالا
اس کو پیار بہت کرتا تھا گویا وہ اسکا بیٹا تھا
اس نے اک درزی کو بلایا اس کو اپنا شوق بتایا
لے کر ناپ وہ اس پسو کی اس کے فرزند خوشرو کی
اسکے لئے پاجامہ سی دے موزہ اور انگرکھا سی دے

بریندر۔

درزی سے یہ بھی کہہ دینا
ٹھیک ھی ناپ تم اس کی لینا
جان اگر ہو اپنی پیاری
کام میں ظاھر ھو ھشیاری
چست بنانا کپڑے اتنے
جھول نہ ان میں آنے پائے

شیطان۔

مخملی ریشمی ھو ملبوس ھو یہ پسو کو محسوس
ھے وہ ایک بڑا افسر حکم چلائے گا سب پر
کپڑوں میں تھی ریشمی بیل تھا یہ سارا شوق کا کھیل
سینے پر تھی ایک صلیب اس کا تھا انداز عجیب
اس کو وزارت ھاتھ آئی شان امارت ھاتھ آئی
چمکا اس کا ستارا خوب بخت نے اس کو ابھارا خوب
جو تھے اسکے بھائی بند ھو گئی سب کی شان بلند
اونچے سے اونچے عہدے قبضے میں تھے ان سب کے
داب بڑا سرکار میں تھا رعب بڑا دربار میں تھا

عہدے پا کر شاداں تھے
اپنی جگہ سب سلطاں تھے

تھے جتنے بیگم نواب زخموں سے تھے سب بیتاب
پسو ان کو کاٹتے تھے خون ہر اک کا چاٹتے تھے
بیگم تھی یا لونڈی تھی کاٹ سے اس کی تڑپتی تھی
ظلم ایسا سب پر ٹوٹا کوئی نہیں اس سے چھوٹا
اس کو پکڑنا تھا ممنوع ایک عجب تھا یہ موضوع
غیر ہو چاہے جتنا حال کھجلانے کی تھی نہ مجال
حرکت کچھ یہ ایسی تھی ٹوٹتے تھے آداب شہی
ہم کو لیکن جب کاٹا خون ہمارا جب چاٹا

پڑ گئے ان کے پیچھے ہم
کر ڈالا سر ان کا قلم

(سب مل کر خوشی سے گاتے ہیں)

ہم کو لیکن جب کاٹا
خون ہمارا جب چاٹا
پڑ گئے ان کے پیچھے ہم
کر ڈالے سر ان کے قلم

فروش -
یہ شجاعت، یہ دلیری، واہ وا! آفریں، شاباش، تحسیں، مرحبا!

زیبل - (چٹکی سے مسل کر)
اس ظلم کا مآل یہی ہو خدا کرے
سب پسوؤں کا حال یہی ہو خدا کرے

برینڈر -

کڑو یوں انگلیوں میں اسکو چٹکی سے مسل مسل کے رکھ دو

آلٹ میئر -

زندہ باد اے مخزن عشرت، اے آزادی زندہ باد!

اے رندوں کے دل کی جنت، اے آزادی زندہ باد!

بادۂ رنگیں، بادۂ رنگیں، بے حد تیری عمر دراز!

دل کی راحت، دل کی تسکیں، بے حد تیری عمر دراز!

شیطان -

روے آزادی کا دلدادہ ہوں میں احترام مے کو آمادہ ہوں میں

مے مگر خوش نام ہونا چاھئے پر اسی سے جام ہونا چاھئے

پینے والا جس سے ہو آلودہ کام لب چشی کو چاھئے ایسا ھی جام

مے جو تم رکھتے ہو وہ اچھی نہیں

کم سے کم میرے تو مصرف کی نہیں

زیبل -

یہ کیا لغو و بے ھودہ گفتار ھے؟

بھری ھے تمھارے گلے میں تو قے

نہ آئے زباں پر کبھی ایسی بات

ھے بکواس کیوں اس قدر واھیات

شیطان -

یہ ڈر ھے میزباں کو کچھ غلط فہمی نہ ہو جائے

کہیں شعلہ نفس اس کا دل وھمی نہ ہو جائے

میں ورنہ اپنے تہ خانے سے لا کر پیش کر دیتا

میں خاطر اپنے مہمانوں کی بیش از بیش کر دیتا

نہایت رنگ جمتا، خوب گاڑھی بے گماں چھنتی
یہ مجلس، ہاں یہ مجلس محفل عیش و طرب بنتی

زیبل ۔

آپ بسم اللہ حضرت کیجئے دیجئے، پینے کو ساغر دیجئے
کچھ جوا کھریگی کسی کو یہ شراب اسکو میں، ہاں اسکو میں دونگا جواب

فروش ۔

ٹھیک ٹھیک، اور ایک اچھا جام مجھ کو دیجئے
دیجئے، صہبائے لالہ فام مجھ کو دیجئے
صرف تھوڑی سی نمونے کی طرح دینا، یہ کیا؟
صرف اتنی سی پلا کر امتحاں لینا، یہ کیا؟
آزمائش کو لبالب جام ہونا چاہئیے
میرے مطلب کی مئے گلفام ہونا چاہئیے
صاد میں جسوقت کردوں پھر گھڑوں پلوایئے
دونگڑے مجھ پر شراب ناب کے برسایئے

آلٹ میئر (دھیمی آواز سے) ۔

آئے ہیں یہ لوگ رھائن(۱) سے، یہ ہے میرا گماں

شیطان ۔

ایک برما تو ذرا منگوایئے، اے مہرباں!

بریندر ۔

پیدا ایسی صورت کیا ہے؟
اس برمے کی ضرورت کیا ہے؟

---

(۱) Rhine

پھاٹک پر ہیں ڈھیر یہ کیسے
سے سے بھرے ہیں کیا یہ پیپے؟

آلٹ میئر ۔

صندوق اسکے اوزاروں کا رکھا ہے اس پار، ادھر
آپکے پیچھے، دیکھئے تو وہ، اس جانب ہے پشت در

(شیطان برما ہاتھ میں لے کر فروش سے کہتا ہے)

آپ چاہیں گے جو پینا تو پئیں گے کیسی؟
تیز سی تیز ہے درکار کہ ہلکی ہلکی!

فروش ۔

کچھ تو منشائے دل آخر ہو بیاں کیا ہے اس میل کی موجود یہاں؟

شیطان ۔

حسب خاطر ہے مہیا سب یہاں ہے پسند اتنی مگر اپنی کہاں
اپنی مرضی کا ہر اک مختار ہے کیوں نہ لے لے جسکو جو درکار ہے

آلٹ میئر (فروش سے) ۔

ابھی سے لربرا رہی ہے کچھ زباں ابھی سے ہونٹ چاٹنے لگے، میاں

فروش ۔

خیر، میرا تو یہی ہے انتخاب میں کروں گا نوش رہائن کی شراب
میرے آبائی وطن کا ہو جو مال دل مرا ہوتا ہے صرف اس سے نہال

(جس جگہ فروش بیٹھا ہوا ہے وہاں جا کر میز کے کنارے پر ایک سوراخ کرتا ہے اور کہتا ہے)

موم تو لادو تم تھوڑا سا
کاگ بناؤں گا میں اس کا

آلٹ میئر ۔

یہ تو کھیل مداری کا ہے پیسا جو پیدا کرتا ہے

شیطان (برینڈر سے) ۔

حکم کیا میرے لئے سرکار ہے؟
کیا یہ کہئے آپ کو درکار ہے؟

برینڈر ۔

شامپین مجھ کو پلواو
بڑھیا سی بڑھیا تم لاو
اٹھتا ہو خوب اس میں جھاگ
تیز اتنا ہو جیسے آگ

(شیطان سوراخ بناتا ہے ۔ اتنے ہی میں کسی نے ڈانٹ بنادی اور اس سوراخ میں لگادی ۔ اس پر برینڈر نے کہا)

فائدہ آخر ہے کیا بیکار قیل و قال سے؟
کسلئے آخر یہ نفرت غیر ملکی مال سے؟
غیر ملکی مال بھی ہوتا ہے اچھا بیشتر
دیکھکر اسکو بھی ہوجاتی ہے خوش اپنی نظر
اصل جرمن، فرانس والوں سے ہو کتنا ہی نفور
بخشتی ہے فرانس کی صہبا اسے بے حد سرور
یہ مئے رنگیں نہایت شوق سے پیتا ہے وہ
شوق سے پیتا ہے، خوش‌خوش روز و شب جیتا ہے وہ

زیبل (اس کی نشست کے پاس شیطان کے آنے پر) ۔

سمجھیں نہ شاید آپ مرے ذوق کو بلند
کھٹی شراب آپ کی مجھ کو نہیں پسند

چھک کر پلائیں، خوب کریں سیر کام آپ
دیں مجھ کو اب تو بادۂ شیریں کا جام آپ

شیطان (سوراخ کرتا ہوا) ۔

جام آپ کا ٹوکے(۱) سے بھرتا ہوں ابھی صاحب
سیر آپ کے دل کو میں کرتا ہوں ابھی صاحب

آلٹ میئر ۔

آڑ میں کیوں ہیں، مرے سامنے آئیں تو سہی
آنکھ سے آنکھ ذرا مجھ سے ملائیں تو سہی
آپ شاید مجھے احمق ہی سمجھ بیٹھے ہیں
ہوش سے دور، ہونق ہی سمجھ بیٹھے ہیں

شیطان ۔

یہ کیا کہا؟ آپ ایسا نہ کہئے — بالکل ہے یہ بات بے جا، نہ کہئے
ہیں آپ میرے مہماں مکرم — بے حد معزز، بے حد معظم
حضرت گماں یہ کیا آپ کا ہے؟ — کب مسخرا پن مجھ کو روا ہے
سوۓ ادب سے میں پیش آؤں؟ — حرف تمسخر میں لب پہ لاؤں؟
اتنی تو ہمت مجھ میں نہیں ہے — اتنی تو جرأت مجھ میں نہیں ہے
ہیں آپ میرے، ہوں آپکا میں — اب کون خدمت لاؤں بجا میں؟
قفل دہن اب سرکار کھولیں — مطبوع آخر کیا شے ہے بولیں

عفو خطا ہو، قربان جاؤں
ارشاد ہو اب کیا چیز لاؤں

---

(۱) Tokay ہنگری کی ایک قیمتی شراب ۔

آلٹ میئر ۔

جو دل میں آئے پلا دیجئے جناب مجھے
کہ بے پسند کی درکار ہے شراب مجھے

(سب کے سامنے میز میں سوراخ ہو گئے اور ان سوراخوں میں ڈاٹیں لگادی گئیں)

شیطان (عجیب ہیئت کذائی کے ساتھ) ۔

تاک انگور کی ہے اک مالا بکرا بھی ہے سینگوں والا
لکڑی تاک شراب عرق ہے اور عرق ہم رنگ شفق ہے
چوبی میز سے بے رد و کد ہو دریائے شراب بر آمد
اک یہ پہیلی فطرت کی ہے پڑیا دانش و حکمت کی ہے
قدرت کا ہے کھیل یہ دیکھو ریل یہ دیکھو، پیل یہ دیکھو

کاگ ہٹاؤ، جام لنڈھاؤ
بوتل کھولو، مے پی جاؤ

(سب لوگ بوتلوں سے کاگ کھولتے ہیں اور گلاسوں میں ابلتی ہوئی شراب انڈیلتے ہیں۔ پھر سب ایک ساتھ مل کر گاتے ہیں)

کیا خوب دیکھنا یہ چشمہ شراب کا ہے
اک کیف کا سمندر، قطرہ شراب کا ہے

شیطان ۔

ہرگز نہ ہو زمیں پہ نزول آفتاب کا
گرنے نہ پائے ایک بھی قطرہ شراب کا!

(سب لوگ بار بار گلاس بھرتے ھیں اور شراب پیتے ھیں۔ پھر سب مل کر گاتے ھیں)

مستانہ ھم کتے ھیں، سے سے بھیگے لٹھے ھیں
پانچ سو آج سور گویا اس محفل میں اکٹھے ھیں

شیطان ۔

جمگھٹا سر پھرا یہ کیسا ھے شور و غوغا تمام برپا ھے

فاؤسٹ ۔

یہ التجا ھے میری مجھ کو تو ھو اجازت
اٹھ جائیں پاؤں میرے، ھوجاؤں میں تو رخصت

شیطان ۔

دیکھتے جایئے ذرا سرکار ان پہ کتنی بہیمیت ھے سوار
کسقدر شور یہ مچاتے ھیں گل ابھی اور کیا کھلاتے ھیں

زیبل ۔

(بے پروائی کے ساتھ شراب پیتا ھے۔ شراب فرش پر گرتی ھے اور فوراً بھبکا دے اٹھتی ھے)

اف! آگ لگ اٹھی ھے، الٰہی! مدد، مدد
کیا آ گئی یہ ھم پہ تباھی، مدد، مدد
اک حشر کا سبب ھے، جو شعلوں کی لاگ ھے
دوزخ کی آگ ھے یہ جہنم کی آگ ھے

شیطان (شعلے سے مخاطب ھوکر) ۔

اے عنصر دوستدار میرے! ھوجا خاموش، یار میرے!
لے کام سکوں سے، شانتی سے کیا فائدہ اتنی برھمی سے

(ساتھیوں سے)

اس بار التہاب کا ہے رنگ دوسرا

پر کالا ہے یہ صرف کفارے کی آگ کا

زیبل -

خبردار، بکواس یہ سب ہے کیا؟ جو کہتے ہو تم اسکا مطلب ہے کیا؟

دکھادوں گا اسکا نتیجہ تمہیں مزہ میں چکھادوں گا ایسا تمہیں

رہے گا جو تا زندگی تم کو یاد نہیں کوئی تم سے سوا نامراد

خبر بھی ہے تم کو کہ ہم کون ہیں

جو ہو عقل، سمجھو کہ ہم کون ہیں

فروش -

باز آ باز، اے گمرہ عیش

اب نہ دلانا ہم کو طیش

آلٹ میئر -

اُن سے نرمی سے یہ کہدو کہ یہاں سے ہوں دفان

نہ کریں اور سوا ہم کو یہ ناداں حیران

زیبل -

میں تو کہتا ہوں سر بسر ہے یہ ڈھیٹ

مرے اللہ! کسقدر ہے یہ ڈھیٹ

بک رہا ہے تمام اول جلول

اور آنکھوں میں جھونکتا ہے دھول

شیطان -

تو ہے بالکل شراب کا پیپا اپنے منہہ میں لگا لگام ذرا

زیبل -

تو تو ہے بے حد زڈیل   جا باہر، اس گھر سے نکل
سر پر چڑھتا آتا ہے   کیوں اتنا اتراتا ہے
یہ گستاخی، بد آئین
اور اوپر سے یہ توہین

برینڈر -

اس کو تو ہے یہی درکار   کھانے والا ہے یہ مار
ٹھہرو، چھڑ جانے دو جنگ   ہو جائے گا رنگ میں بھنگ
ایسی اسکو پڑے گی مار
جیسے اولوں کی بوچھار

آلٹ میئر (میز سے کاگ نکالتا ہے جس سے آگ بھڑک اٹھتی ہے)۔

ارے لگ گئی آگ، میں جل رہا ہوں
غضب کی ہے یہ لاگ، میں جل رہا ہوں
بچائے، کوئی آکے مجھ کو بچائے
ذرا جلد آئے، ذرا جلد آئے

زیبل -

یہ جادوگری ہے، یہ جادوگری   یہ جادوگری ہے شرارت بھری
ذرا بڑھ کے لینا تو اس کی خبر   نہیں ہم پہ قانون کا کچھ اثر
معاف اسکا ہے خون ہم پر، معاف
کرو اس کی گردن کو فی الفور صاف

(دونوں چاقو نکال کر شیطان کی طرف دوڑتے ہیں اور شیطان سنجیدہ شکل بنا کر کہتا ہے)

زباں ہے کیا؟ فریب ہے، نظر ہے کیا؟ سراب ہے
جو انقلاب ہے بپا عجیب انقلاب ہے

دماغ و دل ہیں منتشر، بکھر گئے ادھر اُدھر
قیاس میں ہے ابتری، حواس ہیں دگر دگر

(آلٹ میئر اور زیبل کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیرت سے ایک دوسرے کا منھ تکنے لگتے ہیں۔ پھر آلٹ میئر کہتا ہے)

مجھے کوئی بتائے میں کہاں ہوں بڑی حیرت کا عالم ہے جہاں ہوں
نہایت خوبصورت یہ جگہ ہے بہشت چشم، فردوس نگہ ہے

فروش۔

دل مرا دیکھ کے حیران ہوا جاتا ہے
مجھ کو انگور کا اک باغ نظر آتا ہے

زیبل۔

چشم حیراں کے لئے بے حد مسرت ناک ہیں
سامنے میری نظر کے خوشہ ہائے تاک ہیں

برینڈر۔

کیسی یہ دلکش صورت ہے ہری بھری بیلوں کی چھت ہے
سر پر چھاؤں گھنی کیسی ہے چادر سی یہ تنی کیسی ہے
لٹکے سے پڑتے ہیں گچھے پکے پکے انگوروں کے

(یہ کہہ کر برینڈر، زیبل کی ناک پکڑ لیتا ہے۔ باقی اشخاص بھی ایک دوسرے کی ناک پکڑ کر چاقو اٹھا لیتے ہیں اور شیطان سنجیدگی سے کہتا ہے)

اے فریب چشم، اے سحر نگاہ! کھول دے اب انکی آنکھیں کھول دے
دیدنی ہے، دیدنی اسکا مذاق شعبدے کچھ دیکھ اب شیطان کے

(شیطان یہ کہہ کر فاؤسٹ کے ساتھ غائب ہو جاتا ہے اور سارے شرابی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو جاتے ہیں)

زیبل -

آئیں یہ کیا ہوا ؟

آلٹ میئر -

کیوں یہ قصہ ہے کیا؟

فروش -

میں نے پکڑی تھی ناک کیا تیری؟

برینڈر -

ناک پکڑی تھی میں نے زیبل کی

آلٹ میئر -

کیا یہ لگا ہے جھٹکا سا　　جسم میں رعشہ ہے پیدا
سر چکرایا جاتا ہے　　غش سا آیا جاتا ہے
مجھ پر کوئی رحم یہ کھائے
میرے لئے اک کرسی لائے

فروش -

کیایہ روش ہے؟ یہ ڈھب کیا ہے؟　ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟

زیبل -

آخر وہ لچا ہے کہاں ؟
آخر وہ شہدا ہے کہاں؟
اسکو پکڑ لیتا اگر
ایسے جکڑ لیتا اگر

فی الفور ہوش آتا اسے
معلوم ہو جاتا اسے

خطرے میں اسکی جان ہے
مردود وہ شیطان ہے

ایسا چکھاؤں گا مزہ
کر دوں گا اسکا خاتمہ

کچھ مار ایسی کھائے گا
فرش زمیں بن جائے گا

آلٹ میئر۔

میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا وہ اک پیپے پر بیٹھا تھا
نکلا اس پر بیٹھے بیٹھے تہہ خانے کے دروازے سے
مجھ پہ تھی حالت ایسی طاری ہو گئے پاؤں کئی من بھاری
بھاری ان کا وزن تھا اتنا
سینے کے تودے تھے گویا

(میز کی طرف گھوم کر)

مجھ کو بڑی حیرت ہے، یا رب! میری عجب حالت ہے، یا رب!
کیا ایسا ماحول رہے گا قلزم مے کیا اب بھی بہے گا

زیبل۔

یہ سب فریب تھا، چکمہ تھا، ایک دھوکا تھا
ہر ایک بات میں رنگ طلسم پیدا تھا

فروش ۔

میں نے جس شے کا جام نوش کیا   ذائقہ اس میں تو شراب کا تھا

برپنڈر ۔

بہر خدا، یہ راز ہو افشا   وہ قصہ انگور کا کیا تھا؟

آلٹ میئر ۔

تم تو ہر بات کو جھوٹی ہی سمجھ لیتے ہو

اس کو بڑھیوں کی کہانی ہی سمجھ لیتے ہو

شعبدے جتنے ہیں، کہتے ہو انہیں گپ بازی

ہے تمہارے لئے نا راست یہ افسوں سازی

. . . .

جادوگرنی کا باورچی خانہ

[ایک نیچا سا آتش دان ہے جس پر ایک کڑھاؤ گرم ہو رہا ہے۔ کڑھاؤ میں سے بخارات اٹھ رہے ہیں۔ ان بخارات کی تہہ میں عجیب و غریب صورتیں دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک مادہ لنگور کڑھاؤ کے قریب بیٹھی ہوئی ابال اتارنے میں مشغول ہے۔ ساتھ ہی لنگور بیٹھا ہے اور بچوں کے ساتھ ہاتھ تاپ رہا ہے۔ دیواروں اور چھتوں پر جادو کی حیرت انگیز اشیا سجی ہوئی ہیں۔ اسی عالم میں شیطان کے ساتھ فاؤسٹ نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے]

ہو رہی ہے سحر سے، نیرنگ سے، وحشت مجھے
دور ہی اس سے رہوں گا، اس سے ہے نفرت مجھے
مجھ کو اس بارے میں اطمینان ہونا چاہئے
عہد یہ، یہ قول، یہ پیمان ہونا چاہئے
سحر و افسوں کی جو ہے پیش نظر بزم خراب
کیا ابھر آئے گا اس میں پھر مرا رنگ شباب
ہاتھ اس بڑھیا کے آگے جاکے پھیلاؤں میں کیا؟
اک بھکاری، ایک سائل اسکا بن جاؤں میں کیا؟
شوربہ کیا یہ کبھی بن جائے گا آب حیات؟
تیس سالہ اس غلامی سے دلائے گا نجات؟
حیف ہے، بہتر نہیں اس سے اگر درماں کوئی
اس سیہ خانے میں گھٹ جائیں گی امیدیں مری
کیا نکالا ہی نہیں فطرت نے کچھ اسکا علاج؟
کیا نہیں ہے موجد درماں کوئی اشرف مزاج؟

پھر پلٹ کر کسطرح بیتی جوانی آئے گی؟
اب یہ کیسے اس زمانے کی کہانی آئے گی؟
دوست میرے! آپ پھر لیتے ہیں دانائی سے کام
ہے خردمندی کا پرتو آپ کا حسن کلام
قدرتی ہے یہ بحالی جوانی کی سبیل
آپ کے حق میں ہے یہ اک شادمانی کی سبیل
سحر آگیں، شعبدہ گستر سمجھتے ہیں اسے
آپ تو ہر چیز سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اسے
تذکرہ جس میں ہے اسکا اور ہی ہے وہ کتاب
اور ہے جس باب میں یہ ذکر، اک نادر ہے باب

فاؤسٹ ۔

میں اس کے واسطے سب کچھ سہوں گا
اسے معلوم ہی کر کے رہوں گا

شیطان ۔

یہی ضد ہے تو سن لیں ایک تجویز
ہے یہ تجویز بے حد کام کی چیز
نہ اس میں شعبدہ بازوں کی حاجت
نہ اس میں کچھ طبیبوں کی ضرورت
نہ مال اس میں، نہ دولت اس میں درکار
مگر ہاں ہے مشقت اس میں درکار
کشادہ ہو ہوا، جائیں جہاں آپ
بنیں ایسی فضا میں قلبہ راں آپ
جہاں بھی جمع ہوں مٹی کے انبار
کریں ایسی زمیں کو جا کے ہموار
کدال اور پھاوڑے کو کام میں لائیں
اسی انداز سے مصروف ہو جائیں
ہو جو بھی کام وہ محنت طلب ہو
کھدائی خندقوں کی روز و شب ہو
بنے اسطرح نقشہ زندگی کا
رہے محدود حلقہ زندگی کا
ہویدا ہو کچھ ایسی شکل حالات
رہیں بس اندر اک حد کے خیالات

هو اس صورت سے لے هستی کا جادہ غذا جو کھائیں وہ بے حد هو سادہ
قناعت جزو خاطر هو همیشه بنیں تا حد امکاں صبر پیشه
کفایت هر طرح سے هو نمایاں قیام جان و تن هو جس سے آساں
اگر رهنا هے اس دنیا میں زندہ درندوں میں رهیں بن کر درندہ
نه خندق کی کهدائی سے هو انکار نه شرم و عار کا هو اس سے اظہار
خود اپنے هاتھ سے کهیتوں کو گوڑیں خود اپنے هاتھ سے بس کهاد چھوڑیں
جوانی کی بحالی اس سے هو گی هری جیون(۱) کی ڈالی اس سے هو گی

هو اسی سال کا بھی خواہ پھر سن
جوانی کا ابھر آنا هے ممکن

فاؤسٹ ۔

نهیں، یه میرے بس کی بات نهیں اسقدر پست میری ذات نهیں
میں کہاں؟ پھاوڑا کدال کہاں؟ اور کهیتوں کی دیکھ بھال کہاں؟

ایسی محنت کی، اس مشقت کی
تاب لائے کہاں سے روح مری؟

شیطان ۔

پھر تو خدمت کا موقع اس کو دیا یه جائے گا
پھر تو جادوگرنی سے کام لیا یه جائے گا

فاؤسٹ ۔

یوں بجھائیں نه اپنے دل کی پیاس
کس لئے جائیں اس چڑیل کے پاس؟
کیوں پس و پیش هے یه آخرکار؟
خود یه شربت نه کیوں کریں تیار؟

---

(۱) جیون یعنی زندگی

شیطان ۔

واہ کیا مشغلہ بنایا ہے — مجھے کس کام پر لگایا ہے
اتنے عرصے میں تو بفضل خدا — پل میں لاکھوں بنا کے رکھ دیتا
کام کتنے ہی اور کر لیتا — وقت ان میں تمام دے دیتا
حکمت و فن کا گو ہے نام بڑا — کام انہیں سے فقط نہیں چلتا
صبر کی بھی بڑی ضرورت ہے — فتح کی اک یہی تو صورت ہے
خامشی سے جو کام کرتا ہے — پر، مسرت کے جام کرتا ہے
وقت کا تو ہے اس میں صرف بہت — چاہئیے دل میں اسکا ظرف بہت
پختگی وقت ہی سے آتی ہے — اس سے مے خوب جوش کھاتی ہے
اسکا جو جزو ہے یگانہ ہے — واقعی نادر الزمانہ ہے
اول اول طریق یہ یکتا — یوں تو شیطان نے بنایا تھا
خود وہ اسکے عمل سے ہے معذور — نہیں ممکن ہے اس پہ اسکا عبور

(جانوروں کو دیکھ کر)

دیکھنا تو، ہیں اے حبیب مرے! — خوبصورت یہ جانور کتنے
یہ ہے لونڈا اگر، ہے وہ لونڈی — دیدنی ہیں ادائیں دونوں کی
کس لئے یہ مکان ہے خالی
ہے کہاں آج اسکی گھر والی

(جانوروں کی آواز)

دل کی آگ بجھانے کو — پینے اور پلانے کو
چڑھ کر چمنی کے اوپر — گئی ہوئی ہے وہ باہر

شیطان ۔

دل کو بہلاتی ہے کتنی دیر وہ؟ — گھومنے جاتی ہے کتنی دیر وہ؟

جانور ۔

پنجوں کو اپنے سینک لیں　　ہم لوگ جتنی دیر میں

شیطان ۔

جن کی شکلیں حسین ہیں اتنی　　جانور وہ پسند آئے بھی؟

فاؤسٹ ۔

کبھی مخلوق بد نما ایسی　　مری نظروں سے تو نہیں گذری !

شیطان ۔

ان کے بارے میں یہ سرکار آپ فرماتے ہیں کیا
مجھ کو ان سے گفتگو کرنے میں آتا ہے مزا

(جانوروں کو خطاب کر کے)

پیارو! برنگ سرو رواں جھومتے ہو کیوں؟
چاروں طرف کڑھاو کے تم گھومتے ہو کیوں؟

جانور ۔

عقل و ہوش کی اس دنیا میں ہے یہ اپنا کاروبار
کنگالوں کو دینے والی ٹھرا کرتے ہیں تیار

شیطان ۔

ہے واللہ، کیا شکل! صد آفریں !　　کمی گاھکوں کی تو ہوگی نہیں

(لنگور شیطان کے قریب آ کر خوشامد کے لہجے میں کہتا ہے)

پھینک اے مالک! پانسے ایسے　　دم بھر میں جو تونگر کر دے
حال ہے بے حد پتلا میرا　　کام چلے تو دے جو پیسا

شیطان ۔

یہ لنگور ہو کسقدر شاد کام   نکل آئے گر لاٹری اسکے نام

(لنگور ایک گولا سا لڑھکا کر کھیل رہے ہیں ۔ ایک لنگور کہتا ہے)

چڑھتی بھی ہے، گرتی بھی ہے، دنیا نام اسی کا ہے
چکر ہی کھاتی رہتی ہے اس کا کام لڑھکنا ہے
شیشے کی جھنکار ہے اس میں اندر سے یہ خالی ہے
کیا کوئی اسکو ہاتھ لگائے دم میں ٹوٹنے والی ہے
اس دنیا کے پاس نہ جانا ہرگز، میرے پیارے لال!
موت ہے اس میں، موت ہے تیری، کال ہے اس میں، تیرا کال
ریزہ ریزہ ہو جائے گا، مٹی کا یہ گولا ہے
آخرکار فنا ہو جانا اک دن انجام اس کا ہے

شیطان ۔

اس چھلنی کا منشا کیا ہے؟
اس سے کام نکلتا کیا ہے؟

لنگور ۔

چور تو ہے یا نہیں ہم اس سے یہ پہچان لیں گے
تیرے دل کی نیتوں کو دم زدن میں جان لیں گے

(چھلنی لیے کر لنگور کے پاس پہونچ جاتا ہے اور اسکے کہنے سے لنگورنی چھلنی کے سوراخوں میں سے جھانکنے لگتی ہے)

لنگور ۔

لیے چھلنی سے جھانک ذرا جھانک کے فوراً مجھ کو بتا

چور کو کیا پہچان لیا چور ہے کون، یہ جان لیا
کیوں یہ تامل کرتی ہے
نام بتاتے ڈرتی ہے

شیطان (آگ کی طرف جھک کر)۔

اور یہ هانڈی کیسی ہے؟ کس مصرف کی نگوڑی ہے؟

لنگور۔

واہ رے تیری عقل و فراست، تجھ سا کوئی انجان نہیں
هانڈی کیا شے، دیگ ہے کیا شے؟ اسکی تجھے پہچان نہیں

شیطان۔

یہ گستاخی، اے بدتمئیز! جان لیا کیا مجھ کو هیز؟

لنگور۔

کام لے کچھ عقل سے، پنکھا یہ لے
بیٹھ جا مونڈھے پہ، لے، پنکھا یہ لے

(لنگور شیطان کو بہ اصرار بٹھاتا ہے اور فاوسٹ ایک آئینے کے سامنے کبھی اسکے قریب جا کر اور کبھی اس سے دور ہٹ کر کہتا ہے)

کیا الٰہی یہ دیکھتا هوں میں؟ محو حیرت بنا هوا هوں میں
سحر و نیرنگ کا یہ آئینہ اور قدرت نما یہ آئینہ
کیسی شکل حسیں دکھاتا ہے صبر میرا یہ آزماتا ہے
تیز پرواز میرے طائر شوق صرف اعجاز میرے طائر شوق
مجھ کو اپنے پروں پہ جلد بٹھا اور اڑا کر وهاں مجھے لے جا
ہے جہاں خلوت اس حسینہ کی خوب ہے صورت اس حسینہ کی
اک قدم بھی اگر بڑھوں آگے میری نظروں سے شکل یہ بھاگے

اور چھپ جائے جا کے کہرے میں ‏ ‏ ابخروں کے حسین پردے میں
اس سے بڑھکر کہیں شکیل ہے کون؟ ‏ ‏ اس سے بڑھکر کہیں جمیل ہے کون؟
ہے اس ابرو کماں کا نقش حسیں ‏ ‏ اس کا ثانی کوئی جہاں میں نہیں
محو راحت ہے یہ جو پیکر ناز ‏ ‏ اف رے اسکا یہ حسن شعبدہ باز
آسمانوں کا حسن رومانی ‏ ‏ یعنی عکس جمال یزدانی
ہر خد و خال سے ٹپکتا ہے ‏ ‏ رخ پرنور سے جھلکتا ہے

کون خوش رو زمیں پہ ایسا ہے؟
حسن اس کا تو حسن یکتا ہے

شیطان۔

جب چھ دن تک وہ ہستی باقی ‏ ‏ رہے مصروف شغل خلاقی
اپنی صنعت پہ فخر و ناز کرے ‏ ‏ خود پہ وا باب امتیاز کرے
صورت ایسی کوئی جو بن جائے ‏ ‏ مورت ایسی کوئی جو بن جائے
بات حیرت کی اس میں کیوں ہو کوئی؟ ‏ ‏ وجہ آخر ہے کیا تعجب کی؟
اسکے حسن و جمال کی تصویر ‏ ‏ واقعی ہے کمال کی تصویر!
دیکھ لو سیر ہو کے تم اس کو ‏ ‏ کر لو اپنی نظر میں گم اس کو
نذر کردوں گا تم کو یہ گوہر ‏ ‏ اور ہو جاؤ اسکے تم شوہر
پھر کمال اپنا میں دکھاؤں گا ‏ ‏ اس حسینہ کو ڈھونڈ لاؤں گا
جس خوش آئیں کی یہ دلہن ہوگی ‏ ‏ غیرت شمع انجمن ہو گی
ہوگا جس کے سپرد اسکا سہاگ ‏ ‏ جاگ اٹھے گا فوراً اسکا بھاگ

(فاؤسٹ کی نظر اس تصویر پر جمی ہے۔ بازو دراز شیطان مونڈھے پر بیٹھا ہے اور پنکھے سے کھیل رہا ہے۔ اپنا سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے)

دیکھ بیٹھا ہوں تخت پر میں یہاں ‏ ‏ کون مجھ سا ہے خسرو دوراں

ہاتھ میں ہے عصائے سلطانی مرے قبضے میں ہے جہاں بانی
تاج سر کی بس اب ضرورت ہے
یہی شاہنشہی کی صورت ہے

(لنگور ایک عجیب انداز سے ناچ کود رہے ہیں اور ایک تاج لا کر شیطان کو پیش کرتے ہوئے خوشی کے نعرے لگاتے ہیں)

ذات ان کی بھی کسقدر ہے نیک خون کے ساتھ ہے پسینہ ایک
تاج کو ان کے سر پہ چمکا دو انکو یہ منزلت یہ رتبہ دو

(دونوں تاج کو چھینتے جھپٹتے ہیں اور اسکے دو ٹکڑے کر ڈالتے ہیں۔ پھر ان ٹکڑوں کو لے کر ناچنے لگتے ہیں)

ہو گیا، ہاں ہو گیا قصہ تمام
اب نہیں اپنی زبانوں پر لگام
بے تکی سی بے تکی ہے گفتگو
دیکھتے سنتے ہیں ہم سب چار سو
قافیہ پیمائیوں کا زور ہے
تابہ امکاں شور سا یہ شور ہے

(فاؤسٹ آئینے کی طرف رخ کر کے)

ہائے کیسی عجیب حالت ہے
ہوش غائب ہیں، عقل رخصت ہے

(شیطان جانوروں کی طرف اشارہ کر کے)

حال ابتر ہے کسقدر میرا
ایک پھرکی ہے یا ہے سر میرا

جانور -

خود بخود مفہوم اگر ہے آشکار   اور اگر قسمت ہے اپنی سازگار
لوگ سنتے ہیں جو اکثر بیشتر   شعر سنجیدہ کا لیتے ہیں اثر

فاؤسٹ (پھر آئینے کی طرف رخ کر کے)۔

کس آگ سے یہ میرا سینہ دھک رہا ہے
شعلہ سا ایک شعلہ پیہم بھڑک رہا ہے
سہنے کو آنچ اسکی لائیں جگر کہاں سے
شیطاں کی ہے یہ بھٹی، چلدیں ہم اب یہاں سے

شیطان (جانوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)۔

رنگ پہچاننا پڑے گا ضرور   ہم کو یہ ماننا پڑے گا ضرور
ان سے پہلو تہی نہیں ممکن   ان کی بے حرمتی نہیں ممکن
یہ سب ایمان دار شاعر ہیں   واقعی جاندار شاعر ہیں
ان کے اشعار میں صداقت ہے
ان کے افکار میں نفاست ہے

(اس اثنا میں لنگورنی کی توجہ کڑھائی کی طرف سے ہٹ گئی تھی۔ اس غفلت کے عالم میں کڑھاو سے ایک نہایت زبردست شعلہ بلند ہوا اور بھڑک کر چمنی کے اوپری سرے تک پہونچا۔ اتنے میں ایک جادوگرنی شعلے سے چیختی چلاتی ہوئی نمودار ہوئی اور کہنے لگی)

ارے، ارے، ارے، ارے
مرے، مرے، مرے، مرے

یہ بد نصیب جانور
ہیں کچھ عجیب جانور

بڑے سور ہیں نا مراد
یہ جانور ہیں نا مراد

کڑھاو یونہیں چھوڑ کر
چلی گئی ادھر آدھر

یہ ظلم کیا بپا کیا
جلا کے مجھ کو رکھ دیا

یہ بد نصیب جانور
سور ہیں واقعی سور

(شیطان اور فاوسٹ کو سامنے دیکھ کر)

کون ہو تم؟ کیسے آئے ہو یہاں؟ ماجرا کیا ہے؟ کرو مجھ سے بیاں؟
آرزو کس کی یہاں لے آئی ہے؟ جستجو کس کی یہاں لے آئی ہے؟
کس لئے ہے ہر طرف آخر نگاہ؟ یہ کمینہ پن، یہ حرکت، آہ آہ!
بھونکر رکھدے تمھیں دوزخ کی آگ خاک کر ڈالے تمھیں دوزخ کی آگ
ھڈی ھڈی ہو سپرد التہاب کھوپری یہ بھن کے ہوجائے کباب

(جادوگرنی کڑھاو میں چمچہ ڈال کر آگ اچھالنے اور شعلے برسانے لگتی ہے۔ شعلے جا جا کر فاوسٹ، شیطان اور جانوروں پر پڑتے ہیں۔ جانور چیختے چلاتے ہیں۔ پھر شیطان پنکھے کی ڈنڈی ہاتھ میں لئے ہوئے دائیں بائیں ہانڈیاں اور پیالے توڑ کر رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے)

ہائے ان برتنوں کا ستیا ناس
ٹوٹ جائیں یہ شیشے اور گلاس
لے، یہ ہوئے ہیں ان کے دو ٹکڑے
تنگ میں آگیا ہوں ان سب سے

لے، پڑی ہے یہاں یہ تیری شراب
اس کی مٹی میں کر رہا ہوں خراب
ظرف ٹوٹے ہیں یہ تڑاق تڑاق
میں سمجھتا ہوں ان کو ایک مذاق
تو ٹنہیا (۱) رذیل ہے کتنی
ساحرہ اک ذلیل ہے کتنی
سلسلہ تجھ سے ہے دراز مرا
گیت تیرا ہے اور ساز مرا

(جادوگرنی غصے سے تھرتھراتی کانپتی گر پڑتی ہے اور شیطان کا سلسلہ کلام پھر جاری ہوتا ہے)

تیرا یہ روپ نرالا ہے
تو ہڈیوں کی اک مالا ہے
صورت کی کتنی بھدی ہے
تو مرگھٹ کی اک بھتنی ہے
اپنے آقا کو پہچانا ؟
میں کون ہوں، کیا ہوں یہ جانا؟
غصے سے تاؤ میں کھاتا ہوں
کچھ سوچ کے پھر رہ جاتا ہوں
ورنہ لیتا وہ خبر تیری
کر ڈالتا میں تکا بوٹی
دم بھر میں ان لنگوروں کی
رکھ دیتا بنا کر میں چٹنی

---

(۱) ٹونا کرنے والی

پہنے ہوئے صدری لال جو میں
بیٹھا ہوں فارغ بال جو میں
کچھ میرا ادب ملحوظ نہیں؟
حرمت میری محفوظ نہیں؟
تو مجھ سے خوف نہیں کھاتی؟
کیوں تو ہے میرے منھ آتی؟
دیکھی نہیں میری صورت کیا ؟
پہچان کی پھر یہ ضرورت کیا ؟
آخر پہچان بتاؤں کیوں ؟
نام اپنا زباں پر لاؤں کیوں ؟

جادوگرنی ۔

میں خطا وار ہوں، مرے مالک! میں گنہگار ہوں، مرے مالک!
میری جانب سے دل کو صاف کریں آپ میری خطا معاف کریں
خیر مقدم حضور کا جو کیا مانتی ہوں بہت وہ بھدا تھا
آپ میں سم کہاں ہے گھوڑے کا کہیں مجھ کو نظر نہیں آتا

اور کوے ہیں وہ سیاہ کہاں
پائے ان کو مری نگاہ کہاں

شیطان ۔

تعظیم و ادب سے بیگانہ شیوہ تیرا ہے بیہانہ
نالاں ہوں تری بے شرمی سے پھر بھی پیش آؤں گا نرمی سے
اس بار معاف میں کردوں گا اس گرد کو صاف میں کردوں گا
مدت ہوئی میں آیا تھا یہاں بار اس دل نے پایا تھا یہاں

حالت پہلے سے اچھی ہے   تہذیب میں خاص ترقی ہے
شیطان بھی اب شائستہ ہے   ان قدروں سے وابستہ ہے
پہلے سے بہت جو بہتر ہیں   روح تہذیب کی مظہر ہیں
جو بھوت شہالی آتا تھا   مرد و زن کو جو ڈراتا تھا
دم، سینگ وہ اور پنجے اسکے   جو پہلے دکھائی دیتے تھے
اب میری نظر سے اوجھل ہیں   ان کو نہیں ظاہر کرتا میں
پیروں کا بدلنا مشکل ہے   اب کوشش یہ لا حاصل ہے
مجھ کو کافی اندیشہ تھا   بدظن ہو جائے گی دنیا
اور اسکے باعث برسوں سے   نو عمروں کی صورت میں نے

یہ پنڈلیاں اب جو لگالی ہیں
وہ نقلی ہیں، مصنوعی ہیں

جادوگرنی (ناچتے ہوئے)۔

مدت کے بعد حضرت شیطان کو دیکھکر
اپنے مکاں میں آپ سے مہماں کو دیکھکر
مارے خوشی کے صورت گل پھول اٹھی ہوں میں
پرکیف زندگی کا مزہ لے رہی ہوں میں

شیطان۔

توقیر مری برباد نہ کر
اس نام سے مجھ کو یاد نہ کر
یہ نام بہت فرسودہ ہے
اب ذکر اس کا بے ہودہ ہے

جادوگرنی ۔

آخر اس نام میں برائی کیا ہے؟
اس نام سے کسلئے حذر اتنا ہے؟

شیطان ۔

بس اب انسانوں میں نام آتا ہے یہ
داستانوں ہی میں کام آتا ہے یہ
کچھ اثر انسان پر اسکا نہیں
اس سے کوئی فائدہ پہونچا نہیں
خاتمہ تو ہو گیا شیطان کا
شیطنت پھر بھی نہیں لیکن فنا
چل رہا ہے اسکا سکہ آج بھی
غلغلہ اسکا ہے برپا آج بھی
دے لقب نواب کا مجھ کو اگر
پھر تو ہو جائے یہ قصہ مختصر
میں بھی ہوں اوروں کی صورت باوقار
اہل دولت میں ہے میرا بھی شمار
تو مری شائستگی میں شک نہ کر
خون کی پاکیزگی میں شک نہ کر
دیکھ میرا حربۂ پیکار دیکھ
میرے استعمال کا ہتھیار دیکھ

(ناشائستہ اشارہ کرتا ہے جس پر جادوگرنی ہنستے ہنستے لوٹ جاتی ہے اور کہتی ہے)

حرکت آپ کی ہے واہ یہ خوب!
خوب ہے دل لگی کی راہ یہ خوب!
اب بھی کرتے ہیں آپ من مانی
اب بھی ہیں حرکتیں وہ شیطانی

شیطان (فاؤسٹ سے مخاطب ہو کر)۔

مرے ہمدم مجھے ہے فخر حاصل یہ بتانے کا
کہ ہے کیا ڈھنگ جادوگرنیوں سے پیش آنے کا

جادوگرنی ۔

کسطرح اے میرے آقا، آپ کی خدمت کروں؟
اب تو یہ ارشاد ہو کیا آپ کی خدمت کروں؟

شیطان ۔

یہ پوچھتی کیا ہے تو؟ اری جا　　شراب کہنہ کا جام لے آ
ہے جس کا شہرہ زمانے بھر میں　　جو منتخب ہے مری نظر میں
یہ جسقدر کہنہ سال ہوگی　　اسی قدر بے مثال ہوگی

یہ قدر میں بھی بلند ہوگی
حلاوت اس میں دو چند ہوگی

جادوگرنی ۔

بسر و چشم ابھی میں لاتی ہوں　　مئے مطلوب لینے جاتی ہوں
اسکے دو ایک گھونٹ یوں تو کبھی　　ڈال لیتی ہوں حلق میں میں بھی
نہیں' اسکا نہیں جواب کہیں　　اس میں بدبو تو نام کو بھی نہیں
ہے طبیعت نہال بیش از بیش　　کر رہی ہوں خوشی سے جام یہ پیش

(آہستہ سے فاؤسٹ کی طرف اشارہ کر کے)

جو یہ بے اطلاع آئے ہیں　　پاؤں یونہیں ادھر بڑھائے ہیں
نقد ہستی کہیں نہ کھو بیٹھیں　　جاں ہی سے نہ ہاتھ دھو بیٹھیں

ایک گھنٹے میں ٹیں نہ ہو جائیں
موت کی نیند ابھی نہ سو جائیں

شیطان ۔

یہ مرے دوستدار ہیں بے حد　　یہ مرے غم گسار ہیں بے حد
پیش کر اسطرح کی ان کو شراب　　جو نہ ثابت ہو ان کے حق میں عذاب
جو ہو معلوم خوشگوار انہیں　　اور آجائے سازگار انہیں
خاص مطبخ کی مے جو چیدہ ہو　　خاص انداز کی کشیدہ ہو
چاہتا ہوں انہیں وہ کرنا پیش　　قدر و قیمت میں ہو جو بیش از بیش

کھینچ، ہاں کھینچ، اپنا حلقہ کھینچ　　سامنے میرے اب یہ نقشہ کھینچ

کر مہیا انہیں بھی لذت کام
بھر کے دے ان کو اک لبا لب جام

(جادوگرنی ایک طرفہ انداز سے ایک حلقہ کھینچتی ہے اور اس کے اندر عجیب و غریب اشیا کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اتنے میں گلاس کھنکنے لگتے ہیں اور دیگچی سے نغموں کی صدا آنے لگتی ہے۔ بالآخر وہ ایک بہت بڑی کتاب لاتی ہے اور لنگوروں کو لا کر حلقے میں بٹھا دیتی ہے۔ ان سے ڈسک اور مشعل برداری کا کام لیتی ہے۔ پھر اشارہ کر کے فاؤسٹ کو بلاتی ہے۔ فاؤسٹ شیطان سے کہتا ہے)

کیا ہے آخر یہ شعبدہ بازی؟　　کیا ہے یہ بے ہدہ فسوں سازی؟
ہے یہ نیرنگ کیا؟ طلسم یہ کیا؟　　کیا ہے یہ؟ کیا ہے یہ کوئی دھوکا؟
کیا یہ خبط الحواس ہانڈی ہے　　مثل مجنوں یہ شکل کیسی ہے؟
ایسے دھوکے سے خوب واقف ہوں　　ایسے چکمے سے خوب واقف ہوں

ان سے میں دور دور رہتا ہوں
اور بے حد نفور رہتا ہوں

شیطان ۔

خاک سمجھے آپ اس کا مدعا　　یہ نہیں کچھ بذلہ سنجی کے سوا
یہ تو اک تفریح کا سامان ہے　　دل لگی کا اس میں اک عنوان ہے
آپ آخر اتنے سنجیدہ ہوں کیوں؟　　دیکھ کر یہ رنگ رنجیدہ ہوں کیوں؟
دل لگی اس وقت کیا کرتی ہے یہ　　ڈاکٹر کا فرض ادا کرتی ہے یہ
اپنی چالیں اس کو چلنے دیجئے　　آپ اس سے کام ہی کیوں لیجئے

ہو مکمل جس میں تاثیر شراب
ہر طرح سے یہ عمل ہو کامیاب

(شیطان زبردستی فاوسٹ کو حلقے میں ڈھکیل دیتا ہے اور جادوگرنی ایک کتاب کو دیکھ کر کچھ مبالغہ آرائی کے ساتھ پڑھتی ہے)

کہتی ہوں میں یہ تجھ سے
ایک کو پہلے دس کر لے
پھر دو دو کو تو جانے دے
اپنے پاؤں اٹھانے دے
تین کو پھر یکساں کر لے
ایک ان کا عنواں کر لے
اس سے صاحب زر ہو جا
مالک لعل و گہر ہو جا
کام بنا دے گا تیرا
قول یہ جادوگرنی کا
پانچ اور چھہ سے کچھ پہلے
چار کو تو لا کر رکھ دے
سات اور آٹھ بنالے پھر
اپنا پاؤں اٹھالے پھر
اس سے تیرے پو بارہ ہیں
جیت کے ساماں پیدا ہیں
نو سے پھر بنتا ہے ایک
نو سے یوں پیدا ہے ایک

اس کی قدر نہیں کوئی
صفر ہے صفر اس کی ہستی
کام بنانے کو تیرا
بس یہ پہاڑا ہے میرا

فاؤسٹ ۔

اس طرح کیوں بہک رہی ہے تو؟ کیا یہ ہذیان بک رہی ہے تو؟

شیطان ۔

سلسلہ کیا ہے کچھ یہ ختم ابھی؟ آپ کہئے اگر، رہے جاری
ہوں میں ساری کتاب سے آگاہ ایک جادہ ہے اس میں، ایک ہی راہ
ایک ہی راگ اس میں جاری ہے اور ہر چیز پر یہ بھاری ہے
میں نے اس سے سبق لیا ہے بہت وقت اس کے لئے دیا ہے بہت
ایک مجموعۂ تضاد ہے یہ ایک تحریر نامراد ہے یہ
اس میں جو کچھ لکھا ہے مبہم ہے اس میں اک طرفگی کا عالم ہے
کوئی نا دان ہو کہ ہو دانا اس کو بالکل سمجھ نہیں سکتا
دوست! یہ فن عجیب و یکتا ہے کہ حدود زباں سے بالا ہے
کچھ حقیقت ہے، کچھ فسانا بھی کچھ نیا بھی ہے، کچھ پرانا بھی
خواہ شائستگی کا مظہر ہو خواہ اس کی فضا مکدر ہو
تین میں ایک اور ایک میں تین تھا یہ عہد قدیم کا آئین
درس باطل بجائے حق جب تھا یہی اہل جہاں کا مشرب تھا
لوگ دیتے رہے ہیں درس یہی ان کے رستے میں روک تھی نہ کوئی
احمقوں کی مداخلت ہے عجیب اس میں ان کی مزاحمت ہے عجیب
بات سننے میں جب کوئی آئی جب ہوئی روبکار گویائی
جب کچھ الفاظ ہو گئے یکجا سوچنے والے نے یہی سوچا

کچھ تو ان کے ضرور ہیں معنی
نہیں اک حرف ان کا لا یعنی

(جادوگرنی سلسلۂ کلام جاری رکھتی ہے)

علم کی طاقت ہے کتنی ارجمند آسماں سے بھی سوا ہے کچھ بلند
دیدۂ آفاق سے مستور ہے خارجی دنیا سے کوسوں دور ہے
جو نہیں کرتے ہیں ان باتوں کا دھیان اُن کو بے مانگے ہی ملتی ہے ہر آن
کس لئے دست طلب ہو پھر دراز
خود بخود در انکا ہو جائے گا باز

فاؤسٹ۔

کیا یہ لاف و گزاف بکتی ہے؟ کسلئے لام و کاف بکتی ہے؟
حال ابتر ہے کسقدر میرا آہ! چکرا رہا ہے سر میرا
ہے یہ میری نگاہ میں گویا ایک انبوہ بیوقوفوں کا
مست و معروف نغمہ باری ہے گیت کا سلسلہ یہ جاری ہے

شیطان۔

بس اے جادو کی رانی! تیرا کوئی نہیں ثانی
دیر نہ ہو جلدی کر دے کیوں ہے کام تامل سے
لا تو کوئی شراب تو لا خوب پلا، ڈٹ ڈٹ کے پلا
کیوں یہ تامل، کیوں یہ گریز کردے جام اسکا لبریز
میرا دوست نہیں انجان اسکو نہ ہو گا کچھ نقصان
اسکا ظرف ہے اسکا ظرف کیوں آئے کچھ اس پر حرف
اس سے پہلے با صد ہوش کتنے جام کئے ہیں نوش
وہ تو پہلے کا ہے حال
بعد کا ہے سارا یہ کمال

(جادوگرنی کئی رسمیں ادا کرنے کے بعد جام میں شراب انڈیلتی ہے۔ فاؤسٹ جیسے ہی اسکو لے کر لبوں سے لگاتا ہے اس میں ایک چھوٹا سا شعلہ برآمد ہوجاتا ہے اور شیطان فاؤسٹ سے کہتا ہے)

بس اب پیش و پس کچھ نہ فرمایئے　　خدا کے لئے آپ پی جایئے
بس اک گھونٹ میں جام سارا ہو ختم　　نہ باقی رہے کام، سارا ہو ختم
یہ خوب آپکے دل کو گرمائے گی　　نئی زندگی اس سے آجائے گی
ہے شیطان سے آپ کی دوستی　　ہے یہ دوستی بھی بڑی دوستی
تو ڈر ایک ننھے سے شعلے سے کیا؟　　ہے بے سود گھبرا کے یوں چونکنا

(جادوگرنی حلقہ توڑ دیتی ہے اور فاؤسٹ باہر آجاتا ہے)

شیطان ۔

چلئے یہاں سے، آپ کو آرام ہے مضر
جس میں نہ اضطراب ہو وہ کام ہے مضر

جادوگرنی ۔

میری دعا ہے آپ کے حق میں یہی جناب
ہوجائے ہضم آپکو دو گھونٹ یہ شراب

شیطان ۔

جو چاہتی ہے ترے ساتھ کچھ سلوک کروں
لگی ہوئی ہے جو تجھکو، وہ دور بھوک کروں
دلانا یاد مجھے یاد والپرگس (۱) کی
جو بن پڑے گی کروں گا مدد میں وہ تیری

جادوگرنی ۔

اک گانا میں گاتی ہوں　　آپ ہی کو یہ سناتی ہوں

---

(۱) Walpurgis پہلی مئی سے قبل کی شام، جب جادوگرنیاں شیطان کے ساتھ راگ رنگ مناتی ہیں!

آپ بھی اپنائیں اس کو جب چاہے گائیں اس کو
اس کی عظمت مان لیں آپ
تاثیر اس کی جان لیں آپ

شیطان (فاوسٹ سے) ۔

دیر کیوں آخر یہ ؟ جلدی کیجئے میرے پیچھے پیچھے بس ہولیجئے
مجھ کو آجائے پسینہ کاش آج مجھکو ہے اس کی نہایت احتیاج
کچھ دکھادے تو اثر اپنا شراب کامیاب اسکا عمل ہو، کامیاب
ہر طرف یہ موج بن کر پھیل جائے جسم کے اندر سے باہر پھیل جائے
راستہ پھر وہ دکھادوں گا کبھی آپ کو وہ ڈھب سکھادوں گا کبھی
جس سے لطف آرام کا آنے لگے جس سے دل مسرور ہوجانے لگے
موجزن رہنے لگے بحر نشاط آپ بن جائیں سراپا انبساط
دوڑ جائے مثل خوں رگ رگ میں عشق
ڈال دے طرح جنوں رگ رگ میں عشق

فاوسٹ ۔

چلتے چلتے آئینے پر ڈال لیں آو، نظر اک دم بھر
دید کی لذت تازہ کرلیں اور اس کا اندازہ کر لیں
کتنی پیاری صورت تھی وہ
کتنی موہنی مورت تھی وہ

شیطان ۔

نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں جو نایاب ہو، یہ وہ صورت نہیں
یہ سرتاج نسواں، یہ فخرالنسا سراپا یہ حسن دلآویز کا
نظر آپ کو خود بخود آئے گی
نقاب اسکے رخ سے یہ اٹھ جائے گی

(پھر الگ ہٹ کر کہتا ہے)

آپ نے جو شراب چکھی ہے اس میں تاثیر ایسی رکھی ہے
جب اُدھر یا اُدھر سے گذرے گی جو حسینہ نظر سے گذرے گی

سب کا بازار اس کے سامنے سرد
اس کے آگے ہیلن کا حسن ہے گرد!

(ختم شد حصہ اول، جلد اول)